حسنِ مصطفیٰ کی ایک منفرد جھلک

غصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

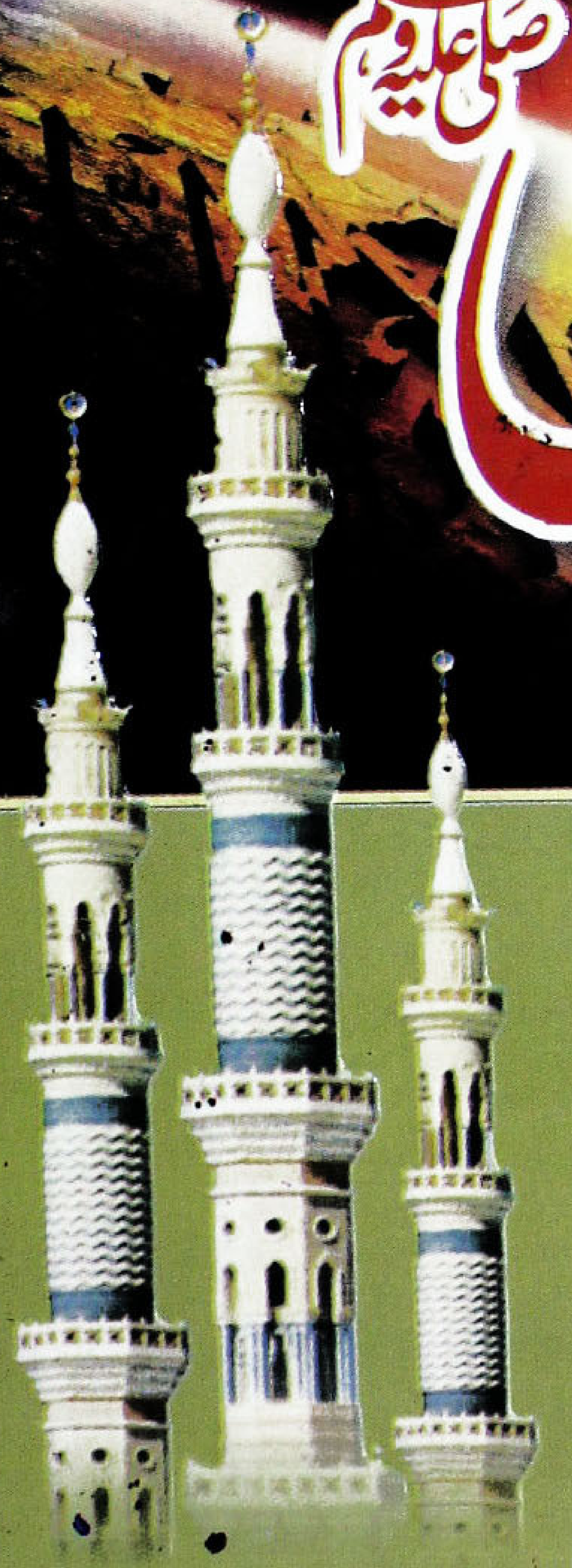

مؤلف:

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

طیبہ قرآن محل
مکہ سنٹر گلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار فیصل آباد
041-2624007, 0300-6628021

Marfat.com

حسنِ مصطفیٰ کی ایک منفرد جھلک

غصۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

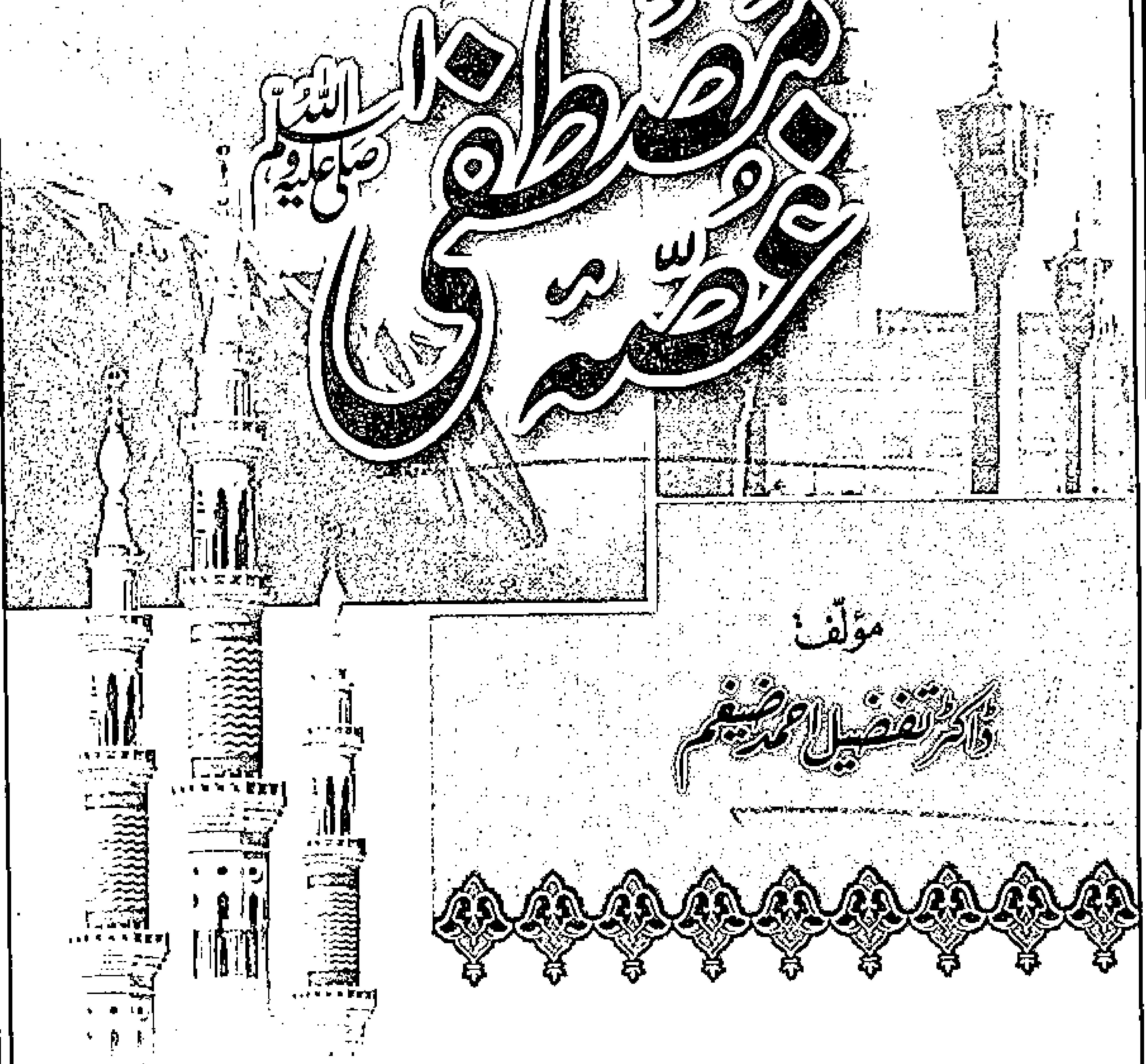

مؤلف:

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

طیبہ قرآن محل

کمشنر گلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار فیصل آباد

041-2624007, 0300-6628021

Marfat.com

جملہ حقوق بحق طیبہ قرآن محل محفوظ ہیں

نام کتاب

غصۂ مصطفیٰ ﷺ

مؤلف:

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

297.9921
S816
۱۲۲۴۹۷

باہتمام ____ حافظ محمد ابوبکر
طبع اول ____ اپریل 2016ء
تعداد ____ 1100
قیمت ____

طیبہ قرآن محل
مکہ سنٹر گلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار فیصل آباد
041-2624007, 0300-6628021

اشتراک

مکتبہ محمدیہ
قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
Tel: 042-37114650 Cell: 0300-4826023
Email: maktabah_muhammadia@yahoo.com
& maktabah_m@hotmail.com

Marfat.com

فہرست

1	گلہائے عقیدت	10
2	قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ۔	15
☼	حضرت عمر اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما کا سورۃ فرقان پر اختلاف	16
☼	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی سے سورۃ احقاف پر اختلاف	17
☼	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۃ رحمن پر اختلاف	18
☼	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دو آدمیوں سے اختلاف	19
3	امیر کی بے ادبی پر غصہ	26
☼	اطاعت امیر کا حکم	32
☼	نافرمانی کے امور میں اطاعت نہیں	33
4	اپنے دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ	35
☼	کائنات بھر کے لوگوں کے نام پیغام	36
☼	مختصر مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ	39
☼	شرافت ونجابت	45
☼	غیرت ابی بکر رضی اللہ عنہ	48
☼	خاندان ابی بکر رضی اللہ عنہ کی برکات	49
☼	روشن ستارے کی مانند	50
☼	ہجرت کے ساتھی	51
☼	تدبر وحکمت	55
5	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے امامت کروانے پر غصہ	59
6	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ	65

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے	67
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت سے اللہ کی محبت ملتی ہے	68
اللہ اور اس کے رسول کو علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے	68
کافر قوم سے مشابہت پر غصہ	72
کافر قوم کی مشابہت	74
7 عبادت میں دوسروں کے لیے تنگی پیدا کرنے پر غصہ	77
خود کو رسی سے باندھ کر عبادت کرنے والی	79
دن بھر روزہ اور رات بھر قیام	81
دھوپ میں روزہ مکمل کرنے کی نذر	83
رسی باندھ کر طواف کرنے والا	84
عبادت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل	85
فرضی نماز میں والدہ کا خیال	89
صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل	90
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسندیدہ عمل	92
8 سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر عبادت کرنے والوں پر غصہ	94
عبادت میں سنت کی اہمیت	96
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا	105
9 ریشمی لباس پہننے والے پر غصہ	107
ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے	108
ریشمی لباس پہننے کی چند صورتیں	109
مردوں کا لباس	112
لباس میں چار اہم ترین امور	115
عورتوں کا لباس	119

Marfat.com

	لباس میں صفائی کا حکم	120
10	زرد لباس پہننے والے پر غصہ	124
	رسول اللہ ﷺ کے لباس	125
	سفید لباس	125
	سیاہ لباس	129
	سرخ لباس	130
	سبز لباس	131
	حاشیہ دار چادر اوڑھنا	132
	غیر ملکی لباس	134
11	منقش پردہ اور غصہ مصطفی ﷺ	136
12	مجرم کی سفارش پر غصہ	143
	آپ ﷺ کے انصاف پر مبنی چند فیصلے	144
13	رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر اعتراض اور آپ ﷺ کا غصہ	160
	رسول اللہ ﷺ کے حقوق	161
	آپ ﷺ پر ایمان لانا	162
	ایمان پر قائم رہنا	162
	رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا	164
	اطاعت	168
	عزت واحترام	173
	آپ ﷺ کی خاطر لڑنا مرنا	179
	آپ ﷺ کی عزت کا دفاع	181
14	غصہ ملی مسکراہٹ	185
	نیکی میں جلدی کرنے کا حکم	193

Marfat.com

چند مثالیں احادیث سے	194
15 خوشخبری رد کرنے پر غصہ	203
خوشخبری اور اس کے اصول وضوابط	205
اللہ تعالیٰ کا خوشخبری دینا	205
رسول اللہ ﷺ کا خوشخبری دینا	209
انفرادی خوشخبری	209
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	209
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	211
حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	212
اجتماعی طور پر حاضرین کو خوشخبری	214
خوشخبری کے مختلف مواقع	218
16 تعریف میں مبالغہ آرائی پر غصہ	237
تعریف کی اقسام	238
مدح محمود	238
مدح مذموم	241
اپنی تعریف خود کرنا	241
اپنی تعریف کرنا کب جائز ہے	244
دوسروں کی تعریف کرنا	248
قابل تعریف مدح	250
رسول اللہ ﷺ کی تعریف	251
فوت شدگان کی تعریف	253
تعریف کا دوسرا رخ تنقید	254
مثبت تنقید	254

Marfat.com

منفی تنقید	265
17 والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنے پر غصہ	267
والدین سے حسن سلوک انبیاء کی صفت ہے	268
ہجرت بھی والدین کی اجازت سے	270
والدین کی خدمت پر انعام	271
والدین کی نافرمانی کا گناہ	277
کبیرہ گناہ	277
عزت میں کمی	278
نظر رحمت سے محرومی	279
والدین کے ساتھ حسن سلوک کی صورتیں	280
جن کے والدین زندہ ہیں	280
جن کے والدین وفات پا چکے ہیں	280
دعا کرنا	281
صدقہ جاریہ	282
قرض کی ادائیگی	285
والدین کی طرف سے حج کرنا	286
نذر کے روزوں کی قضاء	287
18 درود پڑھنے میں کوتاہی کرنے والے پر غصہ	289
صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کو ہدیہ	291
درود کے فوائد	293
رحمت وسلامتی کا حصول	293
فرشتوں کی دُعائیں	293
شفاعت کا حصول	294

Marfat.com

	رنج وغم کا ازالہ	294
	درود پڑھنے کے اوقات	295
	صحیح احادیث سے ثابت شدہ درود	298
19	گم شدہ اونٹ	303
20	بے مقصد سوالات پر غصہ	308
21	مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے والوں پر غصہ	316
	تقدیر پر چند اہم امور	318
	تقدیر اور اسباب	332
22	مجھے غریب کیوں بنایا......؟	341
	فقروفاقہ میں سردارِ دو جہاں کی زندگی	348
	فقروفاقہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی	351
	تقدیر پر ایمان کے فوائد	356
23	کم ہمتی پر غصہ	360
	ہمت برقرار رکھنے کے فوائد	363
	قوت عمل	364
	ہمت میں نقصان کی تلافی ہے	365
	منزل تک رسائی	366
	کم ہمتی کے نقصانات	367
24	جھوٹی گواہی پر غصہ	372
	جھوٹ کی تباہ کاریاں	372
	جھوٹ چھوڑنے والے کے لیے انعام	380
25	مصادر و مراجع	381

Marfat.com

وہ مسائل

کس قدر حساس ہوں گے

جن پر

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

غصہ کا اظہار فرمایا

Marfat.com

گلہائے عقیدت

چھوٹے تالاب میں پتھر پھینکا جائے تو ایک شور بپا ہوتا ہے۔ جبکہ سمندر میں پہاڑ بھی گر جائے تو سمندر کی روانی متاثر نہیں ہوتی۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ وہ رحمت کے بحر بیکراں ہیں۔ ان کی شخصیت سے پہاڑوں جیسے مصائب ٹکرائے لیکن وہ تو سمندر تھے۔ پہاڑوں نے اپنا وجود کھو دیا۔ اگر راستوں میں کانٹے بچھائے گئے تو ان کے پاؤں نے سفر نہیں روکا، نفرتیں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ وہ خوشبو بن کے پھیلتے چلے گئے، روشنی بن کے بکھرتے چلے گئے۔ اس روشنی کو روکنے کے لیے مکہ کے کافروں نے کبھی نفرتوں کا سہارا لیا اور کبھی ناگوار رویوں کو اپنا ہتھیار بنایا، کبھی گالیوں اور بدتمیزیوں سے ان کا راستہ روکنا چاہا اور کبھی اوچھے ہتھکنڈوں کو حربہ کے طور پر استعمال کیا۔ لیکن یہ ساری چیزیں تاجدارِ مدینہ کو کبھی غصہ نہ دلا سکیں۔ اس لیے کہ وہ تو آسمان کا چاند تھا۔ بھلا زمین پر اُڑنے والا گرد و غبار بھی چاند کو گہنا سکا ہے۔ گرد و غبار تو فضا کی وسعتوں کو بھی نہیں چھو پاتا۔ چند لمحات بعد زمین کی دھول اس کا مقدر ہوتی ہے۔ چاند پوری آب و تاب سے چمکتا اور اڑنے والے گرد و غبار پر مسکراتا رہتا ہے۔ وہ یونہی مسکراتے رہے۔ اپنے سفر پر گامزن رہے۔ انہیں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا تھا۔ اسلام کا نور چار دانگ عالم میں پھیلانا تھا، پس انہوں نے سفر جاری رکھا۔ اس راہ میں وہ زخم کھاتے رہے، مسکراتے رہے۔ لوگوں کا تلخ سے تلخ رویہ بھی ان کی شخصیت سے ٹکرا کے ان کے اخلاق کی مٹھاس میں اپنا وجود کھو دیتا تھا۔ وہ کبھی ایسے رویوں سے نہ تھکے، نہ تنگ دل ہوئے اور نہ انہیں غصہ آیا...... پھر کتاب کا عنوان...... غصۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... یہ غصہ انہیں کب آیا؟ جو مالی باغ پر محنت کر رہا ہو وہ دن رات یہی دُعا مانگتا ہے

بھلا پھولا رہے یا رب چمن میری اُمیدوں کا
جگر کا خوں دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

Marfat.com

ایسا مالی ایک ایک بوٹے اور پھول کی حفاظت کرتا ہے اور چمنستان کی خوبصورتی و رعنائی میں اضافہ کے لیے کبھی باغ میں اُگ آنے والی خودرو جڑی بوٹیوں کو اُکھاڑ پھینکتا ہے، کبھی درختوں کی ٹہنیاں تراشتا ہے، کبھی الجھے ہوئے پتوں کو سنوارنے کے لیے تراش خراش کرتا ہے، کبھی مٹی کے سینے کو پھاڑتا اور اسے نرم کرتا ہے تاکہ وہ بیج کے لیے موزوں ہو جائے۔ مالی، باغ میں جو بھی توڑ پھوڑ یا تراش خراش کرتا ہے وہ باغ کی بربادی کے لیے نہیں بلکہ اس کی آبادی کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا باغ تیار کیا جس کے پھول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اس چمن کی خوبصورتی کے لیے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اس باغ میں فاسد عقیدہ کی لہریں محسوس کیں یا اخلاقیات کو متاثر کرنے والے شیطانی امور دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ نے گلستانِ رسالت میں اُگنے والے پھولوں کو گرد و غبار سے صاف کیا اور اس غصہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کو سنوارا اور انہیں ایسی بہترین جماعت میں بدل دیا کہ فلک لاکھوں گردشیں بدلے تو بھی ایسی جماعت کی جھلک نہیں دکھا سکتا۔

غصہ غیرت کی بھی علامت ہے۔ ایک غصہ وہ ہے جو تلخ بات سن کے آ جاتا ہے۔ تلخ باتوں، کڑوے جملوں اور ناگوار رویوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہیں آیا۔ لفظ کے تیر ہوں یا زہر بھرے رویے، یہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر شکن نہ ڈال سکے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری تھی۔

ایک غصہ وہ ہے جس کا آنا ایمانی غیرت اور نہ آنا بزدلی ہے۔ یہ وہ غصہ ہے جو غیر شرعی امور کو دیکھ کر آتا ہے۔ جیسے ایک مومن آدمی گھر میں اللہ کی نافرمانی دیکھ کر غصہ میں آ جاتا ہے۔ اگر وہ نافرمانی دیکھ کر بالکل بھی غصہ اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے تو یہ اس کی بزدلی اور ایمانی کمزوری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بھی غصہ کیا، کسی غیر شرعی امر کی وجہ سے کیا۔ اللہ کی نافرمانی دیکھ کر یا تربیتی امور کو متاثر کرنے والی چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ جاتا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی غیرت اور بہادری تھی جبکہ لوگوں کی باتیں ان کے رویے اور الفاظ کے نشتر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ نہ دلا سکے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی بہادری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمانی جراٴت بھی تھی اور اخلاقی جراٴت بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کے بلند ترین مقام پر فائز تھے اور اخلاق کے بھی بلند

Marfat.com

ترین مقام پر متمکن تھے۔ گویا آپ ﷺ ہر اعتبار سے کامل تھے

رخ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دُکانِ آئینہ ساز میں

اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عجب حسن سے نوازا تھا۔ آپ مسکراتے تو جیسے چاندنی بکھر جاتی، غصہ میں آتے تو حسن اور نکھر جاتا۔ وہ جس راستہ سے گزر جاتے راستہ مہک اٹھتا اور خوشبو دیر تک ان کے گزرنے کا پتہ دیتی۔ وہ رک جاتے تو جیسے سمندر کی لہریں تھم جاتیں، وہ چل پڑتے تو جیسے بہار کے قافلے ہمرکاب ہوتے، وہ بولتے تو جیسے پھول جھڑتے، وہ زلف لہراتے تو جیسے گھٹا چھا جاتی۔ ہاں اُن کا حسن الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ کا دامن ایسی وسعت سے خالی ہے جو حسنِ مصطفی کا احاطہ کر سکے۔ اسی لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کے بات کو ختم کر دیا تھا

وَأَحْسَن مِنکَ لَمْ تَرَقَطُ عَیْنٌ
وَأَجْمَل مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

”آنکھ نے کبھی تجھ سے بڑھ کے حسین کا دیدار نہیں کیا اور نہ عورتوں نے کبھی تجھ سے بڑھ کے خوبصورت کو جنم دیا ہے۔ تجھے تمام عیوب سے پاک پیدا کیا گیا ہے (تیرے رُخ زیبا کو دیکھ کر یوں لگتا ہے) جیسے تجھے تیری چاہت کے مطابق بنایا گیا ہے۔“

وہ مسکراتے بھی خوبصورت دکھائی دیتے تھے اور غصہ میں بھی حسین لگتے تھے۔ چاند خوبصورت ہی دکھائی دیتا ہے خواہ وہ شفاف نتھری رات کا چاند ہو یا ساون کے بادلوں سے آنکھ مچولی کر رہا ہو۔ موسم گرمی کا ہو یا سردی کا، چاند کا حسن نہ موسم گہنا پاتے ہیں نہ بادل بلکہ مختلف مناظر اس کے حسن کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ یہ تو آسمان کا چاند ہے اور ایک عرب کا چاند ہے اور عرب کا چاند وہ ہے کہ آسمان کا چاند اس کے حسن کا کروڑواں حصہ بھی نہیں بلکہ آسمان کا چاند تو اس کی انگلی کا اشارہ بھی برداشت نہ کر سکا اور دو ٹکڑے ہو گیا۔ حسنِ یوسف کو دیکھ کر مصر کی حسیناؤں

Marfat.com

نے انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ یقیناحسنِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر جگر کاٹ لیتیں، اس لیے کہ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غصہ میں حسنِ مصطفی کی جھلک آپ اس کتاب میں دیکھ پائیں گے۔ یہ کتاب اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ان حساس امور کو جمع کیا گیا ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا اور وہ مسائل کس قدر حساس ہوں گے جن پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ ہر مسلمان کے لیے ان سے آگاہی نہایت ضروری ہے۔ ہم اللہ رحیم و کریم کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ ہمارا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوکروں میں درج فرمادے۔ اگر یہ سعادت مل جائے تو بادشاہت سے بڑھ کے ہے۔

تفضیل احمد ضیغم

۲۸ محرم ۱۴۳۷ھ

۱۰-۱۱-۲۰۱۵ء

Marfat.com

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

Marfat.com

قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ

قرآن اتحاد اُمت کا مظہر ہے۔ قرآن حکیم کا نزول تمام دنیا کے انسانوں کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لیے ہوا ہے۔ قرآنی آیات امن وسلامتی کا منبع ہیں اور تا حشر اخوت ومودت اور امن وآشتی کا سرچشمہ رہیں گی۔ قرآن حکیم میں اختلاف کرنا جائز نہیں ہے، ایسا اختلاف جس میں آیات قرآنیہ آپس میں متعارض نظر آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں اختلاف کرنے والوں کو ناپسند کیا ہے اور ان پر شدید غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ جَلَسْتُ أَنَا وَأَخِي مَجْلِسًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ أَقْبَلْتُ أَنَا وَأَخِي وَإِذَا مَشْيَخَةٌ مِنْ صَحَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جُلُوسٌ عِنْدَ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِهِ، فَكَرِهْنَا أَنْ نُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ، فَجَلَسْنَا حَجْرَةً، إِذْ ذَكَرُوا آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ، فَتَمَارَوْا فِيهَا، حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُغْضَبًا، قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، يَرْمِيهِمْ بِالتُّرَابِ، وَيَقُولُ: مَهْلًا يَا قَوْمِ، بِهَذَا أُهْلِكَتِ الْأُمَمُ مِنْ قَبْلِكُمْ، بِاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، وَضَرْبِهِمُ الْكُتُبَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ، إِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يَنْزِلْ يُكَذِّبُ بَعْضُهُ بَعْضًا، بَلْ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ، فَاعْمَلُوا بِهِ، وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ، فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ[1]

''میں اور میرے بھائی ایسی مجلس میں بیٹھے ہیں کہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی ملنا پسند نہیں ہے۔ پھر میں اپنے بھائی کے ساتھ آیا تو کچھ بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کے کسی دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کے درمیان گھس کر تفریق کرنے کو اچھا نہیں سمجھا اس لیے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کی ایک آیت کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں ان کے درمیان اختلاف رائے ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ نبی ﷺ غصے کی حالت میں باہر نکلے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا

ا۔ صحیح۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط، مسند عبداللہ بن عمرو، رقم ۶۷۰۲

Marfat.com

تھا اور آپ ﷺ مٹی پھینک رہے تھے اور فرمار ہے تھے لوگو! رُک جاؤ، تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے سامنے اختلاف کیا اور اپنی کتابوں کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر مارا۔ قرآن اس طرح نازل نہیں ہوا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی تکذیب کرتا ہو، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اس لیے تمہیں جتنی بات کا علم ہو، اس پر عمل کرلو اور جو معلوم نہ ہو تو اسے اس کے عالم سے معلوم کرلو۔“

غصہ کی وجہ

آپ ﷺ نے قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے کہ قرآنی آیات تو اتفاق واتحاد کی تعلیم پر مشتمل ہیں اور اگر لوگوں نے قرآنی آیات پر ہی اختلاف شروع کر دیا تو پھر اتحاد کا درس کہاں سے لیں گے؟ دیگر احادیث کو سامنے رکھیں تو اس جانب راہنمائی ملتی ہے کہ اس اختلاف سے مراد قرأتوں کا اختلاف تھا کہ قرأتوں کے اختلاف میں بحث کرنے اور ایک دوسرے کو جھٹلانے کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ اس ضمن میں چند روایات درج کی جارہی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کے حوالہ سے اختلاف مختلف قرأتوں کے اختلاف پر تھا جبکہ قرآن حکیم کے مضامین اس کی حقانیت اور اس کے منزل من اللہ ہونے پر سب کا اتفاق تھا۔

حضرت عمر اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما کا سورۂ فرقان پر اختلاف

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ، فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟. قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَقُلْتُ: كَذَبْتَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَرْسِلْهُ: اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ. ثُمَّ

Marfat.com

قَالَ: اقْرَأْيَا عُمَرُ، فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَذَالِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ(1)

''نبی کریم ﷺ کی زندگی میں، میں نے ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے سنا، میں نے ان کی قرآت کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف پڑھ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھایا تھا، قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی میں پکڑ لیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر ان کی گردن میں ڈال کر پوچھا یہ سورت جو میں نے ابھی تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے، تمہیں کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ خود نبی کریم ﷺ نے مجھے اس سے مختلف دوسرے حرفوں سے پڑھائی جس طرح تم پڑھ رہے تھے۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اس شخص سے سورۃ الفرقان ایسے حرفوں میں پڑھتے سنی جن کی آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر! تم انہیں چھوڑ دو اور اے ہشام! تم پڑھ کے سناؤ۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی ان ہی حرفوں میں پڑھا جن سے میں نے انہیں نماز میں پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا عمر! اب تم پڑھ کر سناؤ میں نے اس طرح پڑھا جس طرح نبی کریم ﷺ نے مجھے تعلیم دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے بھی سن کر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے پس تمہیں جس طرح آسان ہو پڑھو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی سے سورۂ احقاف پر اختلاف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ سُورَةً مِنَ الثَّلَاثِينَ، مِنْ آلِ حم قَالَ: يَعْنِي الْأَحْقَافَ قَالَ: وَكَانَتِ السُّورَةُ إِذَا كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً سُمِّيَتِ الثَّلَاثِينَ، قَالَ: فَرُحْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَؤُهَا عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأَنِي، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ

1۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف، رقم ۴۹۹۲

Marfat.com

ﷺ قَالَ: فَقُلْتُ لِآخَرَ: اقْرَأْهَا، فَقَرَأَهَا عَلَى غَيْرِ قِرَاءَتِي وَقِرَاءَةِ صَاحِبِي، فَانْطَلَقْتُ بِهِمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَيْنِ يُخَالِفَانِي فِي الْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ، وَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الِاخْتِلَافُ - قَالَ: قَالَ زِرٌّ: وَعِنْدَهُ رَجُلٌ - قَالَ: فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ كَمَا أُقْرِئَ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الِاخْتِلَافُ قَالَ قَالَ: عَبْدُ اللهِ: فَلَا أَدْرِي أَشَيْئًا أَسَرَّهُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَوْ عَلِمَ مَا فِي نَفْسِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: وَالرَّجُلُ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ (1)

"میں نے ایک آدمی کو سورۂ احقاف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، وہ ایک مختلف طریقے سے قرأت کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی دوسرے طریقے سے اسے پڑھ رہا تھا جو اس کے ساتھی سے مختلف تھا اور میں اسے تیسرے طریقے سے پڑھ رہا تھا جس پر وہ دونوں پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور انہیں اس کی اطلاع دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا، چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

زر کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص قرآن کی تلاوت اسی طرح کیا کرے جیسے اسے پڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو اختلاف ہی نے ہلاک کیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی سے بیان فرمائی تھی یا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات معلوم ہوگئی؟ اور راوی نے بتایا کہ وہ آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۂ رحمن پر اختلاف

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ سُورَةَ الرَّحْمَنِ فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ عَشِيَّةً، فَجَلَسَ إِلَيَّ رَهْطٌ، فَقُلْتُ لِرَجُلٍ: اقْرَأْ عَلَيَّ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ أَحْرُفًا لَا أَقْرَؤُهَا، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ؟،

1۔ حسن۔ مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وقال شعیب، اسنادہ حسن، رقم: ۲۹۸۱

Marfat.com

فَقَالَ: أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: اخْتَلَفْنَا فِي قِرَاءَتِنَا، فَإِذَا وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهِ تَغَيُّرٌ، وَوَجَدَ فِي نَفْسِهِ حِينَ ذَكَرْتُ الِاخْتِلَافَ، فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِالِاخْتِلَافِ فَأَمَرَ عَلِيًّا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ كَمَا عُلِّمَ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمُ الِاخْتِلَافُ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا وَكُلُّ رَجُلٍ مِنَّا يَقْرَأُ حَرْفًا لَا يَقْرَأُ صَاحِبُهُ.(1)

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے سورۂ رحمٰن پڑھائی، پھر میں رات کے وقت مسجد میں گیا تو میرے پاس کچھ لوگ بیٹھ گئے میں نے ایک آدمی سے کہا میرے سامنے قرأت کرو۔ چنانچہ وہ کچھ ایسے حروف پڑھنے لگا جو میں نے نہیں پڑھے تھے تو میں نے کہا تمہیں کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں چلے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس جا ٹھہرے۔ میں نے عرض کیا ہمارا ہماری قرأت میں اختلاف ہو گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور جب میں نے اختلاف کا ذکر کیا تو آپ نے اسے اپنے دل میں محسوس کیا اور فرمایا: درحقیقت تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر آدمی اُسی طرح پڑھے جس طرح اُسے سکھایا گیا ہے۔ یقیناً تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ پس ہم چل دیئے اور ہم میں سے ہر آدمی اس طریقے پر پڑھتا جو اس کا ساتھی نہیں پڑھتا تھا۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دو آدمیوں سے اختلاف

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ دَخَلَا جَمِيعًا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْآخَرُ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ لَهُمَا

1۔ حسن۔ التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان للالبانی، کتاب الرقائق، باب قراءۃ القرآن، رقم: ۷۴۴، الصحیحۃ، رقم: ۱۵۲۲

Marfat.com

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اقْرَأْ، فَقَرَأَ، [فَقَالَ]: أَحْسَنْتُمَا، أَوْ، قَالَ: أَصَبْتُمَا، قَالَ: فَلَمَّا، قَالَ لَهُمَا الَّذِي، قَالَ، كَبُرَ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ مَا غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَبِّي فَرَقًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَا أُبَيُّ: إِنَّ رَبِّي أَرْسَلَ إِلَيَّ: أَنِ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ: أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي مَرَّتَيْنِ، فَرَدَّ عَلَيَّ: أَنِ اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُهَا مَسْأَلَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقُلْتُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي، ثُمَّ أَخَّرْتُ الثَّانِيَةَ إِلَى يَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ فِيهِ الْخَلْقُ حَتَّى أَبْرَهُمْ(1)

’’میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آدمی اندر داخل ہوا اور اس نے اس انداز سے قرأت کی جو میرے لیے اجنبی تھی، پھر ایک اور آدمی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے ساتھی کے علاوہ اور انداز سے قرأت کی، پس جب اس نے نماز کو مکمل کر لیا تو وہ دونوں آدمی اکٹھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس آدمی نے اس انداز سے قرأت کی جس کو میں نے اجنبی سمجھا اور پھر دوسرے نے اپنے ساتھی کے علاوہ اور انداز سے قرأت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں پڑھو، چنانچہ انہوں نے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نے اچھا پڑھا ہے یا فرمایا: تم دونوں نے ٹھیک پڑھا ہے، چنانچہ جب آپ نے ان سے یہ بات فرمائی تو مجھے یہ بات بڑی شاق گزری، پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کیفیت کو دیکھا جو مجھے پیش آئی تھی تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا گویا کہ میں اپنے رب کو سامنے دیکھنے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُبی! میرے رب نے مجھے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم قرآن ایک قرأت پر پڑھو اور میں نے اللہ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا کہ تو میری امت پر دو مرتبہ آسانی فرما! تو اللہ تعالیٰ نے مجھے جواب دیا کہ تم اسے سات قرأتوں پر پڑھو اور تمہارے لیے میرے ہر جواب کے بدلے بھی قیامت کے دن سوال ہوگا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا: اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما! پھر میں نے دوسرے سوال کو اس دن تک مؤخر کر دیا جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت رکھے گی، حتیٰ کہ ان سب میں نیک ترین شخص بھی۔‘‘

۱۔ صحیح۔ ابن حبان للالبانی، کتاب الرقائق، باب ذکر تفضل اللہ جل و علا علی صفیہ ﷺ، رقم: ۷۴۰

Marfat.com

مذکورہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں قراٴتوں کا اختلاف تھا۔ لیکن حکم تھا کہ جس کو جس قراٴت میں آسانی ہو اسی انداز سے پڑھ لیا کرے اور مختلف قبائل کے لب ولہجہ کے پیش نظر ان کی آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو سات قراٴتوں میں نازل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی خواہش تھی کہ قرآن کو ایک سے زیادہ قراٴتوں میں نازل کیا جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ بِأَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ صلى الله عليه وسلم: أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَلِكَ فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ، فَقَالَ: أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَلِكَ فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ، قَالَ: أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَاكَ، قَالَ: فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَمَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْهَا فَهُوَ كَمَا قَرَأَ[1]

”حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بنو غفار کے ٹیلوں میں تھے انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن ایک قراٴت پر پڑھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں یا اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں، آپ بھی ان کے لیے تخفیف کا سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر واپس آئے اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ یہ قرآن اپنی اُمت کو دو قراٴتوں پر پڑھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں، یا فرمایا: اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں، آپ ان کے لیے تخفیف کا

۱۔ صحیح۔ ابن حبان تعلیق الالبانی، کتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم: ۷۳۸

Marfat.com

سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور واپس آ کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو قرآن تین قرأتوں پر پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں، یا فرمایا اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں آپ ان کے لیے تخفیف کا سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے پھر واپس آ کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ سات قرأتوں پر قرآن پڑھائیں، پس انہوں نے ان میں سے جس قرأت پر بھی پڑھا تو بالکل ٹھیک پڑھا۔“

ابن حبان کی ایک اور حدیث میں ہے:

لَقِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيلَ عليه السلام، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيَّةٍ، مِنْهُمُ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ، وَالْعَجُوزُ وَالشَّيْخُ الْفَانِي، قَالَ: مُرْهُمْ فَلْيَقْرَؤُوا الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ. (1)

”رسول اللہ ﷺ کی جبریل امین سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جس میں نوعمر بچے، بچیاں، بوڑھی عورتیں اور بوڑھے آدمی موجود ہیں۔ انہوں نے کہا آپ انہیں سات قرأتوں پر قرآن پڑھنے کا حکم دیں۔“

قرأتوں کا یہ اختلاف مختلف قبائل کے لب ولہجہ کے مطابق ان کی آسانی کے لیے تھا اور اگر یہ اختلاف صرف عرب کی حد تک رہتا تو کوئی قباحت نہ تھی۔ وہ اپنی زبان اور لہجوں کے اختلاف کو جانتے تھے۔ لیکن یہ اختلاف پریشانی کا باعث اس وقت بنا جب اسلام عجمی ملکوں میں پھیلا اور آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مکمل قرآن پاک ایک جگہ جمع نہیں تھا بلکہ مختلف افراد کے پاس مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب جنگ یمامہ میں بہت سے قراء حضرات شہید ہو گئے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفاظتِ قرآن کے بارے میں فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا جب میں ان کے ہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہیں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ صحیح۔ التعلیقات الحسان علی ابن حبان للالبانی، کتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم: ۷۳۹

124494

Marfat.com

إنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ القَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ اليَمَامَةِ بِقُرَّاءِ القُرْآنِ وإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ القَتْلُ بالقُرَّاءِ بالمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ القُرْآنِ، وإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ القُرْآنِ. قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم؟ قَالَ عُمَرُ: هذا وَاللهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذَلِكَ ورَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أبو بَكْرٍ: إِنَّكَ رجلٌ شَابٌ عاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسولِ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ فاجْمَعْهُ. فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ القُرْآنِ قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم؟ قَالَ: هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُني حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبي بَكْرٍ وعُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَتَتَبَّعْتُ القُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ العُسُبِ واللِّخَافِ وصُدُورِ الرِّجالِ حتَّى وجَدْتُ آخِرَ سورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الأَنْصارِيِّ لَمْ أَجِدْها مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ {لقد جاءَكُم رَسُول من أَنفسكُم عَزِيز عَلَيْهِ مَا عنتم} حتَّى خاتِمَةِ بَرَاءَةَ، فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا۔[1]

''یمامہ کی جنگ میں بہت بڑی تعداد میں قرآن کے قاریوں کی شہادت ہوگئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اسی طرح کفار کے ساتھ دوسری جنگوں میں بھی قراء حضرات بڑی تعداد میں قتل ہو جائیں گے اور یوں قرآن کے جاننے والوں کی بہت بڑی تعداد ختم ہو جائے گی۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ آپ قرآن مجید کو (باقاعدہ کتابی شکل میں) جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ایک ایسا کام کس طرح کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی زندگی میں) نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ تو ایک کارِ خیر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات مجھ سے بار بار کہتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں میرا بھی سینہ کھول دیا اور اب میری بھی وہی رائے ہوگئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم: ۴۹۸۶

Marfat.com

بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے زید آپ جوان اور عقلمند ہیں، آپ کو معاملہ میں متہم بھی نہیں کیا جاسکتا اور آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی لکھتے بھی تھے، اس لیے آپ قرآن مجید کو پوری تلاش اور محنت کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے دوسری جگہ ہٹانے کے لیے کہتے تو میرے لیے یہ کام اتنا مشکل نہیں تھا جتنا کہ ان کا یہ حکم کہ میں قرآن مجید کو جمع کردوں۔ میں نے اس پر کہا کہ آپ لوگ ایک ایسے کام کو کرنے کی ہمت کیسے کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ ایک عمل خیر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ جملہ برابر دہراتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی ان کی اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرح سینہ کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید (جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا) کی تلاش شروع کر دی اور قرآن مجید کو کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں، پتلے پتھروں سے، (جن پر قرآن مجید لکھا گیا تھا) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ سورۃ التوبہ کی آخری آیتیں مجھے ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی ملیں، یہ چند آیات مکتوب شکل میں ان کے سوا اور کسی کے پاس نہیں تھیں لقد جاءکم رسول من أنفسكم عزيز عليه ماعنتم سے سورۃ براۃ (سورۃ توبہ) کے خاتمہ تک۔ جمع کے بعد قرآن مجید کے یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جب تک وہ زندہ رہے اپنے ساتھ رکھا پھر وہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہے۔''

عہد عثمانی میں جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور بہت سے عجمی ممالک بھی اسلامی سلطنت میں داخل ہو گئے تو وہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے حصول کے لیے علماء کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے ہاں موجود علماء وقراء سے قرآن پاک سیکھنے لگے۔ مختلف قراٗتوں پر قرآن پاک سیکھنے سے لوگوں میں قراٗتِ قرآن پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آرمینیا اور آذربائیجان کے مقام پر لوگوں میں قراٗتوں کے اختلاف کی بناء پر جھگڑے ہوتے دیکھے۔ اس لیے کہ شام کے لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراٗت پر پڑھتے تھے جب کہ اہل عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراٗت کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض جگہوں پر تو جھگڑے اتنی سنگین نوعیت کے ہوتے کہ دونوں فریق ایک

Marfat.com

دوسرے پر کفر کے فتوے تک لگا دیتے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ ساری صورت حال رکھی اور کہا کہ امیر المومنین اس سے پہلے کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن میں اختلاف کر کے مختلف فرقوں میں بٹ جائیں آپ کوئی حل تلاش کر کے اس جھگڑے کو ختم فرما دیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جید صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد قرآن پاک کو صرف ایک قرأت پر تحریر کروانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کام کے لیے انہوں نے چار بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا۔ جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جمع شدہ صحیفہ لے کر اسے لغت قریش میں لکھ دیں۔ اس لیے کہ قرآن اصلاً لغتِ قریش ہی میں نازل ہوا تھا۔ پس جب لغت قریش پر مصحف کو ترتیب دے دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی مصحف پر اور نسخے تحریر کروائے اور انہیں مکہ، مدینہ، کوفہ، شام، بصرہ، یمن اور بحرین بھیجا اور حکم دیا کہ اسی ایک نسخہ کے مطابق قرآن پڑھا جائے اور باقی تمام نسخے ختم کر دیے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے عالم اسلام کو ایک قرأت پر جمع کر دیا۔ مختلف قرأتوں میں پڑھنا کوئی فن نہیں بلکہ ہر قبیلہ کی ضرورت اور آسانی کے لیے تھا اور جب اختلافات بڑھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہی مناسب سمجھا کہ سب لوگ ایک قرأت پر اکٹھے ہوں۔ آج مکہ و مدینہ سے لے کر تمام عالم اسلام میں اسی قرأت پر قرآن پڑھا جاتا ہے۔ لیکن بعض حضرات مختلف قرأتوں پر تلفظ بدل بدل کر پڑھنا فن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ ایک قرأت پر جمع ہو چکے ہیں۔ اسی پر ان کا اتحاد ہے۔ اس اتحاد کو برقرار رکھنا چاہیے۔ پھر مختلف قرأتوں کا نزول لوگوں کی آسانی کے لیے تھا تاکہ تمام قبائل آسانی سے قرآن پڑھ سکیں۔ موجودہ دور میں مصحف عثمانی کی قرأت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے۔ اسی قرأت میں ان کے لیے آسانی ہے۔ اس لیے دیگر قرأتوں پر پڑھنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی کم علم آدمی دیگر قرأتوں پر پڑھنے میں احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھے۔

Marfat.com

امیر کی بے ادبی پر غصہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ فَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدَدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَاتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقَتَلَهُ وَحَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلَبِ. قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ. قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدِ اسْتَكْثَرْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا خَالِدُ رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ. قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَمَا ذَلِكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ (1)

''میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں نکلا تو اہل یمن میں سے ایک مددی میرے ساتھ ہوگیا، اس کے پاس ایک تلوار کے سوا کچھ نہ تھا، پھر ایک مسلمان نے کچھ اونٹ ذبح کئے تو مددی نے اس سے تھوڑی سی کھال مانگی، اس نے اسے دے دی، مددی نے اس کھال کو ڈھال کی شکل کا بنالیا، ہم چلے تو رومی فوجیوں سے ملے، ان میں ایک شخص اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا، اس پر ایک سنہری زین تھی، ہتھیار بھی سنہرا تھا، اور وہ لوگوں کو مسلمانوں کے

1۔ صحیح۔سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام یمنع القاتل السلب إن رأى، رقم: ۲۷۱۹

Marfat.com

خلاف لڑنے کے لیے اکسانے لگا تو مددی اس سوار کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا، وہ رومی ادھر سے گزرا تو مددی نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے، وہ گر پڑا، اور مددی اس پر چڑھ بیٹھا اور اسے قتل کر کے گھوڑا اور ہتھیار لے لیا، پھر جب اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح دی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مددی کے پاس کسی کو بھیجا اور سامان میں سے کچھ لے لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے کہا: خالد! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاتل کے لیے سلب کا فیصلہ کیا ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، میں جانتا ہوں لیکن میں نے اسے زیادہ سمجھا، تو میں نے کہا: تم یہ سامان اس کو دے دو، ورنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاملہ کا ذکر کروں گا، لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے لوٹانے سے انکار کیا۔ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے تو میں نے آپ سے مددی کا واقعہ اور خالد رضی اللہ عنہ کا سلوک بیان کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خالد! تم نے جو یہ کام کیا ہے اس پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟" حضرت خالد نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے اسے زیادہ جانا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خالد! تم نے جو کچھ لیا تھا واپس لوٹا دو"۔ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: خالد! کیا میں نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وہ کیا ہے؟" عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے وہ قصہ آپ سے بتایا۔ عوف کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں آگئے، اور فرمایا: "خالد! واپس نہ دو، کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میرے امیروں کو چھوڑ دو کہ وہ جو اچھا کام کریں اس سے تم نفع اٹھاؤ اور بری بات ان پر ڈال دیا کرو"۔

یہی روایت صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ، فَأَرَادَ سَلَبَهُ، فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لِخَالِدٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلَبَهُ؟ قَالَ: اسْتَكْثَرْتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ادْفَعْهُ إِلَيْهِ، فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ، فَجَرَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَاسْتُغْضِبَ، فَقَالَ: لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتُرْعِيَ إِبِلًا، أَوْ غَنَمًا، فَرَعَاهَا، ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقْيَهَا، فَأَوْرَدَهَا

Marfat.com

حَوْضًا، فَشَرَعَتْ فِيهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ، وَتَرَكَتْ كَدْرَهُ، فَصَفْوُهُ لَكُمْ، وَكَدْرُهُ عَلَيْهِمْ (۱)

''حمیر (قبیلہ) کے ایک شخص نے دشمنوں میں سے ایک شخص کو مارا اور اس کا سامان لینا چاہا لیکن سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے) لشکر کے سردار تھے نے نہ دیا۔ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حال بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے اس کو سامان کیوں نہ دیا؟ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ سامان بہت زیادہ تھا (تو میں نے وہ سب دینا مناسب نہ جانا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سامان اس کو دے دو۔ پھر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ، سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، تو سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی چادر کھینچتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا، آخر وہی ہوا نا (یعنی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو شرمندہ کیا کہ آخر تمہیں سامان دینا پڑا) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لی اور غضبناک ہو کر فرمایا: اے خالد! اس کو مت دے اے خالد! اس کو مت دے۔ کیا تم میرے سرداروں کو چھوڑنے والے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے اونٹ یا بکریاں چرانے کو لیں، پھر ان کو چرایا اور ان کی پیاس کا وقت دیکھ کر حوض پر لایا، تو انہوں نے پینا شروع کیا۔ پھر صاف صاف پی گئیں اور تلچھٹ چھوڑ دیا، تو صاف (یعنی اچھی باتیں) تو تمہارے لئے اور بری باتیں سرداروں پر ہیں (یعنی بدنامی اور مواخذہ ان سے ہو)۔''

غصہ کی وجہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے ایک اصولی بات کی تھی کہ مسلمان میدانِ جہاد میں جس کافر کو جہنم واصل کرے گا اس کے سلب شدہ سامان کا حقدار ٹھہرے گا اور اس بات پر انہوں نے امیر لشکر سے اختلاف بھی اسی لیے کیا تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ یہی اصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایات اس مؤقف کی دلیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب استحقاق القاتل سلب القتیل، رقم: ۱۷۵۳

Marfat.com

فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وجَدْتُ مِنْها رِيحَ المَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ المَوْتُ فأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ فقُلْتُ مَا بالُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللهِ عَزَّ وجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوا وجَلَسَ النبيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهدُ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النبيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النبيُّ ﷺ مِثْلَهُ فقُمْتُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وسَلَبُهُ عِنْدِي فأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَاهَا اللهِ إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ ورَسُولِهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النبيُّ ﷺ صَدَقَ فأَعْطِهِ فأَعْطَانِيهِ فابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفاً فِي بَنِي سَلِمَةَ فإِنَّهُ لَأَوَّلُ مالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلَامِ.(۱)

”غزوہ حنین کے لیے ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب جنگ ہوئی تو مسلمان ذرا ڈگمگا گئے (یعنی آگے پیچھے ہو گئے)۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اوپر غالب ہو رہا ہے، میں نے پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ ڈالی۔ اب وہ مجھ پر پلٹ پڑا اور مجھے اتنی زور سے بھینچا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی، آخر وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہی اللہ عزوجل کا حکم ہے۔ پھر مسلمان پلٹے اور (جنگ ختم ہونے کے بعد) نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے کوئی گواہ بھی رکھتا ہو تو اس کا تمام سامان وہتھیار اسے ہی ملے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لیے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ اس مرتبہ پھر میں نے دل میں کہا کہ میرے لیے کون گواہی دے گا؟ اور پھر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر اپنا فرمان دہرایا تو میں اس مرتبہ کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ فرمایا کیا بات ہے، اے ابوقتادہ! میں نے آپ ﷺ کو بتایا تو ایک صاحب (اسود بن خزاعی اسلمی) نے کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ آپ میرے حق میں انہیں راضی کر دیں (کہ سامان مجھ سے نہ لیں) اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر، جو اللہ اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی ویوم حنین إذ اعجبتکم کثرتکم، رقم: ۴۳۲۱

Marfat.com

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا حق تمہیں ہرگز نہیں دے سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا، تم سامان ابوقتادہ کو دے دو۔ انہوں نے سامان مجھے دے دیا۔ میں نے اس سامان سے قبیلہ سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خریدا اسلام کے بعد یہ میرا پہلا مال تھا، جسے میں نے حاصل کیا تھا۔"

۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ قُلْتُ أَلَا أَنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ أَيُّكُمَا قَتَلَهُ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْجَمُوحِ وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ۔ (۱)

"بدر کی لڑائی میں، میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے جو دائیں بائیں دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دونو عمر لڑکے تھے۔ میں نے آرزو کی کاش! میں ان سے زبردست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔ ایک نے میری طرف اشارہ کیا، اور پوچھا چچا! آپ ابوجہل کو بھی پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑکے نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے، مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے نے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب، رقم: ۳۱۴۱

Marfat.com

ابو جہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا۔ وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔''

۳۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ فَقَتَلَهُ فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ.[1]

''نبی کریم ﷺ کے پاس سفر میں مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ (آپ ﷺ غزوہ ہوازن کے لیے تشریف لے جا رہے تھے) وہ جاسوس صحابہ کی جماعت میں بیٹھا' باتیں کیں' پھر وہ واپس چلا گیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے تلاش کر کے مار ڈالو۔ چنانچہ اسے (سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے) قتل کر دیا' اور آپ ﷺ نے اس کے ہتھیار اور وغیرہ قتل کرنے والے کو دلوا دیئے۔''

مذکورہ روایات پر غور کریں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو قتادہ، معاذ بن عمرو اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم کو ان کافروں کا مال دلوایا جنہیں انہوں نے قتل کیا تھا۔ پس یہ اصول رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعین کردہ ہے کہ میدانِ جہاد میں مسلمان جس کافر کو قتل کرے گا اس کا سلب شدہ سامان قتل کرنے والے کو دے دیا جائے گا۔ اس لیے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہ سامان واپس کرنے کا کہا تھا جو انہوں نے یمنی مجاہد سے لیا تھا اور جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو انہوں نے نبی ﷺ کی عدالت میں یہ مسئلہ رکھ دیا، چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا موقف درست نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ نے ان کے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الحربي إذا دخل دار السلام بغير امان، رقم: ۳۰۵۱

Marfat.com

خلاف فیصلہ دے دیا۔ عدالت جب حقدار کو اس کا حق دے دے پھر حقدار کو مزید بولنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو باور کرایا کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ کر کے دکھا دیا۔ ان کے اس رویہ میں امیر کی بے ادبی کا پہلو پایا جاتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آ گئے اور ارشاد فرمایا کہ مال دوبارہ واپس لے لیا جائے۔ اس واقعہ میں نصیحت کا پہلو یہ ہے کہ اسلام نے امیر کی نافرمانی یا بے ادبی کو کسی طور پر بھی پسند نہیں کیا۔ اس لیے کہ امیر کی اطاعت میں اتحاد و اتفاق قائم رہتا ہے اور امیر کی بے ادبی یا نافرمانی سے تنظیم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

اطاعت امیر کا حکم

امیر کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ سیدنا ابوہرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي (۱)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

امیر خواہ شکل وصورت میں کم تر ہو۔ اگر وہ کتاب اللہ کے موافق عمل کرتا ہے تو لوگوں کے لیے اس کی اطاعت واجب ہے۔ ام حصین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ - حَسِبْتُهَا قَالَتْ: أَسْوَدُ - يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا (۲)

''اگر تم پر ہاتھ پاؤں کٹا کالا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے موافق تمہیں چلانا

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة، رقم: ۱۸۳۵

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب السمع والطاعة لمن عمل بکتاب اللہ، رقم: ۱۸۳۸

Marfat.com

چاہے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

امیر سے اگر اپنے مزاج کے خلاف کچھ دیکھے تو بھی صبر کا حکم ہے کہ ایسی باتوں کو برداشت کرے اور اطاعت کا عمل جاری رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.(۱)

”جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسند بات دیکھے تو صبر کرے امیر کی اطاعت سے اگر کوئی بالشت بھر بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔“

جب تک امیر نیکی اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے اور کتاب اللہ کے موافق لوگوں کو چلاتا ہے اس کی اطاعت کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر خوبصورت ہو یا بدصورت، غلام ہو یا آزاد، اس کی بات ماننا ضروری ہے۔

نافرمانی کے امور میں اطاعت نہیں

اگر امیر کتاب اللہ کے برعکس حکم دے یا ایسا حکم ہو جس میں شریعت کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو ایسے امر میں اطاعت جائز نہیں ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ(۲)

”مسلمان پر (امیر) کی بات سننا اور ماننا واجب ہے خواہ وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند مگر جب نافرمانی کی بات ہو تو اسے نہ سننا چاہیے اور نہ ماننا چاہیے۔“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَرِيَّةً، فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ،

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن، رقم: ۱۸۴۹

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ، رقم: ۱۸۳۹

Marfat.com

فَقَالَ: أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا، فَجَمَعُوا، فَقَالَ: أَوْقِدُوا نَارًا، فَأَوْقَدُوهَا، فَقَالَ: ادْخُلُوهَا، فَهَمُّوا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا، وَيَقُولُونَ: فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ، فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ.(1)

’’نبی کریم ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ وہ کود جانا ہی چاہتے تھے کہ اُن میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں میں ہے۔‘‘

آپ ﷺ نے واضح فرما دیا کہ اطاعت کا حکم صرف اور صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔ نافرمانی میں کسی بھی امیر کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم ہے۔ گناہ اور نافرمانی میں اطاعت کرنا درحقیقت برائی میں معاونت کرنا ہے اور برائی میں معاونت کرنے والا گناہ میں حصہ دار ہوتا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب سریۃ عبداللہ بن حذافۃ السھمی، رقم: ۴۳۴۰

Marfat.com

اپنے دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ، فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ، فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا، فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ، فَلَمْ يَفْعَلْ، حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَمَّا صَاحِبُكُمْ هٰذَا فَقَدْ غَامَرَ، قَالَ: وَنَدِمَ عُمَرُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ، فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْخَبَرَ، قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: وَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ، يَقُولُ: وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ إِنِّي قُلْتُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتَ[1]

''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ بحث ہوگئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غصہ ہوگئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے لوٹ آئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہوگئے، معافی مانگتے ہوئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف نہیں کیا اور (گھر پہنچ کر) اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ صاحب (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) ناراض آئے ہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے طرزِ عمل پر نادم ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے اور سلام کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں آگئے۔ ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار یہ عرض کررہے تھے: یارسول اللہ! واقعی میری ہی زیادتی تھی۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا أیہا الناس إنی رسول اللہ إلیکم جمیعا، رقم: ۴۶۴۰

Marfat.com

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ جب میں نے کہا تھا کہ اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں، تم سب کی طرف، تو تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اس وقت ابوبکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں۔"

غصے کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

الدَلَالَةُ عَلَى فَضْلِ أَبِيْ بَكْرٍ عَلَى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ، وَلَيْسَ يَنْبَغِي لِلْفَاضِلِ أَنْ يُغَاضِبَ مَنْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ (1)

"یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل ہے اور اسی طرح کسی صاحب فضیلت کو یہ لائق نہیں کو وہ اپنے سے افضل پر غصہ کا اظہار کرے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے غصے ہونا اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر چل کے گئے اور ان سے معافی مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا خیال نہ کرنا اور دروازہ بند کر لینا درست نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ناپسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا رنج محسوس کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے سب سے پرانے اور گہرے دوست ہیں اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اس دوستی کو جانتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوستی کا بھی بھرم نہیں رکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دوست کی خاطر شدید غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا: کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ نہیں سکتے ہو؟

کائنات بھر کے لوگوں کے نام پیغام

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جن کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ایک بڑا

1۔ عمدۃ القاری، شرح صحیح البخاری، ۱۶/۱۸۰

Marfat.com

مقام ہے اور ان کے مناقب میں بہت سی احادیث زبانِ نبوت سے صادر ہوئیں اور آپ ﷺ نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت بھی دی۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ان کی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کو پسند نہیں کیا اور انہیں پیغام دے دیا کہ تمہیں میری خاطر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کو چھوڑنا ہوگا اور آپ ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے قابلِ توجہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ صَاحِبِيْ؟'' کلمہ تارکون، ترک سے ہے ترک کے دو معانی ہوتے ہیں (۱) چھوڑنا (۲) الگ کرنا۔ اگر چھوڑنے کا معنی کریں تو مطلب ہوگا کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ سکتے ہو؟ اور اگر دوسرا معنی مراد لیں تو مطلب ہوگا کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ پھر ناراضگی کرنے والے اکیلے عمر رضی اللہ عنہ تھے جبکہ صیغہ استعمال کیا تَارِكُوْنَ جو جمع کا صیغہ ہے۔ اگر اکیلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنا ہوتا تو یوں کہتے هَلْ أَنْتَ تَارِكٌ لیکن مفرد کی بجائے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا اور اس کے شروع میں ضمیر بھی جمع مخاطب کی استعمال فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ اکیلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں کہہ رہے بلکہ کائنات بھر کے لوگوں سے مخاطب ہو کے فرمار ہے ہیں لوگو! کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ نہیں سکتے ہو؟ تم ان سے ناراضگی چھوڑ دو ان سے بغض رکھنا چھوڑ دو۔ ان کے خاندان سے دشمنی چھوڑ دو۔ اپنی زبان اور عمل سے ہر ایسا عمل چھوڑ دو جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچے اور دوسرے معنی کے مطابق کائنات بھر کے لوگوں سے تعجب سے پوچھا جا رہا ہے تم لوگ مجھے میرے دوست سے الگ کرنا چاہتے ہو؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے وہ تو میرے سفر کا ساتھی، حضر کا ساتھی، غار کا ساتھی، راز کا ساتھی اور قبر کا بھی ساتھی ہے اور کب سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ وَأَبُوْ بَكْرٍ (۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا ہے جب آپ ﷺ کے ساتھ (اسلام لانے والوں میں صرف) پانچ غلام، دو عورتوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔''

اس وقت سے لے کر آپ ﷺ کی وفات تک زندگی کے ہر موڑ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، رقم ۳۶۶۰

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور اس بات کی گواہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اس وقت دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا جانے والا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے گواہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا، قَالَ: إِنِي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي، يَقُولُ: رَحِمَكَ اللّٰهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.[1]

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا، اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آکر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں اور (عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے) کہنے لگے اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہونے کی سعادت عطا کرے گا، میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کرتا تھا کہ "میں اور ابوبکر اور عمر تھے"، "میں نے اور ابوبکر اور عمر نے یہ کام کیا"، "میں اور ابوبکر اور عمر گئے" اس لیے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔''

یہ روایت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کی روشن مثال ہے کہ دامادِ رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کے ساتھ جیسا تعلق رہا ہے وہ تعلق ایسا ہے جو وفات کے بعد بھی نہیں ٹوٹے گا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف ملے گا۔ پس

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۷۷

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمادیا تم مجھے میرے دوست سے الگ کرنا چاہتے ہو یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔ غور کرنا چاہیے ان لوگوں کو جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ تا حشر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ سکتے ہو؟ یعنی تمہیں اور نہیں تو میرا خیال تو ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہتے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کے لیے مجالس بپا کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کیا قیامت والے دن رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر ان کا خیال کریں گے؟

مختصر مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

لسان نبوت سے مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ پر بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جارہی ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي (۱)

"اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے دینی بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔"

(۲) رسول اللہ ﷺ کو تمام صحابہ سے بڑھ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت تھی۔ حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ ذات السلاسل کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں لشکر سے واپس آیا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا:

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ، فَقَالَ: أَبُوهَا، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ، قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَعَدَّ رِجَالًا. (۲)

"آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے۔ میں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم ۳۶۵۷

۲۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۳۸۴

Marfat.com

نے پوچھا، اور مردوں میں؟ فرمایا کہ ان کے باپ سے۔ میں نے پوچھا، اس کے بعد؟ فرمایا کہ عمر بن خطاب سے۔ اس طرح آپ ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔''

(۳) رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ بعض دفعہ آپ ﷺ ان کی عدم موجودگی میں کوئی مسئلہ ذکر فرماتے تو آپ ﷺ لوگوں کے ایمان و ایقان کو مضبوط کرنے کے لیے فرماتے اس پر میرا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بھی ایمان ہے۔ یہ کسی آدمی پر گہرے اعتماد کی علامت ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اور اس سے پوچھے اور اس کی رائے جانے بغیر کہہ دیا جائے کہ اس کا بھی اس پر ایمان ہے۔ یعنی آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میں نے جو بھی فرما دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر کیوں یا کیسے کا سوال ہی نہیں کریں گے بلکہ آنکھیں بند کر کے اس پر یقین کر لیں گے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ، فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي، وَبَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ، قَالَ: النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنِّي أُومِنُ بِذٰلِكَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ (۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیا آ گیا اور ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر لے جانے لگا۔ چرواہے نے اس سے بکری چھڑانی چاہی تو بھیڑیا بول پڑا۔ درندوں والے دن اس کی رکھوالی کرنے والا کون ہو گا جس دن میرے سوا اور کوئی چرواہا نہ ہو گا۔ اسی طرح ایک شخص گائے کو اس پر سوار ہو کر لیے جا رہا تھا، گائے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ میری پیدائش اس کے لیے نہیں ہوئی ہے۔ میں تو کھیتی باڑی کے کاموں کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ وہ شخص بول پڑا۔ سبحان اللہ! (جانور انسانوں کی طرح باتیں کرے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان واقعات پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی۔''

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۶۳

Marfat.com

یہی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المزارعۃ میں بھی نقل فرمائی اور اس کے آخر میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ اس دن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

(۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے پر متعدد روایات موجود ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ، فَقُلْتُ: لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا، قَالَ: فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: خَرَجَ وَوَجَّهَ هَا هُنَا فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَاجَتَهُ، فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْيَوْمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟، فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ: لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُ فِي الْقُفِّ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيدُ أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟، فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَجِئْتُ فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا ؟، فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ، فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ: لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ

Marfat.com

وِجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ، قَالَ: شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ.(۱)

''انہوں نے ایک دن اپنے گھر میں وضو کیا اور اس ارادہ سے نکلے کہ آج دن بھر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا تو وہاں موجود لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ تو تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور آخر میں نے دیکھا کہ آپ (قباء کے قریب) بئر اریس میں داخل ہو رہے ہیں، میں دروازے پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب آپ قضائے حاجت کر چکے اور آپ نے وضو بھی کر لیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بئر اریس (اس باغ کے کنویں) کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی پنڈلیاں آپ نے کھول رکھی ہیں اور کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آج رسول اللہ ﷺ کا دربان رہوں گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ابوبکر! میں نے کہا تھوڑی دیر ٹھہر جایئے۔ پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوبکر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں دروازہ پر آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اندر تشریف لے آیئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی منڈیر پر آپ ﷺ کی داہنی طرف بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ جس طرح آپ ﷺ نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو بھی کھول لیا۔ پھر میں واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں آتے وقت اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ آنے والے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا، کاش اللہ تعالیٰ فلاں کو خبر دے دیتا۔ ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی اور انہیں یہاں پہنچا دیتا۔ اتنے میں کسی صاحب نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم ۳۶۷۴

Marfat.com

دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ کہا کہ عمر بن خطاب۔ میں نے کہا: تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جایئے، چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں واپس آیا اور کہا اندر تشریف لے آیئے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ بھی داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اسی منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچتا رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ فلاں (ان کے بھائی) کے ساتھ خیر چاہے گا تو اسے یہاں پہنچا دے گا، اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ بولے کہ عثمان بن عفان میں نے کہا تھوڑی دیر کے لیے رک جایئے، میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو ان کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں دروازے پر آیا اور میں نے ان سے کہا کہ اندر تشریف لے آیئے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ وہ جب داخل ہوئے تو دیکھا چبوترے پر جگہ نہیں ہے اس لیے وہ دوسری طرف آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل لی ہے (کہ اسی طرح بنیں گی)۔"

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ

Marfat.com

تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ.(۱)

''جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے جو روزہ دار ہوگا اسے ''باب الریان'' سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔''

جنت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دے گی اس لیے بھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سردار جنت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ، وَالْمُرْسَلِينَ، لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ مَا دَامَا حَيَّيْنِ.(۲)

''ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے علاوہ جملہ اولین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوں گے، اے علی! جب تک وہ دونوں زندہ رہیں انہیں یہ بات نہ بتانا''

ادھیڑ عمر جنتیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادھیڑ عمر ہو کر مرے ہیں کیونکہ جنت میں کوئی ادھیڑ عمر کا نہیں ہوگا سب جوان ہوں گے، کہول جمع ہے کہل کی، اور کہل مردوں میں وہ ہے جس کی عمر تیس سے متجاوز ہوگئی ہو، اور بعضوں نے کہا چالیس سے اور بعضوں نے تینتیس سے پچپن تک، اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اس عمر تک پہنچ کر انتقال کر گئے ہیں یہ دونوں یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنت میں ان کے سردار ہوں گے، یا کہولت سے کنایہ رہے عقل و شعور اور فہم و فراست کی پختگی پر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، رقم: ۱۸۹۷

۲۔ صحیح سنن ابن ماجۃ للالبانی، کتاب الایمان، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۵

Marfat.com

یعنی جو دانا اور فہمیدہ لوگ جنت میں ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے بعد خلافت کے مستحق یہی ہیں اس لئے کہ جب جنت میں یہ سردار ہوں گے تو دنیا کی سرداری میں کیا شک رہا۔

شرافت ونجابت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرافت ونجابت کی گواہی کافر بھی دیتے تھے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ کے لیے نکلے اس وقت مکہ کے ایک کافر سردار نے انہیں یہ کہہ کر روک لیا تھا کہ آپ جیسا معزز اور شریف آدمی مکہ کی وادی سے نہیں جا سکتا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کافر لوگ آپ کو تنگ نہیں کریں گے۔ یعنی کافر بھی سمجھتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے لوگ مکہ کی زینت اور اس وادی کا حُسن ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ، لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ فَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ، فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ، فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يُكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ، وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ، وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى

Marfat.com

ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا لَهُ: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ، أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللَّهِ(۱)

''جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف میں مبتلا کر دیا گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک غماد کے مقام پر پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قبیلہ قارہ کے سردار مالک ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک بن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلیے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجیے۔ چنانچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا۔ اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے جو صلہ رحمی کرتا ہے، مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الکفالة، باب جوار ابی بکر فی عهد النبی ﷺ، رقم: ۲۲۹۸

Marfat.com

ہی میں کرلیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں، لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں اور نہ اس کا اظہار کریں، کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ باتیں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لیے ایک جگہ بنالی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش گھبرائے اور سب نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنہ ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابوبکر کو اس لیے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے، لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنالی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لیے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑ دیں، لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا تو آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں۔"

Marfat.com

اس سے یہ بھی پتا چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت عبادت گزار اور سوز و رقت سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے تھے اور عبادت کے معاملہ میں کسی بھی قسم کی مفاہمت کرنے والے نہیں تھے۔ پس انہوں نے ابن الدغنہ کی دی ہوئی امان کو واپس کر دیا اور عبادت میں مفاہمت نہیں کی۔

غیرتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انتہائی حلیم طبع انسان تھے۔ بڑی سے بڑی بات کو بھی ہنس کے برداشت کر لیتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے کوئی تنقید برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ جاتے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے عروہ بن مسعود کو گالی تک دے ڈالی۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے کبھی کسی نے گالی نہیں سنی تھی لیکن عروہ کو پہلی بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے گالی اس لیے سننی پڑی کہ اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری پر شک کیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کے کیسے بھاگ سکتے ہیں جن کے ساتھ ہمارا دین اور ایمان وابستہ ہے۔ صحیح بخاری میں عروہ بن مسعود کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکالمہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

فَقَالَ عُرْوَةُ: عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ، أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرَى وُجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَوْشَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا وَيَدَعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ (۱)

"عروہ نے اس وقت کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بتایئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام و نشان

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

Marfat.com

مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ ﷺ پر غالب آ گئے) تو میں اللہ کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف قبائل کے لوگ ہیں۔ اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے امصص بظر اللات۔ (جا، لات کی شرم گاہ چاٹ) کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔"

عروہ نے کہا ابوبکر تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے جس کا میں بدلہ نہیں چکا سکا۔ معلوم ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صرف اُمت مسلمہ پر ہی احسانات نہیں ہیں کافر بھی ان کے احسانات کے زیر بار ہیں۔

خاندان ابی بکر رضی اللہ عنہ کی برکات

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاندان ایک بابرکت خاندان تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بات معروف تھی اسی لیے جب آیات تیمم کا نزول ہوا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا "اے خاندانِ ابی بکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری وجہ سے اور بھی برکات کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَقَالُوا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى فَخِذِي، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ

Marfat.com

فَتَيَمَّمُوا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ: مَاهِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.[1]

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار کھو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا "عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس ہے۔" پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا "اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔" عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔''

روشن ستارے کی مانند

جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلند مقام سے نوازا ہے اسی طرح جنت میں بھی ان کا مقام ایسے ہوگا جیسے آسمان کی بلندیوں پر چمکنے والا ستارہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى يَرَاهُمْ مَنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، كَمَا يُرَى الْكَوْكَبُ الطَّالِعُ فِي الْأُفُقِ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ مِنْهُمْ، وَأَنْعَمَا.[2]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التیمم، رقم: ۳۳۴

۲۔ صحیح سنن ابن ماجۃ للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۶

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلند درجے والوں کو (جنت میں) نچلے درجہ والے ایسے دیکھیں گے جس طرح چمکتا ہوا ستارہ آسمان کی بلندیوں میں دیکھا جاتا ہے، اور ابوبکر و عمر بھی ان ہی میں سے ہیں، اور ان میں سب سے فائق و برتر ہیں“

ہجرت کے ساتھی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مرتبہ سے نوازا ہے کہ انہیں سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کا ہم سفر بنایا۔ آپ ﷺ کی زندگی میں دو سفر بہت اہمیت رکھتے ہیں ایک معراج کا سفر اور دوسرا ہجرت کا سفر۔ معراج کے سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ جبریل امین تھے اور ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہجرت کا سفر جو انتہائی رازداری کا سفر تھا۔ اس میں نبی ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جانا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کے اعتماد کی دلیل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار کے ساتھ اس سفر کا حال ذکر کیا ہے جس میں جابجا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانثاری اور وفاداری کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ایک دن ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے سخت دوپہر تھی کہ کسی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا رسول اللہ ﷺ سر پر رومال ڈالے تشریف لا رہے ہیں، نبی کریم ﷺ کا معمول ہمارے یہاں اس وقت آنے کا نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے نبی کریم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایسے وقت میں آپ کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لا رہے ہوں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اجازت دی تو آپ اندر داخل ہوئے پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اس وقت یہاں سے تھوڑی دیر کے لیے سب کو اٹھا دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہاں اس وقت تو سب گھر کے ہی آدمی ہیں، میرے باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اس کے بعد فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ! کیا مجھے رفاقت سفر کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا

Marfat.com

ہوں ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن قیمت سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر ہم نے جلدی جلدی ان کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور کچھ توشہ ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے انکا نام ذات النطاقین (دو پٹکے والی) پڑ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جبل ثور کے غار میں پڑاؤ کیا اور تین راتیں گزاریں۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رات وہیں جا کر گزارا کرتے تھے، یہ نوجوان بہت سمجھدار تھے اور ذہین بے حد تھے۔ سحر کے وقت وہاں سے نکل آتے اور صبح سویرے ہی مکہ پہنچ جاتے جیسے وہیں رات گزاری ہو۔ پھر جو کچھ یہاں سنتے اور جوان حضرات کے خلاف کاروائی کے لیے کوئی تدبیر کی جاتی اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات یہاں آ پہنچاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو انہیں غار میں لاتے تھے۔ آپ اسی پر رات گزارتے اس دودھ کو گرم لوہے کے ذریعہ گرم کر لیا جاتا تھا۔ صبح منہ اندھیرے ہی عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غار سے نکل آتے تھے ان تین راتوں میں روزانہ ان کا یہی دستور تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی الدیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی، کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لیے اجرت پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفار قریش کے دین پر قائم تھا۔ ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ قرار یہ پایا تھا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غار ثور میں ان سے ملاقات کرے گا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹنیاں لے کر (آ گیا) اب عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور یہ راستہ بتانے والا ان حضرات کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے ساحل کے راستے سے ہوتے ہوئے۔

سراقہ بن جعشم بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ پیش کش کی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے یا قید کر لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں

Marfat.com

بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا ایک آدمی سامنے آیا اور ہمارے قریب کھڑا ہو گیا۔ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا سراقہ! ساحل پر میں ابھی چند سائے دیکھ کر آ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہی ہیں (ﷺ)۔ سراقہ نے کہا میں سمجھ گیا اس کا خیال صحیح ہے لیکن میں۔ نے اس سے کہا کہ وہ لوگ نہیں ہیں میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے ہمارے سامنے سے اسی طرف گئے ہیں۔ اس کے بعد میں مجلس میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہا اور پھر اٹھتے ہی گھر گیا اور لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جائے اور وہیں میرا انتظار کرے، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پشت کی طرف سے باہر نکل آیا میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا چلا گیا اور اوپر کے حصے کو چھپائے ہوئے تھا۔ (سراقہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ وہ بھی ان کے انعام میں شریک ہو جائے گا) میں گھوڑے کے پاس آ کر اس پر سوار ہوا اور صبا رفتاری کے ساتھ اسے لے چلا، جتنی جلدی کے ساتھ بھی میرے لیے ممکن تھا، آخر میں نے ان کو پا ہی لیا۔ اسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ لیکن میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکال کر میں نے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال (اب بھی) وہ نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن میں دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کی پرواہ نہیں کی۔ پھر میرا گھوڑا مجھے تیزی کے ساتھ دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ آخر جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرآت سنی، نبی کریم ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے، تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لیے ڈانٹا میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑا ہونے کی کوشش کی تو اس کے اگلے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو امان کے لیے پکارا۔ میری آواز پر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس

Marfat.com

طرح مجھے روک دیا گیا تھا اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے مارنے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کیا ہے۔ پھر میں نے آپ کو قریش کے ارادوں کی اطلاع دی۔ میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا مجھ سے کسی اور چیز کا بھی مطالبہ نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری سے کام لینا لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے ایک امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سفید پوشاک پیش کی۔ ادھر مدینہ میں بھی مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی مکہ سے ہجرت کی اطلاع ہو چکی تھی اور یہ لوگ روزانہ صبح مقام حرہ تک آتے اور انتظار کرتے رہتے لیکن دوپہر کی گرمی کی وجہ سے (دوپہر کو) انہیں واپس جانا پڑتا تھا۔ ایک دن جب بہت طویل انتظار کے بعد سب لوگ آ گئے اور اپنے گھر پہنچ گئے تو ایک یہودی اپنے ایک محل پر کچھ دیکھنے چڑھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں۔ یہودی بے اختیار چلا اٹھا کہ اے عرب کے لوگو! تمہارے یہ بزرگ سردار آ گئے جن کا تمہیں انتظار تھا۔ مسلمان ہتھیار لے کر دوڑ پڑے اور نبی کریم ﷺ کا مقام حرہ پر استقبال کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ انصار کے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو سلام کر رہے تھے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے نبی کریم ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت سب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں تقریباً دس راتوں تک قیام کیا اور وہ مسجد

Marfat.com

(قباء) جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہے وہ اسی دوران تعمیر ہوئی اور آپ نے اس میں نماز پڑھی پھر (جمعہ کے دن) نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے۔ آخر آپ کی سواری مدینہ منورہ میں اس مقام پر آ کر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس مقام پر چند مسلمان ان دنوں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ جگہ سہیل اور سہل (رضی اللہ عنہما) دو یتیم بچوں کی تھی اور کھجور کا یہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ دونوں بچے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے جب آپ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی ہمارے قیام کی جگہ ہو گی۔ اس کے بعد آپ نے دونوں یتیم بچوں کو بلایا اور ان سے اس جگہ کا سودا کرنا چاہا تاکہ وہاں مسجد تعمیر کی جا سکے۔ دونوں بچوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم یہ جگہ آپ کو مفت دے دیں گے لیکن نبی کریم ﷺ نے مفت قبول کرنے سے انکار کیا۔ زمین کی قیمت ادا کی اور وہیں مسجد تعمیر کی۔ اس کی تعمیر کے وقت خود آپ ﷺ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹوں کے ڈھونے میں شریک تھے۔ اینٹ ڈھوتے وقت آپ فرماتے جاتے تھے کہ "یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے یہاں باقی رہنے والا ہے اس میں بہت طہارت اور پاکی ہے" اور نبی کریم ﷺ دعا فرماتے تھے کہ "اے اللہ! اجر تو بس آخرت ہی کا ہے پس، تو انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔"(1)

تدبر و حکمت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے تدبر و حکمت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ انتہائی نازک حالات میں بھی وہ اپنے حواس کو برقرار رکھتے۔ جس جگہ بڑے بڑے بہادر لوگ ڈگمگا جاتے وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں سہارا دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے جس طرح مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، يَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيَقْطَعَنَّ

1۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، رقم: ۳۹۰۶

Marfat.com

أَيْدِي رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللّٰهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، وَقَالَ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (سورۃ الزمر آیۃ ۳۰)، وَقَالَ: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ (سورۃ آل عمران آیۃ ۱۴۴)، قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ، قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَتَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ، فَقَالَ: فِي كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ، فَقَالَ: حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا وَلَكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا، فَبَايِعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا، وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ

”نبی کریم ﷺ کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت مقام سخ میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم اس وقت میرے دل میں یہی خیال تھا اور میں کہتا تھا کہ اللہ آپ کو ضرور اس بیماری سے اچھا کر کے اٹھائیں گے اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ کی موت کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ کی نعش مبارک کے اوپر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ

Marfat.com

پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے قسم کھانے والے! ذرا تامل کر۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: لوگو! دیکھو اگر کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پوجتا تھا (یعنی یہ سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہیں وفات پائیں گے) تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کی پوجا کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ (پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزمر کی یہ آیت پڑھی) إنك ميت وإنهم ميتون "اے پیغمبر! آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی فوت ہوں گے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔" راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ راوی نے بیان کیا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہو گا (دونوں مل کر حکومت کریں گے) پھر ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ان کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند تھی پھر بھی مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برابری اس سے بھی نہیں ہو سکے گی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (جماعت انصار) وزراء ہو۔ اس پر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے کہ نہیں اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، ایک امیر ہم

Marfat.com

میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں ہم امراء ہیں تم وزراء ہو (وجہ یہ ہے کہ) قریش کے لوگ سارے عرب میں شریف خاندان شمار کیے جاتے ہیں اور ان کا ملک (یعنی مکہ) عرب کے بیچ میں ہے تو اب تمہیں اختیار ہے یا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلو یا ابوعبیدہ بن جراح کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔''(۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۶۸

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے امامت کروانے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا عِنْدَهُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا، فَقُلْتُ: يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا، قَالَ: فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ يَأْبَى اللهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، فَبَعَثَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ (1)

"جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری سخت ہوئی اور میں آپ ہی کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا تب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی سے کہو جو لوگوں کو نماز پڑھائے" عبداللہ بن زمعہ نکلے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موقع پر موجود نہ تھے، میں نے کہا: اے عمر! اٹھیے نماز پڑھائیے، تو وہ بڑھے اور انہوں نے اللہ اکبر کہا، وہ بلند آواز شخص تھے، رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی آواز سنی تو فرمایا: "ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ کو یہ پسند نہیں اور مسلمانوں کو بھی، اللہ کو یہ پسند نہیں اور مسلمانوں کو بھی" پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھا چکنے کے بعد آئے تو انہوں نے لوگوں کو (پھر سے) نماز پڑھائی۔"

سنن ابی داؤد میں اس روایت سے متصل بعد کی روایت میں حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ موجود ہیں:

لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ صَوْتَ عُمَرَ، قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا لَا لَا لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ، يَقُولُ ذَلِكَ مُغْضَبًا۔ (2)

۱۔ حسن صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب السنۃ، باب فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۶۶۰

۲۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب السنۃ، باب فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۶۶۱

Marfat.com

''جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو آپ نکلے یہاں تک کہ حجرے سے اپنا سر نکالا، پھر فرمایا: ''نہیں، نہیں، نہیں، ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر) کو چاہیئے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' آپ ﷺ یہ غصے میں فرما رہے تھے۔''

غصے کی وجہ

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھائے آپ ﷺ کو یہ پسند نہیں ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے غصہ کا اظہار فرمایا اور دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھوائی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نبی ﷺ کے بعد آپ کے منبر اور مصلیٰ کے وارث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: بَابٌ فِي إِسْتِخْلَافِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ (باب ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں۔) یعنی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ مراد لیا ہے اور یہ اشارہ بالکل واضح ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کوئی اور جماعت نہیں کروا سکتا تو خلافت بھی نہیں سنبھال سکتا۔ مذکورہ حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اشارہ موجود ہے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ، ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ، أَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ (1)

''میرا ارادہ ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور انہیں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) خلیفہ بنا دوں تاکہ اس پر کسی دعویٰ کرنے والے یا اس کی خواہش رکھنے والے کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے لیکن پھر میں نے سوچا کہ اللہ خود (کسی دوسرے کو خلیفہ) نہیں ہونے دے گا اور مسلمان بھی اسے پسند نہیں کریں گے۔ یا (آپ نے اس طرح فرمایا کہ) اللہ پسند نہیں فرمائیں گے اور مسلمان کسی اور کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے الاستخلاف ''اپنے بعد کسی کو خلیفہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، رقم: 7217

Marfat.com

متعین کرنا'' یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان فرمادیں پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی خلافت قبول نہیں کریں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ منبر پر بیٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ، فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ، وَقَالَ النَّاسُ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُولُ: فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ، وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ إِلَّا خُلَّةَ الْإِسْلَامِ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ۔ (1)

"اپنے ایک نیک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو اپنے لیے پسند کر لے یا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے (آخرت میں) اسے پسند کر لے۔ اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملنے والی چیز کو پسند کر لیا۔" اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ (حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس رونے پر حیرت ہوئی، بعض لوگوں نے کہا اس بزرگ کو دیکھیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں سے کسی کے پسند کرنے کا اختیار دیا تھا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ لیکن درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو ان دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ اس بات سے واقف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ، رقم: ۳۹۰۴

Marfat.com

کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی صحبت اور مال کے ذریعہ مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بنا سکتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا البتہ اسلامی رشتہ ان کے ساتھ کافی ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ اب کھلا ہوا باقی نہ رکھا جائے سوائے ابوبکر کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازے کے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا ذکر کیا اور فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا باقی سب دروازے جو مسجد میں کھلنے والے ہیں بند کر دیے جائیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اپنی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے جو مسجد میں کھلنے والے دروازے سے ہو کر تمہاری امامت کروانے کے لیے آئیں گے۔ کسی اور کا یہ حق نہیں ہے اس لیے باقی سب دروازے بند کر دو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.(۱)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں جب ہمیں صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔"

حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ، قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ: عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ، قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.(۲)

"میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل صحابی کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون ہیں؟ انہوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۳۶۵۵

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۷۱

Marfat.com

نے بتلایا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب (میں نے پوچھا کہ اس کے بعد؟) کہہ دیں گے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس لیے میں نے خود کہا، اس کے بعد آپ ہیں؟ یہ سن کر وہ بولے کہ میں تو صرف عام مسلمانوں کی جماعت کا ایک شخص ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے حقدار بھی وہی تھے جو سب سے افضل ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَقُولُ الْمَوْتَ، قَالَ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَابَكْرٍ.[1]

"ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: پھر آنا۔ اس نے کہا: اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھے نہ پاسکو تو ابوبکر کے پاس چلی جانا۔"

گزشتہ روایات سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت کا فیصلہ اپنی زندگی میں ہی فرما دیا کہ میرے بعد امامت کے وارث ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی اور آدمی کی امامت کو قبول نہیں کیا اور اس روایت سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد قاضی کا فیصلہ بھی فرما دیا اس لیے اس خاتون سے فرمایا کہ اگر تم آؤ اور مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا یعنی میرے بعد تمہارے جھگڑوں کے فیصلے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے۔ جب امام ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے، قاضی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے تو خلیفہ وہ کیوں نہیں ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بعد صدیقین کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا[2]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۵۹

۲۔ النساء: ۶۹

Marfat.com

’’جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ کتنے اچھے ہیں یہ رفیق۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ترتیب میں سب سے پہلے انبیاء کا ذکر کیا اور پھر صدیقین، شہداء اور صالحین کا یعنی نبی کے بعد صدیق کا رُتبہ ہے اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کے لقب سے نوازا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ.(1)

’’جب نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا ”احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔‘‘

قرآن کی یہی ترتیب نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں برقرار رکھی ہے کہ پہلے نبی کا ذکر کیا پھر صدیق اور پھر شہید کا اور اللہ تعالیٰ نے یہی ترتیب وفات میں بھی برقرار رکھی ہے کہ پہلے نبی ﷺ فوت ہوئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۶۷۵

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ، وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا: إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَءُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِي فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (1)

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، چنانچہ وہ اس لشکر کے ساتھ گئے، پھر ایک لونڈی سے انہوں نے جماع کر لیا لوگوں نے ان پر نکیر کی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے چار آدمیوں نے طے کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے جب ہم ملیں گے تو حضرت علی نے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں ہم آپ کو بتائیں گے، اور مسلمان جب سفر سے لوٹتے تو پہلے رسول اللہ ﷺ سے ملتے اور آپ کو سلام کرتے تھے، پھر اپنے گھروں کو جاتے، چنانچہ جب یہ لشکر لوٹ کر آیا اور لوگوں نے آپ کو سلام کیا تو ان چاروں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت علی نے ایسا ایسا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرا کھڑا ہوا تو دوسرے نے بھی وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا، پھر

1۔ صحیح سنن ترمذی للالبانی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۱۲

Marfat.com

تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی وہی بات کہی، تو اس سے بھی آپ نے منہ پھیر لیا، پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی جو ان لوگوں نے کہی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی دوست ہے ہر اس مومن کا جو میرے بعد آئے گا“۔

غصے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض آپ ﷺ کو پسند نہیں آیا اور آپ ﷺ نے کسی بھی قسم کی تفتیش کرنے کی بجائے فرمایا ”علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔“ جس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا درست کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتراض شاید اس وجہ سے تھا کہ وہ سمجھے مالِ غنیمت سے اس طرح لونڈی لینا خیانت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ، وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ، فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا؟ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: يَا بُرَيْدَةُ، أَتُبْغِضُ عَلِيًّا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَا تُبْغِضْهُ، فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ.(1)

”نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (یمن) بھیجا تا کہ غنیمت کے خمس کو ان سے لے آئیں۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناپسندیدگی تھی اور میں نے انہیں غسل کرتے دیکھا تو خالد رضی اللہ عنہ سے کہا تم دیکھتے ہو علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا (اور ایک لونڈی سے صحبت کی) پھر جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا (بریدہ) کیا تمہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بغض ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، فرمایا علی سے دشمنی نہ رکھنا کیونکہ ان کا خمس (غنیمت کے پانچویں حصے) میں اس سے بھی زیادہ حق تھا۔“

مذکورہ روایت میں اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بات پسند نہیں ہے

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب و خالد بن ولید رضی اللہ عنہما إلی الیمن، رقم: ۴۳۵۰

Marfat.com

کہ کوئی آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے

حضرت زِر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَيَّ: أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۱)

''مجھے اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھ (علی رضی اللہ عنہ) سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کتاب الایمان میں نقل فرما کے اس پر باب قائم کیا ہے الدلیل علی أن حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان ''اس بات کی دلیل کہ انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان سے ہے۔'' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی میں یہ روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی:

قَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَيَّ أَنَّهُ: لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ. (۲)

''علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا کہ ''تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور تم سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا اور نفرت کرے گا۔''

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو کتاب الایمان میں نقل کر کے اس پر باب قائم کیا ہے علامۃ الایمان ''ایمان کی علامت''۔ گویا ائمہ حدیث کے ہاں اس حدیث کی رُو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا منافق کی نشانیوں میں

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان، رقم: ۱۳۱

۲۔ صحیح سنن نسائی للالبانی، کتاب الایمان وشرائعہ، باب علامۃ الایمان، رقم: ۵۰۱۸

Marfat.com

سے ایک نشانی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت سے اللہ کی محبت ملتی ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ، فَنَزَلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَأَمَرَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَهَذَا وَلِيُّ مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ، اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ. (1)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر آئے، آپ نے راستے میں ایک جگہ نزول فرمایا اور عرض کیا: الصلاۃ جامعۃ اور سب کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "کیا میں مومنوں کی جانوں کا مومنوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ (علی رضی اللہ عنہ) دوست ہیں اس کے جس کا میں دوست ہوں، اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ، جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔"

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیہ انداز میں فرمایا ہے "اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔" پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے دعا ہے کہ اس آدمی کو اللہ کی محبت نصیب ہو جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے اسے اللہ کی دشمنی ملے۔ ثابت ہوا کہ محبت الٰہی کے حصول کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجۃ للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۱۶

Marfat.com

أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟، فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَارَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَارَسُولَ اللّٰهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا، فَقَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيهِ، فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔[1]

"کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا، راوی نے بیان کیا کہ رات کو لوگ یہ سوچتے رہے کہ دیکھیے جھنڈا کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں سب حضرات (جو سر کردہ تھے) حاضر ہوئے، سب کو امید تھی کہ علم انہیں ہی ملے گا، لیکن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں کسی کو بھیج کر بلوالو، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی، اس سے انہیں ایسی شفاء حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں، چنانچہ آپ نے جھنڈا ان کو عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان سے اتنا لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں (یعنی مسلمان بن جائیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی یوں ہی چلتے رہو، جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق واجب ہیں، اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

یہی روایت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللّٰهُ فِي صَبَاحِهَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ

1۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۱

Marfat.com

اللّٰهَ وَرَسُولُهُ، أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ، فَقَالُوا: هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بوجہ آنکھ دکھنے کے نہیں آسکے تھے، پھر انہوں نے سوچا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہوسکوں گا چنانچہ گھر سے نکلے اور آپ کے لشکر سے جا ملے، جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ کل) ایک ایسا شخص علم کو لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے یا آپ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائے گا، اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے، حالانکہ ان کے آنے کی ہمیں امید نہیں تھی لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں علی رضی اللہ عنہ۔ آپ ﷺ نے علم انہیں دے دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر کو فتح کرا دیا۔''

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے اور یہ بھی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب رسول بھی ہیں اور محبوبِ الٰہی بھی ہیں۔

یہی روایت ابن ماجہ میں بھی ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگنے والے بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو لَيْلَى يَسْمُرُ مَعَ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ، فَقُلْنَا: لَوْ سَأَلْتَهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ إِلَيَّ وَأَنَا أَرْمَدُ الْعَيْنِ يَوْمَ خَيْبَرَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرْمَدُ الْعَيْنِ، فَتَفَلَ فِي عَيْنِي ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ، قَالَ: فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلَا بَرْدًا بَعْدَ يَوْمِئِذٍ، وَقَالَ: لَأَبْعَثَنَّ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، لَيْسَ بِفَرَّارٍ فَتَشَوَّفَ لَهَا النَّاسُ، فَبَعَثَ إِلَى عَلِيٍّ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۲

۲۔ حسن، سنن ابن ماجۃ للالبانی، کتاب فی الایمان و فضائل الصحابہ، باب فضل علی بن ابی طالب، رقم: ۱۱۷

Marfat.com

”حضرت ابو لیلیٰ رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی کے کپڑے جاڑے میں اور جاڑے کے کپڑے گرمی میں پہنا کرتے تھے، ہم نے ابو لیلیٰ سے کہا: کاش آپ ان سے اس کا سبب پوچھتے تو بہتر ہوتا، پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جواباً) کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے غزوہ خیبر کے موقع پر اپنے پاس بلا بھیجا، اس وقت میری آنکھیں دکھ رہی تھیں، اور (حاضر خدمت ہو کر) میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، میں آشوب چشم میں مبتلا ہوں، آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، پھر دعا فرمائی: ”اے اللہ اس سے سردی اور گرمی کو دور رکھ“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس دن کے بعد سے آج تک میں نے سردی اور گرمی کو محسوس ہی نہیں کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”میں ایسے آدمی کو (جہاد کا قائد بنا کر) بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے“۔ لوگ ایسے شخص کو دیکھنے کے لیے گردنیں اونچی کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور جنگ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں دے دیا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔ یہاں چند روایات صرف محبت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی حقیقی محبت عطا فرمائے۔

Marfat.com

کافر قوم کی مشابہت اختیار کرنے والے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ طَيَالِسَةٍ، مَكْفُوفَةٌ بِدِيبَاجٍ، أَوْ مَزْرُورَةٌ بِدِيبَاجٍ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا يُرِيدُ أَنْ يَرْفَعَ كُلَّ رَاعٍ ابْنِ رَاعٍ، وَيَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ ابْنِ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُغْضَبًا، فَأَخَذَ بِمَجَامِعِ جُبَّتِهِ، فَاجْتَذَبَهُ، وَقَالَ: لَا أَرَى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَا يَعْقِلُ، ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَلَسَ، فَقَالَ: إِنَّ نُوحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَعَا ابْنَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي قَاصِرٌ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ، آمُرُكُمَا بِاثْنَتَيْنِ، وَأَنْهَاكُمَا عَنِ اثْنَتَيْنِ، أَنْهَاكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ، وَآمُرُكُمَا بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَتْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي الْكِفَّةِ الْأُخْرَى، كَانَتْ أَرْجَحَ، وَلَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا حَلْقَةً، فَوُضِعَتْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِمَا، لَفَصَمَتْهَا، أَوْ لَقَصَمَتْهَا، وَآمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، فَإِنَّهَا صَلَاةُ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ[1]

ایک مرتبہ نبی ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے بڑا قیمتی جبہ پہنا ہوا تھا جس پر دیباج وریشم کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی نے تو مکمل طور پر فارس ابن فارس (نسلی فارسی) آدمی کی وضع اختیار کر رکھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کے یہاں چرواہوں کی نسل ختم ہو جائے گی، پھر نبی ﷺ نے غصے میں کھڑے ہو کر اس کے جبے کو مختلف حصوں سے پکڑ کر جمع کیا اور فرمایا کہ کیا میں تمہارے جسم پر بیوقوفوں کا لباس نہیں دیکھ رہا؟ پھر فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں، جس میں میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں۔

ممانعت شرک اور تکبر سے کرتا ہوں اور حکم اس بات کا دیتا ہوں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار

1۔ صحیح مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، رقم: ۷۱۰۱

Marfat.com

کرتے رہنا کیونکہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو دوسرے پلڑے میں تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا جھک جائے گا اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک مبہم حلقہ ہوتیں تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ انہیں خاموش کرا دیتا اور دوسرا یہ کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کا ورد کرتے رہنا کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اس کے ذریعے ہر مخلوق کو رزق ملتا ہے۔

غصے کی وجہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اُمت محمدیہ کے پاس اسلام کی مکمل اور اَتم صورت موجود ہے۔ پہلی شریعتیں مکمل نہیں تھیں جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اسی طرح ان پر نازل ہونے والی شریعت بھی آخری ہے۔ اس آخری شریعت کا ہر پہلو مکمل ہے۔ اس کی معاشرت اور کلچر، خوبصورت اور جامع ہے۔ ہمیں کسی قوم کی نقالی کی ضرورت نہیں ان کی معاشرت اور رہن سہن کا انداز پرانا ہے بلکہ بعض جگہ تو جاہلیت کی سوچ اور تکبر کا غلبہ ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر قوم کی نقالی سے منع فرمایا ہے۔ مذکورہ حدیث میں ایک دیہاتی کا واقعہ ہے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو اس کے جسم پر اہل فارس کے جیسا لباس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اچھا نہیں لگا کہ کوئی اسلامی لباس کو چھوڑ کے فارسی لباس زیب تن کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اس لیے کہ مشابہت کرنے والے کا عمل دو باتوں کا پتہ دیتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جس قوم کی مشابہت کر رہا ہے اسے اس کے ساتھ محبت ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اس قوم سے مرعوب ہے۔ یہ دونوں صورتیں اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہیں۔ اسلام دیگر ادیان سے ممتاز ہے اور اس کا اپنا ایک طرہ امتیاز ہے۔ بقول اقبال ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قوموں کی نقالی سے منع فرمایا ہے تاکہ ان سے مرعوبیت کا تاثر پیدا نہ ہو اور ایک مسلمان کے دل میں اسلامی ثقافت اور معاشرت کی محبت قائم رہے۔

Marfat.com

کافر قوم کی مشابہت

مذکورہ روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان قابل توجہ ہے جب آپ ﷺ نے دیہاتی کو مکمل فارسی لباس میں دیکھا تو فرمایا: ''ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ہاں سے چرواہوں کی نسل ختم ہو جائے گی۔'' چرواہوں کی نسل سے آپ ﷺ کی مراد عربی دیہاتی ثقافت ہے اور آپ ﷺ نے یہ جملہ بول کر ایک انتہائی اہم امر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر ایک آدمی کافر قوم کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے تو اس کا اثر اس کی نسل پر پڑتا ہے، اس کی اولاد بھی آہستہ آہستہ اس کے رنگ میں رنگی جائے گی اور چند نسلوں کے بعد وہ اپنی ثقافت کو بھول جائیں گے اور مکمل طور پر غیر قوم کا رنگ اختیار کر لیں گے۔ انہیں اپنی شناخت بھول جائے گی جبکہ اس کا ذمہ دار گھر کا وہ سربراہ ہے جس نے اپنے عمل سے اسے بنیاد فراہم کی۔ آپ ﷺ کے بہت سے فرامین ہیں جن میں آپ ﷺ نے کافر قوم کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ چند احادیث اس بارے میں درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَاسْتَسْقَى، فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هَذَا وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ۔ (1)

''لوگ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے ان کو پانی (چاندی کے پیالے میں) لا کر دیا۔ جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے پیالہ اس پر پھینک مارا اور کہا اگر میں نے اسے بارہا اس سے منع نہ کیا ہوتا (کہ چاندی کے برتن میں مجھے کچھ نہ دیا کرو) آگے وہ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ میں اس سے یہ معاملہ نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ریشم و دیبا نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتن میں کچھ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ کیونکہ یہ چیزیں ان (کفار کے لیے) دنیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل فی إناء مفضض، رقم: ۲۲۲۶

Marfat.com

میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔"

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

أَنَّهُ رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعَصْفَرَانِ، فَقَالَ: هٰذِهِ ثِيَابُ الْكُفَّارِ، فَلَا تَلْبَسْهَا.(1)

"رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا، وہ دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے، اسے مت پہنو۔"

☆ جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارٰى، فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ، وَتَسْلِيمَ النَّصَارٰى الْإِشَارَةُ بِالْأَكُفِّ(2)

"جو کافر قوم سے مشابہت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو اس لیے کہ یہودی انگلی کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور نصاریٰ ہتھیلی کے اشارہ سے۔"

☆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ، وَلَا خِفَافِهِمْ(3)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو، کیونکہ نہ وہ اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں اور نہ اپنے موزوں میں۔"

☆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مَشْيَخَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيضٌ لِحَاهُمْ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ حَمِّرُوا وَصَفِّرُوا، وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَسَرْوَلُونَ وَلَا يَأْتَزِرُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تَسَرْوَلُوا وَائْتَزِرُوا وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفَّفُونَ وَلَا يَنْتَعِلُونَ. قَالَ: فَقَالَ

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینۃ باب ذکر النہی عن لبس المعصفر، رقم: ۵۳۱۶

2۔ حسن۔ سنن ترمذی للالبانی، ابواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید بالسلام، رقم: ۲۶۹۵

3۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل، رقم: ۶۵۲

Marfat.com

النَّبِيُّ ﷺ: فَتَخَفَّفُوا وَانْتَعِلُوا وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّونَ عَثَانِينَهُمْ وَيُوَفِّرُونَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: قُصُّوا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوا عَثَانِينَكُمْ وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ (1)

''ایک مرتبہ نبی ﷺ انصار کے کچھ عمر رسیدہ افراد کے پاس،،جن کی داڑھیاں سفید ہو چکی تھیں'' تشریف لائے اور فرمایا اے گروہِ انصار! اپنی داڑھیوں کو سرخ یا زرد کرلو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں، تہبند نہیں باندھتے نبی ﷺ نے فرمایا تم شلوار بھی پہن سکتے ہو اور تہبند بھی باندھ سکتے ہو، البتہ اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اہل کتاب موزے پہنتے ہیں، جوتے نہیں پہنتے نبی ﷺ نے فرمایا تم موزے بھی پہنا کرو اور جوتے بھی پہنا کرو اور اس طرح اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اہل کتاب داڑھی کٹاتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں تراشا کرو اور داڑھیاں بڑھایا کرو اور اس طرح اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔''

مذکورہ روایات پر غور کریں آپ ﷺ نے مجوسیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کی مشابہت سے روکا ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں یہی بڑے مذاہب تھے اور ان کے بڑے بڑے گروہ تھے۔ ابھی روم وایران فتح نہیں ہوئے تھے اور روم وایران اس وقت کی سپر طاقتیں تھیں، زمین کے بڑے حصہ پر ان کا غلبہ اور اثر ورسوخ تھا۔ آپ ﷺ نے اس وقت ان کی مرعوبیت سے نکالنے کے لیے مسلمانوں کو ایک جداگانہ اور امتیازی حیثیت دی اور انہیں اغیار کی نقالی سے نکال کر اسلامی تہذیب سے محبت کا درس دیا اور انہیں یہ باور کرایا کہ اسلامی ثقافت ایک ایسی لازوال ثقافت ہے کہ اس کا مقابلہ دنیا کی کسی بھی ثقافت سے کروایا جائے تو اسلامی تہذیب و ثقافت ممتاز نظر آئیں گی۔ موجودہ دور میں جو لوگ یورپ کی نقالی میں مرے جارہے ہیں اور مرعوبیت کا شکار ہیں انہیں آپ ﷺ کے مذکورہ فرامین پر غور کرنا چاہیے۔

1۔ صحیح۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط، حدیث أبی امامة الباھلی ؓ، رقم: ۲۲۲۸۳

Marfat.com

عبادت میں دوسروں کے لیے تنگی پیدا کرنے پر غصہ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي وَاللّٰهِ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فِيهَا، قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُوجِزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ.(1)

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں صبح کی جماعت میں فلاں (امام معاذ بن جبل یا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما) کی وجہ سے شرکت نہیں کر پاتا کیونکہ وہ ہمارے ساتھ اس نماز کو بہت لمبی کر دیتے ہیں۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و نصیحت کے وقت اس سے زیادہ غضب ناک کبھی نہیں دیکھا جیسا کہ آپ اس دن تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ نمازیوں کو نفرت دلانے والے ہیں، پس تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے اختصار سے کام لینا چاہئے کیونکہ جماعت میں بوڑھے، بچے اور ضرورت مند سب ہی ہوتے ہیں۔"

غصے کی وجہ

وہ عبادت جو کمزوروں کے لیے آزمائش بن جائے اور وہ لوگ فرضی عبادات کی بجا آوری سے بھی گھبرانے لگیں وہ پسندیدہ عبادت نہیں۔ ایسے امام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا ہے جو اپنی لمبی عبادت کی وجہ سے کمزوروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: فَتَّانٌ، فَتَّانٌ،

1- صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب هل يقضى القاضي أو يفتي وهو غضبان، رقم: ۷۱۵۹

Marfat.com

فَتَانٌ، ثَلَاثَ مِرَارٍ، أَوْ قَالَ: فَاتِنًا، فَاتِنًا، فَاتِنًا، وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ، قَالَ عَمْرٌو: لَا أَحْفَظُهُمَا.(۱)

''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کو فرمایا تو آزمائش میں ڈالنے والا ہے، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے والا، آزمائش میں ڈالنے والا ہے، تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا کہ تو فسادی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا۔)''

یہی روایت سنن ابی داؤد میں ذرا تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں مروی ہے:

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا، قَالَ مَرَّةً: ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ، فَأَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةً الصَّلَاةَ، وَقَالَ مَرَّةً: الْعِشَاءَ، فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ، فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَصَلَّى، فَقِيلَ: نَافَقْتَ يَا فُلَانُ، فَقَالَ: مَا نَافَقْتُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحَ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَإِنَّهُ جَاءَ يَؤُمُّنَا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ، اقْرَأْ بِكَذَا، اقْرَأْ بِكَذَا، قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: بِـ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى.(۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر لوٹتے تو ہماری امامت کراتے تھے۔ ایک روایت میں ہے: پھر وہ لوٹتے تو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات نماز دیر سے پڑھائی اور ایک روایت میں ہے: عشاء دیر سے پڑھائی، چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر واپس آ کر اپنی قوم کی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من شکا امامہ إذا طول، رقم: ۷۰۵

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، ابواب تفریع افتتاح الصلاۃ، باب فی تخفیف الصلاۃ، رقم: ۷۹۰

Marfat.com

امامت کی اور سورۃ البقرہ کی قرآت شروع کر دی تو ان کی قوم میں سے ایک شخص نے جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھ لی، لوگ کہنے لگے: اے فلاں! تم نے منافقت کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے منافقت نہیں کی ہے، پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر یہاں سے واپس جا کر ہماری امامت کرتے ہیں، ہم لوگ دن بھر اونٹوں سے کھیتوں کی سینچائی کرنے والے لوگ ہیں، اور اپنے ہاتھوں سے محنت و مزدوری کا کام کرتے ہیں (اس لیے تھکے ماندے ہوتے ہیں) معاذ نے آ کر ہماری امامت کی اور سورۃ البقرہ کی قرآت شروع کر دی (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے اور آزمائش میں ڈالو گے؟ کیا تم لوگوں کو فتنے اور آزمائش میں ڈالو گے؟ فلاں اور فلاں سورۃ پڑھا کرو''۔ ابو زبیر نے کہا کہ (آپ ﷺ نے فرمایا): ''تم سبح اسم ربك الأعلى، والليل إذا يغشى پڑھا کرو''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لمبی نماز پڑھانے پر تو آپ ﷺ کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود بھی لمبی عبادت کر رہے ہیں اور پیچھے مقتدی بھی لمبی نماز پڑھ رہے ہیں۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس عمل پر سرزنش فرمائی اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ عبادت کا مقصد لوگوں کو تھکا دینا یا سخت مشقت میں ڈال دینا ہرگز نہیں ہے۔ اسلام عبادت میں اعتدال چاہتا ہے۔ اگر اسلام میں کہیں تشدد ہوتا تو کم از کم عبادت میں ضرور ہوتا۔ لیکن اسلام نے عبادت میں بھی اعتدال کا حکم دے کر یہ بتا دیا کہ جو دین عبادت میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا قائل ہے دیگر امور میں متشدد کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نماز پڑھاتے ہوئے تمہیں کمزوروں، بوڑھوں اور کام کاج والے لوگوں کا خیال کرنا چاہیے۔ اس میں درس ہے ان لوگوں کے لیے بھی، جو مساجد میں آنے والے نمازیوں کی جسمانی حالت کو نظر انداز کر کے لمبی نمازیں پڑھانے کا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عبادت میں سختی کرنے والوں کو اسلام نے پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ ذیل کی روایات سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

خود کو رسی باندھ کے عبادت کرنے والی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

Marfat.com

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَرَأَى حَبْلًا مَمْدُودًا بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هَذَا الْحَبْلُ؟، قَالُوا لِزَيْنَبَ: تُصَلِّي فِيهِ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ، فَقَالَ: حُلُّوهُ حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔ (۱)

''رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو دوستونوں کے درمیان ایک رسی تنی ہوئی دیکھی، پوچھا ''یہ رسی کیسی ہے؟'' لوگوں نے کہا: زینب کی ہے، وہ یہاں نماز پڑھتی ہیں، جب تھک جاتی ہیں تو اسی رسی سے لٹک جاتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھول دو، اسے کھول دو، تم میں سے نماز پڑھنے والے کو نماز اپنی نشاط اور چستی میں پڑھنی چاہیے، اور جب تھک جائے تو بیٹھ رہے''

جب تھک جائے تو نماز سے رک جائے اور آرام کرے، مقصد یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ نفلی عبادت نہیں ہے، جب تک دل لگے اس وقت تک کرے، بے دلی اور نفرت کے ساتھ عبادت کرنے سے بچتا رہے، اور اگر نفلی عبادت سے تھک کر کوئی آرام کرے، تاکہ دوبارہ عبادت کی قوت حاصل ہو جائے، تو اس کا یہ آرام بھی مثل عبادت کے ہوگا۔ اسی مفہوم کی ایک روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟، قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا، فَقَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا۔ (۲)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔''

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی المصلی اذا نعس، رقم: ۱۳۷۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، رقم: ۱۹۷۵

Marfat.com

دن بھر روزہ اور رات بھر قیام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دن بھر روزہ رکھتے اور ساری رات کا قیام کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں میرے اس عمل کا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

يَا عَبْدَ اللّٰهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، فَشَدَّدْتُ، فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ، قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ؟ قَالَ: نِصْفَ الدَّهْرِ، فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ، يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (1)

''عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کیا کر، روزہ بھی رکھ اور اسے چھوڑ بھی۔ نماز پڑھ اور آرام بھی کر۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا، (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) لیکن میں نے اپنے اوپر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں خود میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ، میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔''

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع، رقم: ۱۹۶۸

Marfat.com

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کہ بندہ اپنے جسم کو اذیت دے اور دنیا کو ترک کر دے۔ اس پر حقوق العباد بھی عائد ہوتے ہیں جن کی ادائیگی کے لیے اسے معاشرتی میل جول رکھنا ہوگا۔ اس کے جسم کا اس پر حق ہے اس لیے وہ رات کو سوئے بھی اور عبادت بھی کرے اور بیوی کے حقوق بھی ادا کرے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اگر بندے کو مکمل ترک لذات کا حکم دے دیا جاتا تو یہ فطری تقاضوں سے ہٹ جاتا۔ ہاں اعتدال کا حکم دیا ہے اور اعتدال کا دائرہ کار دنیا سے لے کر دین تک وسیع ہے۔ راہبانہ طریق زندگی کی اسلام نے کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ اس لیے نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مسلسل نفلی روزہ رکھنے اور ساری رات کا قیام کرنے سے منع فرما دیا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی زندگی اپنالی تھی جس میں راہبانہ جھلک تھی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ان کے اس طریق کا پتہ چلا تو انہوں نے اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ: فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ، ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ"، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بہت پراگندہ حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے اتنے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ، رقم: ۱۹۶۸

Marfat.com

اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود شریک نہیں ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھے اور اس مرتبہ بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہیے، پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ مکمل کرنے کی نذر

عہدِ رسالت میں ابواسرائیل نامی ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہ کر روزہ مکمل کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے اس عمل کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھاؤں میں آنے اور بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَرَّ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الشَّمْسِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟، قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَصُومَ وَلَا يَسْتَظِلَّ إِلَى اللَّيْلِ، وَلَا يَتَكَلَّمَ وَلَا يَزَالُ قَائِمًا، قَالَ: لِيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَجْلِسْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ.(1)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرے، وہ دھوپ میں کھڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کیا ہے''؟ لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ وہ روزہ رکھے گا، اور رات تک سایہ میں نہیں آئے گا، اور نہ بات کرے گا، اور برابر کھڑا رہے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو چاہیے کہ بولے، سایہ میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔''

اس شخص نے بری اور اچھی چیزوں کو یکجا کر دیا تھا۔ جیسے روزہ جس کا رکھنا ایک اچھا عمل اور ثواب کا کام ہے، لیکن کسی سے بات نہ کرنا لغو اور بے کار چیز ہے، بلکہ گناہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الکفارات، باب من خلط فی نذرہ طاعۃ بمعصیۃ، رقم: ۲۱۳۶

Marfat.com

نے بری باتوں کو ختم کر دیا، اور اچھی بات کے پورا کرنے کا حکم دیا۔"

خود کو رسی سے باندھ کے طواف کرنے والا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُ إِنْسَانًا بِخِزَامَةٍ فِي أَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ. (۱)

"نبی کریم ﷺ گزرے تو ایک شخص اس طرح کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ دوسرا شخص اس کی ناک میں رسی باندھ کر اس کے آگے سے اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے وہ رسی اپنے ہاتھ سے کاٹ دی، پھر حکم دیا کہ وہ ہاتھ سے اس کی رہنمائی کرے۔"

ایسا ہی ایک واقعہ سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ: فَقَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ (۲)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان (سہارا لے کر) چلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کے متعلق پوچھا، لوگوں نے بتایا: اس نے (خانہ کعبہ) پیدل جانے کی نذر مانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے" آپ نے حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر جائے۔"

سوچنا چاہیے ان لوگوں کو جو پانی میں کھڑے ہو کر عبادت کرنا، عبادت کی معراج سمجھتے ہیں۔ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں، ننگے پاؤں پیدل حج کے لیے جانا، خود کو لوہے کی زنجیروں سے باندھ کے عبادت کے لیے نکلنا اپنے آپ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے۔ یاد رکھیے! جو عبادت بھی طریقہ نبوی ﷺ سے ہٹ کر ہو گی عند اللہ مقبول

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النذر والایمان، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیة، رقم: ۶۷۰۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان فى معصية، رقم: ۳۳۰۱

Marfat.com

نہیں ہوگی خواہ اس میں کتنی ہی جان کیوں نہ ماری جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ○ تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً ○ (۱)

''وہ عمل کرنے والے ہیں، تھکا دینے والے لیکن وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جائیں گے۔''

تھکا دینے کا مطلب عبادت میں اپنی جان مار کے خود کو توڑ پھوڑ دینا ہے اور یہ ایسی عبادات ہیں جو شریعت سے ہٹ کے اپنی سوچ اور ذہن سے تراشی ہوئی ہیں۔ اسلام ایک پروقار دین ہے اور اس میں عبادت کا طریقہ بھی پروقار ہے اور اسلام میں کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس میں جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے اور جو لوگ اپنی وضع کردہ عبادات میں خود کو تختہ مشق بناتے ہیں ان کی ایسی عبادات قیامت کے روز ان کے لیے شرمندگی کا باعث بن جائیں گی۔

عبادات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَأْثَمْ، فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ، كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ، وَاللّٰهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ، حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللّٰهِ، فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ. (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ہی کو پسند کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں کسی سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

شرعی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہولت اور آسانی کو اختیار فرمایا ہے اگر کسی امر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باتوں کا اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسانی والے راستے کا انتخاب

۱۔ الغاشیۃ: ۳، ۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود والانتقام لحرمات اللہ، رقم: ۶۷۸۶

Marfat.com

فرمایا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی زندگی کائنات بھر کے لوگوں کے لیے نمونہ تھی۔ اگر آپ ﷺ مشکل راستے کا انتخاب فرماتے تو تمام لوگوں کے لیے تنگی پیدا ہو جاتی۔ پس آپ ﷺ نے آسانی کو اختیار فرمایا تاکہ امت کے لیے نرمی اور سہولت کا دروازہ کھلا رہے۔

ثواب کے پیش نظر بعض چیزوں میں آپ ﷺ کی خواہش ہوتی تھی کہ یہ عمل یوں ہونا چاہیے لیکن لوگوں کی آسانی کے لیے آپ ﷺ اس عمل کو ایسے مقام پر رکھتے جہاں لوگوں کے لیے تنگی نہ ہو۔ مثلاً آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کسی بھی جہادی لشکر سے پیچھے نہ رہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے بعض جہادی لشکر روانہ فرمائے تو خود ساتھ تشریف نہیں لے گئے اس لیے کہ اگر آپ ﷺ نکلتے تو سب لوگ ہی اس لشکر میں شامل ہونا اپنی خصوصی سعادت سمجھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي، أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ۔ (۱)

”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفروشی کے لیے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔“

آپ ﷺ کی یہ بھی خواہش تھی کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کو لازمی قرار دے دیں۔ لیکن عوامی مشقت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اسے لازم قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان، رقم: ۳۶

Marfat.com

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ. (۱)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی چاہتے تھے نمازِ عشاء کو تاخیر سے ادا کریں۔ لیکن دن بھر کے کام کاج سے تھکے لوگوں کے آرام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں تخفیف رکھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَادَى: الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمَاءُ يَقْطُرُ مِنْ رَأْسِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ الْوَقْتُ، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي. (۲)

''ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء میں تاخیر کی یہاں تک کہ رات کا (ایک حصہ) گزر گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور آواز دی: اللہ کے رسول! صلاۃ! عورتیں اور بچے سو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے، آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، اور آپ فرما رہے تھے: یہی (مناسب اور پسندیدہ) وقت ہے، اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا (تو انہیں اسی وقت پڑھنے کا حکم دیتا)۔''

ابن ماجہ کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ. (۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا، تو میں انہیں عشاء کی نماز میں دیر کرنے کا حکم دیتا۔''

ان روایات میں درس ہے ان لوگوں کے لیے جو بیمار اور کمزور لوگوں کو نظر انداز کر کے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ، رقم: ۸۸۷

۲۔ صحیح سنن نسائی للالبانی، کتاب المواقیت باب مایستحب من تاخیر العشاء، رقم: ۵۳۲

۳۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الصلاۃ، باب وقت صلاۃ المغرب، رقم: ۶۹۱

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی رخصتوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اسے وہ اپنے تقویٰ کا معیار سمجھتے ہیں۔ غور فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کے متقی کون ہو سکتا ہے؟ دنیا کے تمام متقین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردِ راہ کو بھی نہیں چھو سکتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں پر مشقت ڈالنے سے گریز فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ نماز تراویح جیسی عظیم نفلی عبادت جس پر گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چند راتوں مسجد میں باجماعت ادا فرمایا اور اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش کے باوجود انہیں گھروں میں ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ ان پر یہ فرض نہ کر دی جائے، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

احْتَجَرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً أَوْ حَصِيرًا، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّي فِيهَا فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَاءُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، ثُمَّ جَاءُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ.(1)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی شاخوں یا بوریئے سے ایک مکان چھوٹے سے حجرے کی طرح بنا لیا تھا۔ وہاں آ کر آپ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے، چند لوگ بھی وہاں آ گئے اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر سب لوگ دوسری رات بھی آ گئے اور ٹھہرے رہے لیکن آپ گھر ہی میں رہے اور باہر ان کے پاس تشریف نہیں لائے۔ لوگ آواز بلند کرنے لگے اور دروازے پر کنکریاں ماریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ یہ نماز پڑھتے رہو تاکہ تم پر فرض ہو جائے دیکھو تم نفل نمازیں اپنے گھروں میں ہی پڑھا کرو۔ کیونکہ فرض نمازوں کے سوا آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔“

مذکورہ حدیث پر غور فرمائیں، یہاں لوگ رمضان کی راتوں کے باجماعت قیام کی خواہش کر رہے ہیں اور ہجوم کی صورت میں ہیں۔ جبکہ متقین کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر شفقت فرماتے ہوئے ان کے لیے آسانی کا سوچ رہے ہیں اور جس جگہ لوگ تھکاوٹ اور کمزوری کے پیش نظر

1۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ، رقم: ٦١١٣

Marfat.com

تخفیف کی خواہش رکھتے ہوں اور بندہ انہیں بدعمل قرار دے کر تخفیف دینے کے لیے تیار نہ ہو ایسے آدمی کو اپنے عمل پر غور کرنا چاہیے اور یہ بات واضح رہے کہ تخفیف بھی ان امور میں دی جاتی ہے جہاں شریعت کی طرف سے تخفیف کی گنجائش ہو۔

فرضی نماز میں والدہ کا خیال

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ[1]

''میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی کر دیتا ہوں، کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔''

یہی حدیث امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں درج فرما کے اس پر باب قائم کیا ہے اَلْإِمَامُ يُخَفِّفُ الصَّلَاةَ إِذَا حَدَثَ أَمْرٌ ''دورانِ نماز کسی امر کے پیش آ جانے پر امام نماز کو ہلکا کر سکتا ہے۔'' جیسے سخت گرمی کے موسم میں اچانک بجلی کا بند ہو جانا، دورانِ نماز بارش یا آندھی کا آ جانا ایسے دیگر اور امور کے پیش نظر نماز کو مناسب حد تک ہلکا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا[2]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے فرمایا:

مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.[3]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من أخف الصلاۃ عند بکاء الصبی، رقم: ۷۰۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ایجاز فی الصلاۃ واکمالها، رقم: ۷۰۶

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی، رقم: ۷۰۸

Marfat.com

''نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ ﷺ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کبھی ہلکی نماز بھی پڑھا دیا کرتے تھے لیکن وہ کامل ترین نماز ہوتی۔ پس کمزوروں کا خیال کرتے ہوئے اور نماز میں کسی امر کے پیش آجانے پر نماز کو اتنا مختصر کیا جا سکتا ہے جس میں رکوع و سجود مکمل ہوں، نماز کا خشوع و خضوع برقرار رہے اور نماز کی کیفیت خراب نہ ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نبی ﷺ کی حیات پاک سے آسانیوں کا مشاہدہ کر چکے تھے علم و عمل میں ممتاز ہونے کے باوجود عبادت میں تشدد کے قائل نہیں تھے۔ جہاں تک شریعت نے گنجائش رکھی ہے بوقت ضرورت وہاں تک آسانی پر عمل کر لیا کرتے تھے اور آسانی پر عمل کرنے کو کوئی تقویٰ کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ درج ذیل روایت اس امر کے سمجھنے میں کافی ہے حضرت ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُورِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَثَمَانِيَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلَى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.(1)

''ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر

1۔ صحیح بخاری، ابواب العمل فی الصلاۃ، باب اذا انفلتت الدابۃ فی الصلاۃ، رقم: 1211

Marfat.com

بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس شیخ کا ناس کر۔ جب وہ شیخ واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شرکت کی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسانیوں کو دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.[1]

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے لوگ روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزے دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔"

صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نماز کے دوران اپنی سواری کو بھاگنے سے روکا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر روزہ رکھنے والے چھوڑنے والے پر اور چھوڑنے والے رکھنے والے پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ دورانِ سفر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں طرح جائز ہے۔ جس نے رخصت کو استعمال کر لیا اس نے بھی اچھا کیا اور جس نے اپنی جسمانی قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے روزہ رکھ لیا اس نے بھی اچھا کیا۔ پس عبادت میں رخصت پر عمل کرنے والا بھی درست ہے اور جو جائز امر کو اختیار کر لیتا ہے وہ بھی درست ہے۔ ہاں یہ درست نہیں ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنائے۔

۱۔ صحيح بخارى، كتاب الصوم، باب لم يعب اصحاب النبى ﷺ بعضهم بعضا فى الصوم والافطار، رقم: ۱۹۴۷

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسندیدہ عمل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاعْلَمُوا أَنْ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَأَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ. (۱)

''درمیانی چال اختیار کرو اور میانہ عمل کرتے رہو، تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں داخل کر سکے گا، میرے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہیشگی کی جائے خواہ وہ عمل کم ہی کیوں نہ ہو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور حدیث میں ہے:

سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: أَدْوَمُهَا، وَإِنْ قَلَّ، وَقَالَ: اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ. (۲)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا کہ جس پر ہیشگی کی جائے، خواہ وہ تھوڑا ہی ہو اور فرمایا نیک کام کرنے میں اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ جتنی طاقت رکھتے ہو (جو ہمیشہ نبھ سکے)۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہیشگی ہو۔ اگرچہ وہ کم ہو یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہے۔ یہ عمل کرنے میں بندے کو اتنی مشقت اٹھانی چاہیے جتنی اس میں قوت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسا ہی عمل پسند تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. (۳)

''عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، رقم: ۶۴۶۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة، رقم: ۶۴۶۵

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، رقم: ۱۹۷۰

Marfat.com

تھکتا۔تم خود ہی (عمل کرتے) اکتا جاؤ گے۔ نبی کریم ﷺ اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔"

جس عمل میں اعتدال نہ ہو اس پر دوام نہیں رہتا۔ اس لیے کہ بے اعتدالی بندے کو تھکا دیتی ہے۔ ایک دن ڈھیروں نوافل پڑھ لینا اور پھر مہینوں اس عمل کو ترک کیے رکھنا بے اعتدالی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَاعَبْدَ اللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ [1]

"اے عبداللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات کو عبادت کیا کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دی۔"

عبادات ہوں یا دنیاوی معاملات، معاشرہ ہو یا معاشرت، اعتدال کا راستہ آسانی اور کامیابی کی ضمانت ہے اس لیے اسلام نے میانہ روی کو پسند کیا اور اسے اختیار کرنے کا حکم بھی دیا اور یہی طریقہ نبوی ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب مایکره من ترک قیام اللیل لمن کان یقومه، رقم: ۱۱۵۲

Marfat.com

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کے عبادت کرنے والوں پر غصہ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الْبَابِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُصْبِحُ جُنُبًا وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَأَنَا أُصْبِحُ جُنُبًا وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، فَأَغْتَسِلُ وَأَصُومُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا، قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّبِعُ. (1)

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: اللہ کے رسول! میں جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہوں اور روزہ رکھنا چاہتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہوں اور روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں پھر غسل کرتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر رکھے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں آ گئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور مجھے کیا کرنا ہے اس بات کو بھی تم سے زیادہ جانتا ہوں۔''

اس صحابی کے کہنے کا مطلب تھا کہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ آپ ایسی کیفیت میں روزہ رکھ بھی لیں تو کچھ قباحت نہیں ہوگی۔ لیکن ہم چونکہ آپ جیسے نہیں ہیں، یعنی نبی ہیں نہ ہمارے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے گئے ہیں سو ہم اگر ایسا کریں گے تو ہماری پکڑ ہو سکتی ہے۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی بات دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کا ایک مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کے عبادت کرنی چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کے پرہیزگاری اختیار کرنی چاہیے تو ہماری نجات ہوگی اور یہ بہت سنگین سوچ ہے۔ اس

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الصیام، باب فیمن أصبح جنبا فی شهر رمضان، رقم: ۲۳۸۹

Marfat.com

لیے کہ صحیح عبادت بلکہ عبادت کی معراج یہ ہے کہ وہ طریقہ مصطفوی ﷺ کے مطابق ہو اور وہ عبادت درحقیقت عبادت ہی نہیں ہے جو نبی ﷺ کے طریقہ وعمل سے ہٹ کے ہو۔ ایسی ہی ایک روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا، فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (۱)

تین آدمی نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ فمن رغب عن سنتي فليس مني میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

بظاہر ان تینوں افراد کے اعمال نیکی والے دکھائی دیتے ہیں۔ عمر بھر کے لیے رات کی نیند ترک کر دینا اور راتوں کا قیام اختیار کر لینا نفس کے خلاف بہت بڑا جہاد دکھائی دیتا ہے۔ زندگی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم: ۵۰۶۳

Marfat.com

بھر کے لیے شادی نہ کرنا اور خود کو عبادت کے لیے وقف کر دینا اور عمر بھر کے لیے لذات کو ترک کر کے نفلی روزے کی عادت اپنا لینا ایک عظیم مجاہدہ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ عبادت اسوہ نبوی ﷺ کے مطابق نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا کہ ایسی عبادات کے ذریعہ مقام و مرتبہ بڑھنا تو دور کی بات ہے ایسے آدمی کا مجھ سے رشتہ ہی نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ وہ میرا طریقہ چھوڑ کے عبادت کرنا چاہتا ہے۔

عبادت میں سنت کی اہمیت

عبادت اگر سنتِ رسول ﷺ کے مطابق نہ ہوئی تو اس کا ذرا مول نہیں پڑے گا بلکہ وہ عبادت جس میں سنت کی خلاف ورزی ہوئی صاحب عبادت کو لے ڈوبے گی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ، وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا، لَيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ وَأَنَا أُحَدِّثُهُمْ هَذَا، فَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْتَ سَهْلًا، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ يَزِيدُ فِيهِ، قَالَ: إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي.(۱)

''میں حوض کوثر پر تم سے پہلے ہوں گا جو وہاں پہنچے گا تو اس کا پانی پیئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا۔ ابو حازم نے بیان کیا کہ نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا کہ میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا تو نے سہل رضی اللہ عنہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی۔ ابو سعید اس میں اتنا بڑھاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں (یعنی میرے اُمتی ہیں۔ ان کے اور میرے مابین پردہ کیوں؟) نبی کریم ﷺ سے اس وقت

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی و اتقوا فتنۃ لا تصیبن، رقم: ۷۰۵۰

Marfat.com

کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے (دین میں) کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ میں کہوں گا کہ دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ، وَاللهِ قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، قُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ، وَاللهِ قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ.(1)

''میں (حوض پر) کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور جب میں انہیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ۔ میں کہوں گا کہ کدھر؟ وہ کہے گا کہ واللہ جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں (دین سے) لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انہیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ۔ میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا، اللہ کی قسم! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ فرشتہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔''

یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ کر عبادت کی، کیسے بدنصیب لوگ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکانے اور راتوں کو نوافل ادا کرنے اور گڑگڑانے کے باوجود دوزخ کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔ درحقیقت عبادت میں طریقہ نبوی کو روح کی حیثیت حاصل ہے۔ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے جسم میں باقی سارے اعضاء موجود ہوتے ہیں، دل، دماغ، آنکھیں اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سب موجود

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: ۶۵۸۷

Marfat.com

ہوتے ہیں لیکن اب وہ کام نہیں کرتے کہ مردہ ہو چکے ہیں۔ روح کے بغیر جسم کچھ دیر تک پڑا رہے تو متعفن ہو جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی ایک مسلمان اگر اپنی عبادت سے اطاعت مصطفی ﷺ کو نکال دے تو وہ عبادت مردہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس عبادت میں رکوع، سجدے، حج، زکاتیں سب موجود ہیں لیکن روح موجود نہیں ہے جیسے روح کے بغیر جسم ناکارہ ہو جاتا ہے ایسے ہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر عبادت ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَأْبَى ؟، قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. (1)

''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔" صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

جنت ایک محل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس دعوت کے داعی ہیں جس نے اس داعی کی دعوت کو قبول کر کے دعوت تک جانے کے لیے داعی کا بتایا ہوا راستہ اختیار کیا وہ جنت میں جائے گا اور دعوت کے مزے اڑائے گا اور جس نے اس داعی کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر اپنا کوئی راستہ اختیار کیا وہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا۔ کبھی بھی جنت کی دعوت تک نہیں پہنچ پائے گا اور اس کا اپنا تراشا ہوا راستہ اسے جہنم تک تو لے جا سکتا ہے، جنت تک نہیں۔ جنت میں صرف اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب داعی کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی بات ایک مثال دے کر سمجھائی ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا، فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۰

Marfat.com

وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، فَقَالُوا: أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ، فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ (1)

''فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سورہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (نبی کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سورہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سورہی ہے اور دل بیدار ہے۔انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوگیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا، پھر انہوں نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سورہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں، پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں کے درمیانی فرق کرنے والے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرنے سے اُمت کا اتحاد بھی متاثر ہوتا ہے۔اس لیے کہ جب راستہ ایک ہو تو اختلاف نہیں ہوتا اور جب راستے الگ الگ ہو جائیں تب اتحاد نہیں رہتا۔ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ اختلاف کے موقع پر بھی سنت رسول ﷺ کو مت چھوڑے اور ادھر ادھر جانے والے سب راستوں سے آنکھیں بند کر کے

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۱

Marfat.com

سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر گامزن رہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (1)

ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اور عبادت کے لیے اپنا طریقہ نکالنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مٹتے ہوئے طریقے کو زندہ کرنا اور پھر اس راستے پر چلنا ثواب میں کہیں بڑھ کر ہے اور اپنا طریقہ نکالنا بدعت اور گمراہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ أَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷

Marfat.com

أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا. (۱)

"جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کیا، اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، اور اس سے عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اور جس کسی نے کوئی بدعت ایجاد کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے بھی اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا، اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔"

سنت رسول ﷺ کے مقابلہ میں عبادت کا کوئی بھی طریقہ جو بظاہر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو قابل مذمت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے آدمی سے برسر عام ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیتے جو سنت رسول ﷺ کے منافی عمل کرتا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَثَمَّ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، أَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَوَقَارًا، وَمِنْهُ ضَعْفًا، فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ، وَأَعَادَ بُشَيْرٌ الْكَلَامَ، قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَقَالَ: أَلَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتُحَدِّثُنِي عَنْ كُتُبِكَ، قَالَ: قُلْنَا: يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِيهٍ إِيهٍ. (۲)

"ہم عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہاں بشیر بن کعب بھی تھے تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "حیاء مکمل خیر ہے یا کہا حیاء مکمل کی مکمل خیر ہے، اس پر بشیر بن کعب نے کہا: ہم بعض کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ حیاء میں سے کچھ تو سکینت اور وقار ہے، اور کچھ ضعف وناتوانی، یہ سن کر عمران نے حدیث دہرائی تو بشیر نے پھر اپنی بات دہرائی اس پر عمران رضی اللہ عنہ غصہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، اور بولے: میں تم سے حدیث رسول ﷺ بیان کر رہا ہوں، اور تم اپنی کتابوں کے بارے میں مجھ سے بیان کرتے

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب من احیا سنۃ قد امیتت، رقم: ۲۰۹

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی الحیاء، رقم: ۴۷۹۶

Marfat.com

ہو۔ابوقتادہ کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے ابونجید (عمران کی کنیت ہے) چھوڑیئے جانے دیجیے۔"

☆ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمن بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا:

انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: {وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا}(۱) ۔

"اس خبیث کو دیکھو جو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب لوگوں نے تجارت اور کھیل کا سامان دیکھا تو اس طرف بھاگ نکلے (اے نبی ﷺ!) اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔"

☆ حضرت حارث بن عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا:

عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ تَحِيضُ، قَالَ: لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ، قَالَ: فَقَالَ الْحَارِثُ: كَذَلِكَ أَفْتَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ، سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِكَيْ مَا أُخَالِفَ.(۲)

"وہ عورت جو یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف (افاضہ) کر چکی ہو، پھر اسے حیض آ گیا ہو؟ انہوں نے کہا: وہ آخری طواف (طواف وداع) کر کے جائے (یعنی: طواف وداع کا انتظار کرے)، حارث نے کہا: اسی طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھی بتایا تھا، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے دونوں ہاتھ گر جائیں۔تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جسے تم رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکے تھے تاکہ میں اس کے خلاف بیان کروں۔"

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کنکریاں اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہا ہے تو انہوں نے اسے کہا

لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ، وَقَالَ:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب في قوله تعالى وإذا رأوا تجارة أو لهوا، رقم: ۸۶۴

۲۔ صحیح۔سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب المناسک، باب الحائض تخرج بعد الافاضة، رقم: ۲۰۰۴

Marfat.com

إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ، وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ، وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ، ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ، فَقَالَ لَهُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ، وَأَنْتَ تَخْذِفُ، لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا. (۱)

''کنکری نہ پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے یا (انہوں نے بیان کیا کہ) نبی کریم ﷺ کنکری پھینکنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور کہا کہ اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے البتہ یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔ اس کے بعد بھی انہوں نے اس شخص کو کنکریاں پھینکتے دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث تمہیں سنا رہا ہوں کہ آپ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا یا کنکری پھینکنے کو ناپسند کیا اور تم اب بھی پھینکے جا رہے ہو، میں تم سے اتنے دنوں تک کلام نہیں کروں گا۔''

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ کنکریاں پھینکنے والا ان کا بھتیجا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنت کے منافی عمل انتہائی ناگوار گزرتا تھا خواہ ایسا عمل کرنے والا ان کا سگا عزیز ہی کیوں نہ ہوتا اور ان کی کوشش ہوتی کہ وہ پورا پورا سنت کے مطابق عمل کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ. (۲)

''اللہ کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد انہوں نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا: اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا: جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔''

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف والبندقة، رقم: ۵۴۷۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة، رقم: ۱۶۰۵

Marfat.com

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود پہ
ورنہ ہم مسلمانوں کا کیا رکھا ہے اس پتھر میں

سنت کی پاسداری کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوران نماز اپنے جوتوں کو اس وجہ سے اُتار دیا کہ انہیں نجاست لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ عمل دیکھا تو ان سب نے بھی جوتے اُتار دیے۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ؟ قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السلام أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا، أَوْ قَالَ: أَذًى، وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ، فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا. (۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتوں کو اتار کر انہیں اپنی بائیں جانب رکھ لیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں) انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار لیے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا: "تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار لیے؟"، ان لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار لیے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے"۔ اور فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ اپنے جوتے دیکھ لے اگر ان میں نجاست لگی ہوئی نظر آئے تو اسے زمین پر رگڑ دے اور ان میں نماز پڑھ لے"۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے صاف صاف فرما دیا تھا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ (۲)

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی النعل، رقم: ۶۵۰
۲۔ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۰۹۳

Marfat.com

"میں کسی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کیا کرتے تھے اس لیے کہ مجھے ڈر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (قول وفعل میں سے) کچھ بھی چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا اتباع نہیں نافرمانی ہے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ، فَبَلَغَهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنَ الْمَاءِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، فَأَفْطَرَ بَعْضُ النَّاسِ وَصَامَ بَعْضٌ فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا، فَقَالَ: أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ. (1)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف نکلے، تو آپ نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ آپ کراع الغمیم پر پہنچے، لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو گیا ہے، آپ نے عصر کے بعد پانی سے بھرا ہوا پیالہ منگوایا، پھر پانی پیا، اور لوگ دیکھ رہے تھے، تو (آپ کو دیکھ کر) بعض لوگوں نے روزہ ختم کر دیا، اور بعض نے روزہ جاری رکھا، آپ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہی لوگ نافرمان ہیں۔"

روزہ رکھنا نیکی اور عبادت ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار کر لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسے ختم کر لینے کی خواہش رکھی پھر روزہ رکھنا عبادت نہیں بلکہ کھول لینا عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پرہیز گاری کی کوشش بندے کو اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال دیتی ہے اور اس دائرہ سے باہر نکلنا ہی نافرمانی ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے روزہ کھول لینے کے باوجود جن لوگوں نے ابھی روزہ رکھا ہوا ہے وہ نافرمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں رخصت دی ہے وہاں رخصت پر عمل کرنا اطاعت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ، قَالُوا: إِنَّا لَسْنَا

1۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب الصیام، باب ذکر اسم الرجل، رقم: ۲۲۶۳

Marfat.com

كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا. (۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معصوم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لیے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کرنے کا حکم فرمائیے) (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ خفگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں۔ (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کر سکتے)۔"

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام میں لوگوں کو رخصت دی لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ، فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً. (۲)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے دی لیکن کچھ لوگوں نے اس کا نہ کرنا اچھا جانا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد کے بعد فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، جو میں کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں اللہ کو ان سب سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔"

ثابت ہوا کہ پرہیزگاری بھی وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو۔ اطاعت میں قدم سے آگے قدم بڑھانا بھی نافرمانی ہے اور پیچھے اٹھنے والے قدم کو روک لینا بھی نافرمانی ہے۔ اتباع نام ہی اس چیز کا ہے کہ قدم رہے بھی پیچھے اور اطاعت میں چلتا بھی رہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ، رقم: ۲۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجہ الناس بالعتاب، رقم: ۶۱۰۱

Marfat.com

ریشمی لباس پہننے والے پر غصہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي (۱)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک ریشمی حلہ ہدیہ میں دیا تو میں نے اسے پہن لیا۔ لیکن جب غصے کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک پر دیکھے تو اسے اپنی عورتوں میں پھاڑ کر تقسیم کر دیا۔"

غصے کی وجہ

مرد حضرات ریشمی لباس نہیں پہن سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ریشمی لباس زیب تن کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ریشمی جبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خود پہننے کے لیے نہیں دیا گیا تھا بلکہ وہ اس مقصد کے لیے تھا کہ وہ اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لیں یا خواتین کو دے دیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دفعہ ایک ریشمی جبہ عنایت فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تم اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَعْ هَذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تَبِيعُهَا أَوْ تُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هدية مايكره لبسها، رقم: ۲۶۱۴

۲۔ صحیح بخاری، ابواب العيدين، باب فی العيدين والتجمل فيه، رقم: ۹۴۸

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا جبہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لیے اسے پہن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کے پاس ایک ریشمی جبہ تحفہ میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اس کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر آپ نے یہ میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ تیرے پہننے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔

ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے

مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا درست نہیں۔ ہاں خواتین ریشمی لباس زیب تن کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اوپر بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ریشمی جبہ اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَأَخَذَ ذَهَبًا، فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم لے کر اسے اپنے داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونا لے کر اسے بائیں ہاتھ میں رکھا، پھر فرمایا: "یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں"۔

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزَّ وَالْحَرِيرَ، وَذَكَرَ كَلَامًا، قَالَ: يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخَرُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۲)

میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو خز اور حریر (ریشم) کو حلال کر لیں گے پھر کچھ اور ذکر کیا، فرمایا: "ان میں سے کچھ قیامت تک کے لیے بندر بنا دیئے جائیں گے اور کچھ سور"

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، رقم: ۴۰۵۷

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، رقم: ۴۰۳۹

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ روایت میں ریشمی لباس کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی گزرا کہ یہ اس آدمی کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

ریشمی لباس پہننے کی چند صورتیں

مرد حضرات کو درج ذیل چند صورتوں میں ریشم پہننے کی اجازت دی گئی ہے

۱۔ کسی جسمانی مرض میں ریشم پہننے سے افاقہ ہوتا ہو تو بیماری کے ختم ہونے تک ریشم پہنا جا سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيصٍ مِنْ حَرِيرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کے مرض کی وجہ سے ریشمی کرتہ پہننے کی اجازت دی تھی، جو ان دونوں کو لاحق ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم يَعْنِي الْقَمْلَ، فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ[۲]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ریشمی کپڑے کے استعمال کی اجازت دے دی، پھر میں نے جہاد میں انہیں ریشمی کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

۲۔ دو انگلیوں کے برابر ریشم پہننے کی اجازت ہے۔ حضرت ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھ کر بھیجا اس وقت ہم آذربائیجان کے ملک میں تھے

يَا عُتْبَةُ بْنَ فَرْقَدٍ، إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ فِي رِحَالِهِمْ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِي رَحْلِكَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ، وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ، وَلَبُوسَ الْحَرِيرِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم نَهَى عَنْ لَبُوسِ الْحَرِيرِ، قَالَ: إِلَّا هَكَذَا، وَرَفَعَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ وَضَمَّهُمَا[۳]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحریر فی الحرب، رقم: ۲۹۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحریر فی الحرب، رقم: ۲۹۲۰

۳۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذہب والفضۃ، رقم: ۲۰۶۹

Marfat.com

''اے عتبہ بن فرقد! یہ مال جو تیرے پاس ہے نہ تیرا کمایا ہوا ہے نہ تیرے باپ کا ہے نہ تیری ماں کا پس تو مسلمان کو ان کے ٹھکانے میں سیر کر جس طرح تو اپنے ٹھکانے میں سیر ہوتا ہے اور تم عیش کرنے، مشرکوں کی وضع اختیار کرنے اور ریشمی کپڑا پہننے سے بچو بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے ہاں مگر اتنا سا (پہننے کی اجازت دی) اور (یہ کہتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کو اٹھایا اور ان کو ملایا۔''

سنن نسائی کی روایت میں ہے حضرت ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ، فَجَاءَ كِتَابُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ إِلَّا مَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا هٰكَذَا، وَقَالَ أَبُو عُثْمَانَ: بِأُصْبُعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ، فَرَأَيْتُهُمَا أَزْرَارَ الطَّيَالِسَةِ حَتّٰى رَأَيْتُ الطَّيَالِسَةَ (۱)

ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ریشم تو وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں مگر اتنا''، ابوعثمان نے انگوٹھے کے پاس والی اپنی دونوں انگلیوں کے اشارے سے کہا، میں نے دیکھا وہ طیلسان کے کپڑوں کے چند بٹن تھے، یہاں تک کہ میں نے طیلسان کا کپڑا بھی دیکھا۔

اس روایت میں بھی دو انگلیوں کے بقدر ریشم پہننے کی رخصت کا ذکر ہے۔ جبکہ نسائی کی ہی ایک روایت میں چار انگلیوں تک ریشم پہننے کی رخصت کا بیان ہے۔ حضرت سوید بن غفلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

أَنَّهُ لَمْ يُرَخِّصْ فِي الدِّيبَاجِ إِلَّا مَوْضِعَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ (۲)

''دیباج یعنی موٹے ریشم میں صرف چار انگلیوں تک ریشم پہننے کی اجازت دی گئی ہے۔''

پس چار انگلیوں کے بقدر ریشم اگر پورے لباس میں استعمال ہوا ہو تو اس کی اجازت ہے خواہ وہ پورے لباس میں کہیں کہیں دھاریوں کی صورت میں ہو یا ایک جگہ۔

۳۔ دامن اور گریبان پر معمولی حد تک ریشم لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایسا جبہ استعمال

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الرخصۃ فی لبس الحریر، رقم: ۵۳۱۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الرخصۃ فی لبس الحریر، رقم: ۵۳۱۳

Marfat.com

کیا ہے جس کے گریبان اور دامن پر ریشم لگا ہوا تھا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَتْنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَتْ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثَةً: الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ، وَمِيثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ، وَصَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ؟ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، فَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَمُ مِنْهُ، وَأَمَّا مِيثَرَةُ الْأُرْجُوَانِ، فَهَذِهِ مِيثَرَةُ عَبْدِ اللهِ، فَإِذَا هِيَ أُرْجُوَانٌ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَسْمَاءَ فَخَبَّرْتُهَا، فَقَالَتْ: هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ، وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ، فَقَالَتْ: هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا(1)

مجھے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا یہ پوچھنے کیلئے کہ تم تین چیزوں کو حرام کہتے ہو، ایک اس کپڑے کو جس میں ریشمی نقش ہوں، دوسرے ارجوان (یعنی سرخ) زین پوش کو اور تیسرے تمام رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کو، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رجب کے روزوں کو کون حرام کہے گا؟ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے گا (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ روزہ علاوہ عیدین اور ایام تشریق کے رکھتے تھے اور ان کا موقف یہی ہے کہ صوم دہر مکروہ نہیں ہے)۔ اور کپڑے کے ریشمی نقوش کا آپ نے ذکر کیا ہے تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حریر (ریشم) وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نقشی کپڑا بھی حریر (ریشم) نہ ہو اور ارجوانی زین پوش، تو خود عبداللہ کا زین پوش ارجوانی ہے۔ یہ سب میں نے جا کر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ جبہ موجود ہے، پھر انہوں نے طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کے گریبان پر ریشم لگا ہوا تھا اور دامن بھی ریشمی تھے۔ سیدہ اسماء

1۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذھب و الفضۃ، رقم: ۲۰۶۹

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ جبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہوگئیں تو یہ جبہ میں نے لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو شفاء کے لئے پلاتے ہیں (سنجاف حریر یعنی دامن پر ریشم کی پٹی چار انگلی تک درست ہے، اس سے زیادہ حرام ہے)۔

مردوں کا لباس

مردوں کے لیے لباس میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

ا۔ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اتنا حصہ چھپانا مرد کے لیے واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرْ إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ[1]

"جب کوئی شخص اپنے غلام یا مزدور کی شادی کر دے تو پھر وہ اسکی ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر نہ دیکھے"۔

یہی روایت مسند احمد میں ان الفاظ سے مذکور ہے:

وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهِ، فَإِنَّ مَا أَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهِ[2]

''جب تم میں سے کوئی اپنے غلام یا ملازم کا نکاح کرے پھر وہ اس کے ستر سے کچھ نہ دیکھے اور اس کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کی جگہ اس کا ستر ہے۔''

اور دورانِ نماز مردوں کے لیے کندھوں کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ[3]

ا۔ حسن۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الصلاۃ، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ، رقم: ۴۹۶

۲۔ حسن۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط ۲۶۹/۱۱، رقم: ۶۷۵۶

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ، رقم: ۳۵۹

Marfat.com

''کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہیں پڑھنی چاہیے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔''

۲۔ مرد لباس میں قمیص، عمامہ، شلوار، تہبند وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ مَايَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ، قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ (۱)

''ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! محرم کس طرح کا کپڑا پہنے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنو، نہ عمامے، نہ پاجامے، نہ برنس اور نہ موزے البتہ اگر کسی کو چپل نہ ملے تو وہ (چمڑے کے) موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر انہیں پہن سکتا ہے۔''

یعنی حالت احرام میں یہ چیزیں نہیں پہنی جائیں گی اور اگر محرم نہ ہو تو یہ تمام چیزیں وہ استعمال کر سکتا ہے۔

قمیص کا پہننا آپ ﷺ کو زیادہ پسند تھا۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيصُ (۲)

''کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔''

۳۔ آپ ﷺ نے لباس کے اوپر قبا کو بھی استعمال فرمایا ہے۔ قبا گرمیوں میں لباس کے اوپر پہنی جانے والی اوورکوٹ کے مثل ایک چیز ہے۔ اہل عرب اسے عام استعمال کرتے ہیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ، انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: خَبَأْنَا هٰذَا لَكَ، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرانس، رقم: ۵۸۰۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص، رقم: ۴۰۲۵

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضھا، باب کیف یقبض العبد والمتاع، رقم: ۲۵۹۹

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند قبائیں تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس میں سے ایک بھی نہیں دی۔ انہوں نے (مجھ سے) کہا، بیٹے چلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اندر جاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کرو کہ میں آپ کا منتظر کھڑا ہوا ہوں، چنانچہ میں اندر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلا لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت اُن قباؤں میں سے ایک قباء پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا رکھی تھی، لو اب یہ تمہاری ہے۔ مسور نے بیان کیا کہ (میرے والد) مخرمہ رضی اللہ عنہ نے قباء کی طرف دیکھا۔ تو "مخرمہ! خوش ہو گئے؟"

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونی جبہ بھی استعمال فرمایا۔ یہ شامی جبہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سردیوں میں استعمال کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انْطَلَقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ، فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَعَلَى خُفَّيْهِ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے پھر واپس آئے تو میں پانی لے کر حاضر تھا۔ آپ نے وضو کیا آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے، آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا پھر اپنی آستینیں چڑھانے لگے لیکن وہ تنگ تھیں اس لیے آپ نے اپنے ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکالے اور انہیں دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۔ مرد حضرات کے لیے زیادہ بیل بوٹوں والے اور کڑھائی والے لباس پہننا مناسب نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي خَمِيصَةٍ لَهُ لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَالَ: اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر، رقم: ۵۷۹۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا صلى في ثوب له اعلام ونظر الى علمها، رقم: ۳۷۳

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک نقشی چادر میں نماز پڑھی اور اس کے نقش و نگار پر نماز ہی میں ایک نظر ڈالی۔ پھر سلام پھیر کر فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کو واپس دے دو۔ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا اور ابوجہم سے سادہ چادر لیتے آؤ۔

لباس میں چار اہم ترین امور

مردوں اور عورتوں کے لیے لباس میں چار امور کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے:

۱۔ لباس ساتر ہونا چاہیے۔ مرد اور عورت ہر ایک کے لیے اپنے ستر کو چھپانا ضروری ہے۔ ایسا مختصر لباس پہننا جس میں پردہ نہ ہو روشن خیالی نہیں بلکہ جاہلیت کی یادگار ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ، تَقُولُ: الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ، قَالَ: فَنَزَلَتْ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [۱]

(ایام جاہلیت میں) عورت یہ شعر پڑھتے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتی تھی۔ الیوم یبدو بعضه أو كله وما بدا منه فلا أحله "آج کے دن جسم کا کل یا کچھ حصہ ظاہر ہو رہا ہے اور جو کچھ بھی ظاہر ہو رہا ہے میں اس کو مباح نہیں کر سکتی" (کہ لوگ اسے دیکھیں یا ہاتھ لگائیں) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پھر یہ آیت اتری: یا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد "اے بنی آدم! جس کسی بھی مسجد میں جاؤ اپنا لباس پہن لیا کرو" (الاعراف:۳۱)

مرد حضرات کو تو یہاں تک روک دیا ہے کہ اگر انہوں نے چادر کے نیچے کوئی اور لباس (جانگیا) وغیرہ نہ پہنا ہو تو اس طرح گوٹھ مار کر نہ بیٹھیں جس میں چادر کے کھل جانے کا احتمال ہو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ [۲]

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب مناسک الحج، باب قوله عزوجل خذوا زينتكم عند كل مسجد، رقم: ۲۹۵۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الاحتباء فی ثوب واحد، رقم: ۵۸۲۱

Marfat.com

''نبی کریم ﷺ نے دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا یہ کہ کوئی شخص ایک ہی کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلی کو ملا کر باندھ لے اور شرمگاہ پر کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور یہ کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اس طرح جسم پر لپیٹے کہ ایک طرف کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔''

شرعی طور پر ایسا مختصر لباس درست نہیں جو ساتر نہ ہو اور وہ فیشن بھی جائز نہیں ہے جس میں لباس، بدن کو چھپانے سے عاجز ہو اور وہ لباس بھی جائز نہیں ہے جو اتنا باریک ہو کہ جسم دکھائی دے یا اتنا تنگ ہو جس میں جسمانی خدوخال واضح ہوں۔ باریک یا اتنا تنگ لباس پہننے والی عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں قیامت کے دن بھی وہ یونہی برہنہ ہوں گی اور انہیں رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ. (۱)

''ایک رات نبی کریم ﷺ نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی۔''

۲۔ لباس میں دوسرا امر یہ ہے کہ مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ نہ ہو اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں۔

مردوں کا عورتوں کی طرح بولنا، نخرے اور ناز و ادا سے چلنا، عورتوں جیسے بھڑکیلے اور نقش و

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل، رقم: ۱۱۵

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم: ۵۸۸۵

Marfat.com

نگار والے لباس پہننا اسی طرح عورتوں کا مردوں کی طرح بال کٹوانا اور مردوں جیسا لباس پہننا ملعون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی فعل پر لعنت کرنا اس کی شدید کراہت کو ظاہر کرتا ہے اور ایسا کام کرنے والا ایک سنگین گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

۳۔ ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے جس سے تکبر کا اظہار ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ إِذْ خَسَفَ اللَّهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [1]

"(بنی اسرائیل میں) ایک شخص ایک جوڑا پہن کر کبر و غرور میں سرمست، سر کے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے اکڑ کر اتراتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اس میں دھنستا رہے گا۔"

لباس میں تکبر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اپنی چادر یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتے ہوئے چلنا تکبر ہے۔ جیسے مذکورہ روایت کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور اب وہ قیامت تک یوں ہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔"

درندوں کی کھال پہننا تکبر ہے کہ اس میں بندہ اپنی شان و شوکت اور تمول کا اظہار کرتا ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ، فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ، فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، رقم: ۵۷۸۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، رقم: ۳۴۸۵

Marfat.com

فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (۱)

''معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں۔''

ایک مسلمان کو ہر اس لباس کے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے جس کے پہننے سے خود پسندی کے جذبات پیدا ہونے کا خدشہ ہو اس لیے کہ خود پسندی بندے کو تکبر کی طرف لے جاتی ہے۔

۴۔ شہرت کا لباس پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ شہرت کے لباس سے مراد ایسا لباس ہے جس کے پہننے سے بندہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے ایسا لباس اگر عورت پہنے تو اس میں خود پسندی کے ساتھ بے حیائی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور اگر مرد پہنے تو بھی خود پسندی کے جذبات اس کے دماغ کو اپیل کریں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا (۲)

''جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکائے گا۔''

مذکورہ چار امور میں سے ایک امر بھی اگر کسی لباس میں موجود ہو شرعی طور پر اس کا پہننا

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، رقم: ۴۱۳۱

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اللباس، باب من لبس شہرۃ من الثیاب، رقم: ۳۶۰۷

Marfat.com

درست نہ ہوگا یہ امور جتنے بڑھتے جائیں گے اس کی قباحت بھی بڑھتی جائے گی۔

عورتوں کا لباس

۱۔ لباس کے حوالہ سے جو مذکورہ چار صورتیں بیان ہوئی ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کو اوڑھنی سے اپنا سر ڈھانپنا چاہیے۔ گھر کے اندر وہ اپنے چہرے اور ہاتھ، پاؤں کے علاوہ سارا جسم چھپا کے رکھے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ (سورة النور آية ۳۱) شَقَقْنَ أَكْنَفَ، قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: أَكْثَفَ مُرُوطِهِنَّ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا(۱)

''اللہ تعالیٰ ابتدائے اسلام میں ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ''اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں'' (سورۃ النور:۳۱) نازل فرمائی تو انہوں نے اپنے پردوں کو پھاڑ کر اپنی اوڑھنیاں اور دوپٹے بنا ڈالے۔''

۳۔ عورت کے پاؤں بھی ستر میں شامل ہیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے وہ اپنے کپڑے کو اتنا نیچے لٹکا لے کہ پاؤں کا بالائی حصہ چھپا رہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ؟ قَالَ: تُرْخِينَهُ شِبْرًا. قَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ؟ قَالَ: تُرْخِينَهُ ذِرَاعًا لَا تَزِدْنَ عَلَيْهِ(۲)

''جس نے تکبر سے اپنا کپڑا لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا''، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! تو پھر عورتیں اپنے دامن کیسے رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اسے ایک بالشت لٹکائیں''، وہ بولیں: تب تو ان کے قدم کھلے رہیں گے؟، آپ نے فرمایا: ''تو ایک ہاتھ لٹکائیں، اس سے زیادہ نہ کریں''۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی قوله ولیضربن بخمرهن فی جیوبهن، رقم: ۴۱۰۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینة، باب ذیول النساء، رقم: ۵۳۳۶

Marfat.com

۴۔ نماز پڑھتے ہوئے عورت کے لیے سر پر اوڑھنی یا چادر لینا ضروری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ (۱)

"اللہ تعالیٰ کسی بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں فرماتا"۔

لباس میں صفائی کا حکم

لباس کے باپردہ، سادہ اور ساتر ہونے کے ساتھ طہارت، پاکیزگی اور صفائی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ سادگی اور صفائی کے اندر ایک وقار ہے۔ گندا اور میلا لباس پہننا تقویٰ کی علامت نہیں ہے۔ صفائی ایمان کا حصہ اور تقویٰ کے لیے اہم جزو ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گندا اور میلا کچیلا لباس پہننے والے کو اسے دھو کر صاف ستھرا لباس پہننے کا حکم دیا۔ حضرت ابوالاحوص کے والد گرامی بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِي اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا، فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ (۲)

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک معمولی کپڑے میں آیا تو آپ نے فرمایا: "کیا تم مالدار ہو؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں مالدار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کس قسم کا مال ہے؟" تو انہوں نے کہا: اونٹ، بکریاں، گھوڑے، غلام (ہر طرح کا مال ہے) اللہ نے مجھے نوازا ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کے اعزاز کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے"۔

سنن ابی داؤد میں اسی باب کے تحت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے، وہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجه للالبانی، کتاب الطهارة وسننها، باب اذا حاضت الجارية لم تصل الا بخمار، رقم: ۶۵۵

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب وفی الخلقان، رقم: ۴۰۶۳

Marfat.com

أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ، وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ(۱)

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے ایک پراگندہ سر شخص کو جس کے بال بکھرے ہوئے تھے دیکھا تو فرمایا: ”کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ اپنے بال ٹھیک کرلے؟“ اور ایک دوسرے شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو فرمایا: ”کیا اسے پانی نہیں ملتا جس سے اپنے کپڑے دھولے؟“۔

شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اچھا اور خوبصورت لباس زیب تن کرنا تکبر کے زمرے میں نہیں آتا۔ ہاں لباس کے معاملہ میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا اور خود پسندی کا شکار ہوجانا تکبر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رَجُلًا جَمِيلًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالُ وَأُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَى حَتَّى مَا أُحِبُّ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ، إِمَّا قَالَ بِشِرَاكِ نَعْلِي، وَإِمَّا قَالَ بِشِسْعِ نَعْلِي، أَفَمِنَ الْكِبْرِ ذٰلِكَ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ: مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ(۲)

ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، وہ ایک خوبصورت آدمی تھا اس نے آکر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے خوبصورتی پسند ہے، اور مجھے خوبصورتی دی بھی گئی ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ میں نہیں چاہتا کہ خوبصورتی اور زیب وزینت میں مجھ سے کوئی میری جوتی کے تسمہ کے برابر بھی بڑھنے پائے، کیا یہ کبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ کبر یہ ہے کہ حق بات کی تغلیط کرے، اور لوگوں کو کمتر سمجھے“۔

اچھا اور عمدہ لباس زیب تن کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ لیکن سادگی اور صفائی کا زندگی میں موجود ہونا ایمان کی علامت ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب، رقم: ۴۰۶۲

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الکبر، رقم: ۴۰۹۲

Marfat.com

ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَلَا تَسْمَعُونَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ يَعْنِي التَّقَحُّلَ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صحابہ نے ایک روز آپ کے پاس دنیا کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: "کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ بیشک سادگی و پراگندہ حالی ایمان کی دلیل ہے، بیشک سادگی و پراگندہ حالی ایمان کی دلیل ہے" اس سے مراد ترک زینت و آرائش اور خستہ حالی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیادہ توجہ اپنے بننے سنورنے میں نہیں تھی بلکہ وہ آخرت کی فکر میں مگن رہتے تھے۔ یہی حال صحابیات کا تھا اور اگر کبھی شادی بیاہ یا خوشی کا موقع آتا تو ایک دوسرے سے عاریتاً لباس لے کر پہن لیا جاتا۔ حضرت ابن ایمن کے والد گرامی بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ، فَقَالَتْ: ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ، وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِينَةِ، إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيرُهُ (۲)

میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قطر (یمن کے ایک دبیز کھردرے کپڑے) کی قمیص جس کی قیمت پانچ درہم ہوگی پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا۔ ذرا نظر اٹھا کر میری اس لونڈی کو تو دیکھو۔ اسے گھر میں بھی یہ کپڑے پہننے سے انکار ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس اسی کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی دلہن بنائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص عاریتاً منگوا لیتی تھی۔

پانچ درہم کی معمولی قیمت والی قمیص کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمدہ خیال کیا اور دیگر صحابیات بھی اسے قیمتی خیال کرتی تھیں۔ اس لیے خوشی کے موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لے جاتیں۔ کتنی بار اس قمیص کو مدینہ کی عورتوں نے پہنا ہوگا اور کتنی بار دھو دھو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہنا ہوگا۔ پھر بھی اسے عمدہ اور قیمتی خیال کیا جاتا۔ اس میں درس ہے ان خواتین کے لیے جو ایک

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الھبة و فضلھا، باب الاستعارة للعروس عند البناء، رقم: ۲۶۲۸

Marfat.com

دفعہ گراں قیمت لباس زیب تن کرتی ہیں اور دوبارہ اسے پہننا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں اور ہر مجلس میں نیا لباس پہننا اپنے لیے عظمت کا نشان سمجھتی ہیں۔ یہی چیز دنیاوی کروفر اور اسراف میں آتی ہے۔

Marfat.com

زرد لباس پہننے والے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعَصْفَرَانِ، فَغَضِبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم وَقَالَ: اذْهَبْ فَاطْرَحْهُمَا عَنْكَ، قَالَ: أَيْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: فِي النَّارِ (۱)

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے پیلے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہوئے اور فرمایا: "جاؤ اور اسے اپنے جسم سے اتار پھینکو"۔ انہوں نے پوچھا: کہاں؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "آگ میں"

صحیح مسلم میں یہ روایت ان الفاظ میں موجود ہے:

رَأَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: أَأُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهَذَا؟ قُلْتُ: أَغْسِلُهُمَا، قَالَ: بَلْ أَحْرِقْهُمَا

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زعفرانی رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غصہ سے) فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں انہیں دھو لیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ انہیں جلا دو۔''

غصے کی وجہ

زعفرانی رنگ کا لباس عورتیں پہن سکتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ارشاد فرما سکتے تھے کہ یہ لباس خود نہ پہنو بلکہ گھر میں موجود عورتوں کو دے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہنے کی بجائے فرمایا کہ اسے جلا دو یہ شدید غصہ کا اظہار ہے۔ زرد رنگ لباس پر اتنے غصہ کا اظہار کیوں؟ صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں اس کی وجہ یوں ذکر کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینۃ، باب ذکر النھی عن لبس المعصفر، رقم: ۵۳۱۷

Marfat.com

رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا[1]

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے زعفرانی رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں انہیں مت پہنو۔''

اس لباس میں دو قباحتیں سامنے آئیں۔ ایک تو یہ عورتوں کے لباس کے مشابہ ہے اور دوسرا یہ کہ اسے کافر مرد زیب تن کرتے ہیں اور دونوں قباحتیں ہی شدید ہیں۔ مرد ایسا لباس نہیں پہن سکتا جو عورتوں کے مشابہ ہو اور اگر کافروں کا لباس پہنا جائے تو یہ ان کی ثقافت سے محبت کا اظہار اور اس میں ان کی مشابہت بھی ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس پر شدید تنبیہ فرمائی تاکہ مسلمان مرد اس لباس کے پہننے سے اجتناب کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے لباس

رسول اللہ ﷺ نے کن رنگوں کا لباس زیب تن فرمایا اس کی معرفت انتہائی ضروری ہے تاکہ وہی رنگ ہمارے لباس میں سما جائیں اور درحقیقت محبت رسول ﷺ بھی رسول اللہ ﷺ کے رنگ میں رنگے جانے کا نام ہے۔

سفید لباس

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ، وَهُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ، فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ، إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ، وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا، قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ[2]

''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے جسم مبارک پر سفید کپڑا تھا اور

۱۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم: ۲۰۷۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، رقم: ۵۸۲۷

Marfat.com

آپ سو رہے تھے پھر دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے نے بھی کلمہ لا إله إلا الله "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" کو مان لیا اور پھر اسی پر وہ فوت ہوا تو جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو، میں نے پھر عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ میں نے (حیرت کی وجہ سے پھر) عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو یا اس نے چوری کی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو چاہے اس نے چوری کی ہو۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بعد میں جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو نبی کریم ﷺ کے الفاظ (وإن رغم أنف أبي ذر) ضرور بیان کرتے۔"

سفید لباس نہ صرف آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا بلکہ اس کے پہننے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ (۱)

"سفید کپڑے پہنا کرو، اس لیے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوتے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کفن دیا کرو"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے سفید لباس کو پاکیزہ لباس قرار دیا۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے اسے کپڑوں میں سب سے عمدہ کپڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ فَلْيَلْبَسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ (۲)

"تم سفید کپڑوں کو پہنو، تمہارے زندہ اسے پہنیں اور مُردوں کو اسی کا کفن دو کیونکہ یہی کپڑوں میں سب سے عمدہ کپڑا ہے"۔

۱۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینة باب الامر بلبس البیض من الثیاب، رقم: ۵۳۲۲

۲۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب و باب مذکورہ، رقم: ۵۳۲۳

Marfat.com

سفید رنگ لباس آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس ہے۔ آپ ﷺ نے اسے پاکیزہ لباس قرار دیا اور اس کی پاکیزگی کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر فرشتوں نے بھی سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَمِينِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يَوْمَ أُحُدٍ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ (۱)

جنگ احد کے موقع پر میں نے نبی کریم ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو (جو فرشتے تھے) دیکھا وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے انہیں نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو اس وقت بھی آپ ﷺ کو تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِنَّ قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ (۲)

''رسول اللہ ﷺ کو یمن کے تین سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔''

ایک دفعہ جبریل امین نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا وہ دو زانو ہو کر ادب سے آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور چند سوال کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعَرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، رقم: ۵۸۲۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض للکفن، رقم: ۱۲۶۴

Marfat.com

فَقَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ، وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي: تَلِدُ الْعَجَمُ الْعَرَبَ، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبِنَاءِ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ (1)

ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے، اس پہ سفر کے آثار ظاہر نہیں تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنا گھٹنا آپ ﷺ کے گھٹنے سے ملا لیا، اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھے، پھر بولا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور خانہ کعبہ کا حج کرنا"، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، تو ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے، اور خود ہی جواب کی تصدیق بھی۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، یوم آخرت، اور بھلی بری تقدیر پر ایمان رکھو"، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، تو ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے، اور خود ہی جواب کی تصدیق بھی۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے"۔ پھر اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے پوچھ رہے ہو، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔ پھر اس نے

1۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فی الایمان، رقم: ٦٢

Marfat.com

پوچھا: اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی (وکیع راوی حدیث نے کہا: یعنی عجمی عورتیں عرب کو جنیں گی) اور تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، فقیر و محتاج بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ بڑی بڑی کوٹھیوں اور محلات کے بنانے میں فخر و مسابقت سے کام لیں گے"۔ راوی کہتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تین دن کے بعد ملے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو وہ شخص کون تھا؟"، میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارے دین کی اہم اور بنیادی باتیں سکھانے آئے تھے"

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید کپڑے پسند ہیں اور فرشتوں کو بھی سفید لباس پسند ہے۔ اسی لیے جنگ اُحد میں انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور فرشتوں کے سردار جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی سفید لباس پہنا ہوا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی سفید لباس پسند تھا اور کیوں نہ ہوتا انہیں وہی چیز پسند تھی جو اُن کے محبوب کو پسند تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگ جانے کو ہی اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم رَأَى عَلَى عُمَرَ قَمِيصًا أَبْيَضَ، فَقَالَ: ثَوْبُكَ هَذَا غَسِيلٌ أَمْ جَدِيدٌ، قَالَ: لَا بَلْ غَسِيلٌ، قَالَ: الْبَسْ جَدِيدًا، وَعِشْ حَمِيدًا، وَمُتْ شَهِيدًا۔[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سفید قمیص پہنے دیکھا تو پوچھا: "تمہارا یہ کپڑا دھویا ہوا ہے یا نیا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یہ دھویا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: البس جدیدا وعش حمیدا ومت شهیدا "نیا لباس، قابل تعریف زندگی، اور شہادت کی موت نصیب ہو۔"

سیاہ لباس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ عمامہ استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اللباس، باب مایقول الرجل اذا لبس ثوبا جدیدا، رقم: ۳۵۵۸

Marfat.com

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ (۱)
میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر دیکھا، آپ کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے جس کا کنارہ آپ نے اپنے کندھوں پر لٹکا رکھا تھا۔

اور فتح مکہ والے دن جب آپ ﷺ مکہ تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ ﷺ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ (۲)
''رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہوئے اور آپ کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ (۳)
''رسول اللہ ﷺ نکلے، آپ پر ایک سیاہ بالوں کی چادر تھی جس میں (کجاوہ) کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔''

سرخ لباس

مردوں والا ہلکا سرخ رنگ لباس بھی آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا ہے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ (۴)

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۷

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینۃ، باب لبس العمائم السود، رقم: ۵۳۴۵

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی لبس الصوف والشعر، رقم: ۴۰۳۲

۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الثوب الاحمر، رقم: ۳۷۶

Marfat.com

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو وضو کرا رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پا سکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی اٹھائی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ڈیرے میں سے) ایک سرخ پوشاک پہنے، تہبند اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی، میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعَرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ۔ (۱)

''رسول اللہ ﷺ درمیانے قد کے تھے۔ آپ ﷺ کا سینہ بہت کشادہ اور کھلا ہوا تھا۔ آپ کے (سر کے) بال کانوں کی لو تک لٹکتے رہتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ ایک سرخ جوڑے میں دیکھا۔ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں دیکھا تھا۔''

سبز لباس

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ (۲)

میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ پر دو سبز رنگ کی چادریں دیکھیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، رقم: ۳۵۵۱

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی الخضرة، رقم: ۴۰۶۵

Marfat.com

سنن نسائی میں یہی روایت ان الفاظ میں منقول ہے

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ (۱)

''رسول اللہ ﷺ (ایک بار گھر سے) باہر نکلے، آپ دو سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔''

آپ ﷺ کے پسندیدہ لباس میں سبز چادر شامل تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ (۲)

نبی کریم ﷺ کو تمام کپڑوں میں یمنی سبز چادر پہننا بہت پسند تھی۔

حاشیہ دار چادر اوڑھنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اكْسُنِيهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ (۳)

''ایک عورت ''بردہ'' لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے کہ ''بردہ'' کسے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ، حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بُنی ہے، آپ ﷺ نے اسے لے لیا۔ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ

۱۔ صحیح۔سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الخضر من الثیاب، رقم: ۵۳۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرۃ والشملۃ، رقم: ۵۸۱۲

۳۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر النساج، رقم: ۲۰۹۳

Marfat.com

ﷺ اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا لے لینا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے اور ازار کو تہہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ لوگوں نے کہا تم نے نبی کریم ﷺ سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر اس صحابی نے کہا: واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔''

آپ ﷺ نے موٹے حاشیہ کی نجرانی چادر کو بھی استعمال فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ[1]

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک پر (یمن کے) نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیے کی ایک چادر تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کی چادر کو پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے کندھے پر دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے اس مال میں سے دیے جانے کا حکم کیجیے جو اللہ کا مال آپ کے پاس ہے۔ نبی کریم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور آپ نے اسے مال دینے کا حکم فرمایا۔

دھاری دار چادر کو بھی اوڑھا جا سکتا ہے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی موجودگی میں دھاری دار چادر پہنی ہے اور آپ ﷺ نے اعتراض نہیں فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرۃ والشملۃ، رقم: ۵۸۰۹

Marfat.com

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ، فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ: يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ، قَالَ: ادْعُ اللَّهَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: سَبَقَكَ عُكَاشَةُ (۱)

میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار کی ایک جماعت داخل ہوگی ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُن میں سے بنا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! عکاشہ کو بھی ان میں سے بنا دے۔ اس کے بعد قبیلہ انصار کے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے عکاشہ سبقت لے گیا۔

غیر ملکی لباس

غیر ملکی لباس میں اگر کوئی حرام چیز نہ استعمال ہوئی ہو اور اس کا رنگ، بناوٹ اور سلائی شریعت سے متصادم نہ ہو تو اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود غیر ملکی لباس استعمال فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ، فَأَخَذْتُهَا، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى (۲)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھا لے۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے اور میری

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرۃ والشملۃ، رقم: ۵۸۱۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الجبۃ الشامیۃ، رقم: ۳۶۳

Marfat.com

نظروں سے چھپ گئے۔آپ نے قضائے حاجت کی۔اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔آپ نے ہاتھ کھولنے کے لیے آستین اوپر چڑھانی چاہی لیکن وہ تنگ تھی اس لیے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔پھر نماز پڑھی۔

Marfat.com

منقش پردہ اور غصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَجَدَ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ، قَالَ: وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَآهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ: مَا لَكِ؟ قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، قَالَ: وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ، فَذَهَبَ إِلَى فَاطِمَةَ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَتْ: قُلْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا يَأْمُرُنِي بِهِ، قَالَ: قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلَى بَنِي فُلَانٍ (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکتے دیکھا تو آپ اندر داخل نہیں ہوئے بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اندر جائیں اور پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہ ملیں، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غمگین دیکھا تو پوچھا: کیا بات ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تھے لیکن اندر نہیں آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر یہ بات بڑی گراں گزری ہے کہ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اندر نہیں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے دنیا سے کیا سروکار، مجھے نقش و نگار سے کیا واسطہ؟" یہ سن کر وہ واپس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، اور آپ نے جو فرمایا تھا انہیں بتایا، اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھیے کہ اس پردے کے متعلق آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ان سے کہو: وہ اسے بنی فلاں کو بھیج دے"۔

غصے کی وجہ

منقش قیمتی پردے لٹکانے میں دنیاوی زیب و زینت اور دنیا سے محبت کا اظہار ہے اور

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی اتخاذ الستور، رقم: ۴۱۴۹

Marfat.com

آپ ﷺ اپنی بیٹی کو دنیاوی محبت سے دور، آخرت کی محبت میں مگن ایک عابدہ وزاہدہ کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے اور جب آپ ﷺ نے اپنے ہی گھر کے دروازے پر دنیا کو استقبال کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ لوٹ گئے۔ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی نہیں آپ ﷺ نے اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دروازے پر بھی ایسا ہی پردہ دیکھا تھا تو آپ ﷺ نے غصہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلام و دعا والے کلمات کا جواب نہیں دیا تھا۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ وَكُنْتُ أَتَحَيَّنُ قُفُولَهُ، فَأَخَذْتُ نَمَطًا كَانَ لَنَا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْعَرَضِ، فَلَمَّا جَاءَ اسْتَقْبَلْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ، فَنَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَأَى النَّمَطَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا وَرَأَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ فَأَتَى النَّمَطَ حَتَّى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَأْمُرْنَا فِيمَا رَزَقَنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللَّبِنَ، قَالَتْ: فَقَطَعْتُهُ وَجَعَلْتُهُ وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيفًا فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ[1]

رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں نکلے، میں آپ کی واپسی کی منتظر تھی، میں نے ایک پردہ لیا جو میرے پاس تھا اور اسے دروازے کی بڑی لکڑی پر لٹکا دیا، پھر جب آپ ﷺ آئے تو میں نے آپ کا استقبال کیا اور کہا: سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے رسول! اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، شکر ہے اس اللہ کا جس نے آپ کو عزت بخشی اور اپنے فضل و کرم سے نوازا، آپ ﷺ نے گھر پر نظر ڈالی، تو آپ کی نگاہ پردے پر گئی، آپ نے میرے سلام کا کوئی جواب نہیں دیا، میں نے آپ کے چہرہ پر ناگواری دیکھی، پھر آپ ﷺ پردے کے پاس آئے اور اسے اتار دیا اور فرمایا: "اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم اس کی عطا کی ہوئی چیزوں میں سے پتھر اور اینٹ کو کپڑے پہنائیں" چنانچہ میں نے اس پردے کو کاٹ کر اس کے دو تکیے بنا لیے، اور ان میں کھجور کی چھال کا بھراؤ کیا، تو آپ ﷺ نے میرے اس کام پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

آپ ﷺ کو دنیاوی آرائش و زیبائش اور دنیاوی مال و متاع پسند نہیں تھا۔ آپ ﷺ

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم: ۴۱۵۳

Marfat.com

نے دنیا والوں کو دنیا گزارنے اور دنیا پر حکومت کرنے کے اصول سکھائے اور انہیں بتایا کہ اصول جہاندانی و جہانبانی کیا ہیں۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کیسے ممکن ہے؟ لیکن خود دنیا کا مال اکٹھا کرنے سے کوسوں دور رہے۔ مسجد نبوی میں مالوں کے ڈھیر لوگوں میں تقسیم فرما کے خود خالی ہاتھ دامن جھاڑ کے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پسند ہی نہیں فرماتے تھے کہ دنیا ان کے گھر میں داخل ہو۔ ایک دفعہ معمولی سونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ یہ سونا شام تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پڑا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام ہونے سے پہلے پہلے اسے صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرما دیا۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيتَ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ (1)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جلدی پر تعجب کو محسوس کیا جو صحابہ کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لیے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر احد پہاڑ بھی میرے لیے سونے کا بن جائے تو میں اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمائے تھے۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بھی ساری زندگی اس حال میں گزری کہ انہوں نے دنیا کا سامان اکٹھا نہیں کیا بلکہ فقیروں والی زندگی گزارتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1۔ صحیح بخاری، ابواب العمل فی الصلاۃ، باب یفکر الرجل الشیء فی الصلاۃ، رقم: 1221

Marfat.com

جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: بَشِّرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ، ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهُ: لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ، قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا قَالَ لِي خَلِيلِي: قَالَ: قُلْتُ: مَنْ خَلِيلُكَ ؟، قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَبَا ذَرٍّ، أَتُبْصِرُ أُحُدًا ؟، قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، وَإِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ إِنَّمَا يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا، لَا وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ[1]

''میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت بال' موٹے کپڑے اور ایسی ہی حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو کندھے کی طرف سے پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے ان سے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب اس کا فہم نہیں رکھتے۔ مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اے ابوذر! کیا تو احد پہاڑ دیکھتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لیے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں چاہوں گا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں یہ دنیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز، رقم: ۱۴۰۷

Marfat.com

جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں اللہ کی قسم نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا آنکہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔''

ایک دفعہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بحرین سے آئے ہوئے مال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے چادر میں کچھ مال ڈالا لیکن اتنا مال ڈال لیا کہ گٹھڑی کو اُٹھانے سے عاجز آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ کسی کو کہہ کے مال ان کے کندھے پر رکھوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ اس لیے کہ عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے نہیں تھے کہ ضرورت سے زائد دنیا گھر میں داخل ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

أُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ: انْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خُذْ فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ (1)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین سے رقم آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جو اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ چکی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پوری کر چکے تو آ کر مال کے پاس بیٹھ گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرما دیا۔ اس وقت جسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے اسے عطا فرما دیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب القسمۃ وتعلیق القنو فی المسجد، رقم: ۴۲۱

Marfat.com

بولے کہ یارسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجیے کیونکہ میں نے (غزوہ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لیے میں زیر بار ہوں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لے لیجیے۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کہنے لگے یارسول اللہ! کسی کو فرمایئے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (یہ نہیں ہوسکتا) انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجیے۔ آپ ﷺ نے اس پر بھی انکار کیا، تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا نکال دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی، (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یارسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا: پھر آپ ہی اٹھوا دیجیے۔ لیکن آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار کیا، تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا مال گرا دیا اور اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور چلنے لگے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ ﷺ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہوگئے اور آپ ﷺ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔"

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ ﷺ سے مال مانگا۔ آپ ﷺ نے عنایت فرما دیا۔ انہوں نے جب بار بار مانگا تو آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ اے حکیم! دنیا کا مال سرسبز و شیریں ہے اگر اسے نفس کی حرص سے لو گے تو اس میں کبھی برکت نہیں ہوگی۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد مرتے دم تک کسی سے مال نہیں مانگا۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا حَكِيمُ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. قَالَ حَكِيمٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ

Marfat.com

اللّٰهُ لَهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَأْبٰى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. (۱)

میں نے آپ ﷺ سے مانگا آپ نے مجھے دیا' پھر مانگا پھر آپ نے دیا' پھر فرمانے لگے حکیم یہ دنیا کا روپیہ پیسہ دیکھنے میں خوشنما اور مزے میں شیریں ہے لیکن جو کوئی اس کو سیر چشمی سے لے اس کو برکت ہوتی ہے اور جو کوئی حرص کے ساتھ اس کو لے اس کو برکت نہ ہوگی۔ اس کی مثال ایسی ہے جو کماتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کے بھیجا ہے میں آج سے آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز کبھی نہیں لوں گا مرنے تک۔ پھر (حکیم کا یہ حال رہا) کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا سالانہ وظیفہ دینے کے لیے ان کو بلاتے' وہ اس کے لینے سے انکار کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ان کو ان کا وظیفہ دینے کے لیے بلایا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے مسلمانو! تم گواہ رہنا حکیم کو اس کا حق جو غنیمت کے مال میں اللہ نے رکھا ہے دیتا ہوں وہ نہیں لیتے۔ غرض حکیم نے آپ ﷺ کے بعد پھر کسی شخص سے کوئی چیز قبول نہیں کی (اپنا وظیفہ بھی بیت المال میں نہ لیا) یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللہ تعالٰی من بعد وصیۃ یوصی بھا أو دین، رقم: ۲۷۵۰

Marfat.com

مجرم کی سفارش پر غصہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اسْتَعَارَتِ امْرَأَةٌ عَلَى أَلْسِنَةِ أُنَاسٍ يُعْرَفُونَ وَهِيَ لَا تُعْرَفُ حُلِيًّا فَبَاعَتْهُ وَأَخَذَتْ ثَمَنَهُ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَعَى أَهْلُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَكَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِيهَا، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُكَلِّمُهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَتَشْفَعُ إِلَيَّ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟ فَقَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّتَئِذٍ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا هَلَكَ النَّاسُ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ فِيهِمْ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، ثُمَّ قَطَعَ تِلْكَ الْمَرْأَةَ(1)

ایک عورت نے کچھ معروف لوگوں (کی گواہی) کے ذریعہ زیورات عاریۃً مانگے، پھر اس نے زیورات بیچ کر اس کی قیمت لے لی، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی تو اس کے گھر والوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس دوڑ بھاگ کی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے ان سے فرمایا: "کیا تم مجھ سے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟" اسامہ نے کہا: اللہ کے رسول! میری بخشش کے لیے اللہ سے دعا کر دیجیے، پھر رسول اللہ ﷺ اس شام کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "تم سے پہلے لوگ صرف اس لیے ہلاک و برباد ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب قطع السارق، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر الزهری فی المخزومیة التی سرقت، رقم: ۴۸۹۸

Marfat.com

ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"، پھر اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

غصے کی وجہ

اگر قاضی مجرموں کے حق میں سفارشیں مان کر انہیں چھوڑنے لگ جائے تو اس سے لاقانونیت پھیلے گی۔ لوگوں تک انصاف نہیں پہنچے گا۔ مجرم کے حق میں سفارش قبول کرنا مجرم کی سرپرستی کے مترادف ہے اور یہی چیز معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کا قانون معزز مجرم کو چھوڑ دیتا اور کمزور مجرم کو پکڑ لیتا تھا۔ حالانکہ مجرم محض مجرم ہوتا ہے۔ وہ امیر ہو یا غریب، اونچے خاندان سے ہو یا غریب گھرانے سے۔ اگر اس نے جرم کیا ہے تو اسلام ذات و پات سے بالا ہو کر اُسے اس کے جرم کی سزا دیتا ہے۔ یہی چیز آپ ﷺ سکھانے کے لیے آئے تھے اور جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے سفارش کی جو آپ ﷺ کی تعلیمات اور نظریہ کے قطعی منافی تھی تو آپ ﷺ کو غصہ آ گیا۔

آپ ﷺ کے انصاف پر مبنی چند فیصلے

آپ ﷺ نے زندگی بھر انصاف کی تعلیم دی اور انصاف پر مبنی فیصلے کیے اور اس راہ میں نہ کسی کی سفارش قبول کی اور نہ کسی سے ڈرے۔ ہمیشہ حق اور انصاف کا ساتھ دیا۔ آپ ﷺ کی حیات پاک سے چند فیصلے یہاں درج کیے جاتے ہیں جو عدل و انصاف کی نادر مثالیں ہیں۔

ظلم پر مبنی فیصلے کو رد کر دیا

سیدنا ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

أن رجلين اختصما إلى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ: تَكَلَّمْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، زَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ

Marfat.com

مَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ، أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً وَغَرَّبَهُ عَامًا، وَأُمِرَ أُنَيْسٌ الْأَسْلَمِيُّ، أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ فَإِنِ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا، فَاعْتَرَفَتْ: فَرَجَمَهَا[1]

دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اپنا جھگڑا پیش کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ دوسرے نے، جو زیادہ سمجھ دار تھا کہا کہ ٹھیک ہے، یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ اس معاملہ میں کچھ عرض کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کہو۔ ان صاحب نے کہا کہ میرا لڑکا اس شخص کے ہاں ملازم تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب میرے لڑکے کو سنگسار کیا جائے گا۔ اس لیے (اسے نجات دلانے کے لیے) میں نے سو بکریوں اور ایک لونڈی کا انہیں فدیہ دے دیا پھر میں نے علم والوں سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کی سزا یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے، سنگساری کی سزا صرف عورت کو ہوگی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس ہوگی اور پھر آپ نے اس کے لڑکے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا اور آپ نے انیس اسلمی سے فرمایا کہ مدعی کی بیوی کو لائے اور اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دے۔ اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا اور سنگسار کر دی گئی۔

چونکہ پہلا فیصلہ ظلم پر مبنی تھا آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا اس لیے کہ زنا کا معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی حد ہے۔ سو آپ ﷺ نے سو بکریوں اور لونڈی کو واپس کروایا۔ عورت چونکہ شادی شدہ تھی تو اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور لڑکا غیر شادی شدہ تھا اس لیے سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کا حکم دیا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم: ۶۶۳۳

Marfat.com

عکل وعرینہ کا قصہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْغِنَا رِسْلًا، قَالَ: مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذَّوْدِ فَانْطَلَقُوا، فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا، وَأَلْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا، وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ، وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ، فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ، فَكَحَلَهُمْ بِهَا، وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتَّى مَاتُوا، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا(1)

قبیلہ عکل کے آٹھ آدمیوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے کو) حاضر ہوئی لیکن مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے دودھ کا انتظام کر دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (صدقہ کے) اونٹوں میں چلے جاؤ۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیو' تاکہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پی کر تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا' اور اونٹوں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا' ایک شخص نے اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تلاش کے لیے سوار دوڑائے' دوپہر سے پہلے ہی وہ پکڑ کر لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے پھیر دی گئی اور انہیں حرہ (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ (ایسا ہی انہوں نے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ کیا تھا' جس کا بدلہ انہیں دیا گیا) ابوقلابہ نے کہا کہ انہوں نے قتل کیا تھا' چوری کی تھی' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تھی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔

ظلم کرنے والے آٹھ آدمی تھے اور ان کے ظلم کا شکار ہونے والا ایک غریب چرواہا تھا۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب اذا حرق المشرک المسلم هل یحرق، رقم: ۳۰۱۸

Marfat.com

آپ ﷺ نے آٹھوں مجرم گرفتار کر لیے اور جس طرح انہوں نے غریب چرواہے کو قتل کیا تھا۔ اس طرح ان کو قتل کر کے نشانِ عبرت بنا دیا تاکہ آئندہ کوئی ایسا جرم نہ کر سکے اور ان کا جرم صرف چرواہے کو قتل کرنا ہی نہیں تھا۔ حضرت ابو قلابہ نے ان کے جرائم کی فہرست بیان کرتے ہوئے کہا ان کا پہلا جرم قتل تھا، دوسرا چوری کرنا، تیسرا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنا اور چوتھا جرم زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرنا تھا۔

رحم کی اپیل

حضرت وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَتَلَ هَذَا أَخِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَقَتَلْتَهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ لَمْ يَعْتَرِفْ أَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ، قَالَ: نَعَمْ قَتَلْتُهُ، قَالَ: كَيْفَ قَتَلْتَهُ ؟، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَهُوَ نَحْتَطِبُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِي فَأَغْضَبَنِي فَضَرَبْتُ بِالْفَأْسِ عَلَى قَرْنِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ تُؤَدِّيهِ عَنْ نَفْسِكَ ؟، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَالِي إِلَّا فَأْسِي وَكِسَائِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَتُرَى قَوْمَكَ يَشْتَرُونَكَ ؟، قَالَ: أَنَا أَهْوَنُ عَلَى قَوْمِي مِنْ ذَاكَ فَرَمَى بِالنِّسْعَةِ إِلَى الرَّجُلِ، فَقَالَ: دُونَكَ صَاحِبَكَ، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، فَأَدْرَكُوا الرَّجُلَ، فَقَالُوا: وَيْلَكَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حُدِّثْتُ أَنَّكَ قُلْتَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، وَهَلْ أَخَذْتُهُ إِلَّا بِأَمْرِكَ، فَقَالَ: مَا تُرِيدُ أَنْ يَبُوءَ بِإِثْمِكَ، وَإِثْمِ صَاحِبِكَ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ ذَاكَ، قَالَ: ذَلِكَ كَذَلِكَ (1)

''وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص دوسرے کو ایک رسی میں گھسیٹتا ہوا آیا، اور کہا: اللہ کے رسول! اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟''، اس (لانے والے نے) کہا: اللہ کے رسول! اگر یہ اقبالِ جرم نہیں کرتا تو میں گواہ لاتا ہوں، اس (قاتل) نے کہا: ہاں، میں نے اسے قتل کیا ہے، آپ نے

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب القسامۃ، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر علقمہ بن وائل فیہ، رقم: ۴۷۲۷

Marfat.com

فرمایا: "اسے تم نے کیسے قتل کیا؟" اس نے کہا: میں اور وہ ایک درخت سے ایندھن جمع کر رہے تھے، اتنے میں اس نے مجھے گالی دی، مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے سر پر کلہاڑی مار دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے جس سے اپنی جان کے بدلے تم اس کی دیت دے سکو"، اس نے کہا: میرے پاس سوائے اس کلہاڑی اور کمبل کے کچھ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا قبیلہ تمہیں خرید لے گا (یعنی تمہاری دیت دیدے گا) وہ بولا: میری اہمیت میرے قبیلہ میں اس (مال) سے بھی کمتر ہے، پھر آپ نے رسی اس شخص (ولی) کے سامنے پھینک دی اور فرمایا: "تمہارا آدمی تمہارے سامنے ہے"، جب وہ پلٹ کر چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا"، لوگوں نے اس شخص کو پکڑ کر کہا: تمہارا برا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا"، یہ سن کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور بولا: اللہ کے رسول! مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا"، میں نے تو آپ ہی کے حکم سے اسے پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ تمہارا گناہ اور تمہارے آدمی کا گناہ سمیٹ لے؟"، اس نے کہا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: "تو یہی ہوگا"، اس نے کہا: تو ایسا ہی سہی (میں اسے چھوڑ دیتا ہوں)۔"

یعنی کسی جان کو مارنے میں تم اور وہ ایک ہی طرح ہو جاؤ گے، تمہاری اس پر کوئی فضیلت باقی نہیں رہ جائے گی، اور اگر معاف کر دو گے تو فضل و احسان میں تمہیں اس پر فضیلت حاصل ہوگی، خاص طور پر جب اس نے یہ قتل جان بوجھ کر نہیں کیا ہے۔ یہ بات آپ نے خاص ان دونوں کے بارے میں نہیں کہی تھی، کیونکہ اس میں نہ تو مذکورہ مقتول کا کوئی قصور تھا، نہ ہی اس کے ولی کا جو اس کو بدلے میں قتل کرتا بلکہ آپ نے ولی کو معافی پر ابھارنے کے لیے یہ جملہ فرمایا تھا۔

ایک سفارش ہوتی ہے اور ایک رحم کی اپیل۔ مجرم کی سفارش کا مطلب ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ مجرم ہے لیکن معزز مجرم ہے۔ اس لیے اس کو باعزت بری کر دیا جائے۔ یہ چیز انصاف کے منافی ہے جبکہ رحم کی اپیل میں مجرم پر ترس کھانے کی درخواست ہوتی ہے اور اس درخواست میں بھی کئی وجوہات کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور یہ وجوہات ایسی ہوتی ہیں جن میں اسے بری کرنے کی گنجائش

Marfat.com

موجود ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر اس کی لاچاری و مسکنت اور گھر کی کفالت جیسے امور کو مدنظر رکھا جائے تو گنجائش مزید بڑھ جاتی ہے۔ مذکورہ حدیث کو دیکھیں تو اس میں مقتول کا بھی قصور نظر آتا ہے کہ اس نے قاتل کو گالیاں دے کر برانگیختہ کیا تو اس نے مشتعل ہو کر کلہاڑی اٹھالی جبکہ اس کا اسے قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں آتا ہے:

فَرُفِعَ الْقَاتِلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَدَفَعَهُ إِلَى وَلِيِّ الْمَقْتُولِ. فَقَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ[1]

قاتل کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے اسے مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا قاتل نے کہا: اللہ کے رسول! میرا ارادہ قتل کا نہ تھا۔

یعنی اتفاقاً ایسا ہو گیا کہ کلہاڑی کا ایسا وار لگا کہ وہ قتل ہو گیا جبکہ میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ نبی ﷺ نے ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے حق میں رحم کی اپیل کی۔

نامعلوم قاتل کے بارے میں فیصلہ

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور وہ اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَأُلْقِيَ فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ بِخَيْبَرَ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللَّهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ يَتَكَلَّمُ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمُحَيِّصَةَ: كَبِّرْ، كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ يُؤْذَنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ، فَكَتَبُوا: إِنَّا وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِحُوَيِّصَةَ: وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ: تَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ؟ قَالُوا: لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ، فَوَدَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب القسامة، باب القود، رقم: ۴۷۲۲

Marfat.com

إِلَيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتّٰى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ. فَقَالَ سَهْلٌ: فَلَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ[1]

''سیدنا عبداللہ بن سہل اور سیدنا محیصہ رضی اللہ عنہما دونوں محتاجی کی وجہ سے (روزگار کی تلاش میں) یہودی بستی خیبر کی طرف نکلے، محیصہ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے ہیں، اور انہیں خیبر کے ایک گڑھے یا چشمے میں ڈال دیا گیا ہے، وہ یہودیوں کے پاس گئے، اور کہا: اللہ کی قسم، تم لوگوں نے ہی ان کو قتل کیا ہے، وہ قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے ان کا قتل نہیں کیا، اس کے بعد حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ خیبر سے واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے، اور ان سے اس کا ذکر کیا، پھر وہ، ان کے بڑے بھائی حویصہ، اور عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور محیصہ رضی اللہ عنہ جو کہ خیبر میں تھے بات کرنے لگے تو آپ ﷺ نے محیصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بڑے کا لحاظ کرو'' آپ ﷺ کی مراد عمر میں بڑا ہونے کی تھی چنانچہ حویصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، اور اس کے بعد محیصہ رضی اللہ عنہ نے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''یا تو یہود تمہارے آدمی کی دیت ادا کریں ورنہ اس کو اعلان جنگ سمجھیں'' اور یہود کو یہ بات لکھ کر بھیج دی، انہوں نے بھی جواب لکھ بھیجا کہ اللہ کی قسم، ہم نے ان کو قتل نہیں کیا ہے، تو آپ ﷺ نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے کہا: ''تم قسم کھا کر اپنے ساتھی کی دیت کے مستحق ہو سکتے ہو''، انہوں نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہود قسم کھا کر بری ہو جائیں گے'' وہ کہنے لگے: وہ تو مسلمان نہیں ہیں، (کیا ان کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا) آخر کار رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی دیت ادا کی، اور ان کے لیے سو اونٹنیاں بھیجیں جنہیں ان کے گھر میں داخل کر دیا گیا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری۔''

قسامہ کا قانون عہد جاہلیت میں بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اس قانون کو باقی رکھا۔ اس لیے کہ یہ قانون آپ ﷺ کو مبنی بر انصاف نظر آیا۔ عہد جاہلیت میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے بھی اسی قانون کے مطابق فیصلہ دیا تھا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

1۔ صحیح۔ سنن ابن ماجۃ للالبانی، کتاب الدیات، باب القسامۃ، رقم: ۲۶۷۷

Marfat.com

جاہلیت کے زمانے کا پہلا قسامہ یہ تھا کہ بنی ہاشم کا ایک شخص تھا، قریش کی شاخ میں سے کسی قبیلے کے ایک شخص نے اسے نوکری پر رکھا، وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں میں گیا، اس کے پاس سے بنی ہاشم کے ایک شخص کا گزر ہوا جس کے توشہ دان کی رسی ٹوٹ گئی تھی، وہ بولا: میری مدد کرو ایک رسی سے جس سے میں اپنے توشہ دان کا منہ باندھ سکوں تاکہ (اس میں سے سامان گرنے سے) اونٹ نہ بدکے، چنانچہ اس نے اسے توش دان کا منہ باندھنے کے لیے رسی دی، جب انہوں نے قیام کیا اور ایک اونٹ کے علاوہ سبھی اونٹ باندھ دیے گئے تو جس نے نوکر رکھا تھا، اس نے کہا: اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے، تمام اونٹوں میں اسے کیوں نہیں باندھا گیا؟ اس نے کہا: اس کے لیے کوئی رسی نہیں ہے، اس نے کہا: اس کی رسی کہاں گئی؟ وہ بولا: میرے پاس سے بنی ہاشم کا ایک شخص گزرا جس کے توش دان کا منہ باندھنے کی رسی ٹوٹ گئی تھی، اس نے مجھ سے مدد چاہی اور کہا: مجھے توش دان کا منہ باندھنے کے لیے ایک رسی دے دو تاکہ اونٹ نہ بدکے، میں نے اسے رسی دے دی، یہ سن کر اس نے ایک لاٹھی نوکر کو ماری، اسی میں اس کی موت تھی (یعنی یہی چیز بعد میں اس کے مرنے کا سبب بنی وہ ابھی قریب المرگ تھا) اس کے پاس سے یمن والوں میں سے ایک شخص کا گزر ہوا، اس نے کہا: کیا تم حج کو جا رہے ہو؟ اس نے کہا: جا نہیں رہا ہوں لیکن شاید جاؤں، اس نے کہا: کیا تم (حج کے موقع پر) کسی بھی وقت میرا یہ پیغام پہنچا دو گے؟ اس نے کہا: ہاں، کہا: جب تم حج کو جاؤ تو پکار کر کہنا: اے قریش کے لوگو! جب وہ آ جائیں تو پکارنا! اے ہاشم کے لوگو! جب وہ آ جائیں تو ابوطالب کے بارے میں پوچھنا پھر انہیں بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے سلسلے میں مار ڈالا ہے اور (یہ کہہ کر) نوکر مر گیا، پھر جب وہ شخص آیا جس نے اسے نوکری پر رکھا تھا تو اس کے پاس ابوطالب گئے اور بولے: ہمارے آدمی کا کیا ہوا؟ وہ بولا: وہ بیمار ہو گیا، میں نے اس کی اچھی طرح خدمت کی پھر وہ مر گیا، میں راستے میں اترا اور اسے دفن کر دیا۔ ابوطالب بولے: تمہاری طرف سے وہ اس چیز کا حقدار تھا، وہ کچھ عرصہ گزر گیا پھر وہ یمنی آیا جسے اس نے وصیت کی تھی کہ جب حج کا موسم آئے تو وہ اس کا پیغام پہنچا دے۔ اس نے کہا: اے قریش کے لوگو! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں، اس نے کہا: اے بنی ہاشم کے لوگو! لوگوں نے کہا: یہ بنی ہاشم ہیں، اس نے کہا: ابوطالب کہاں ہیں؟ کسی نے کہا: ابوطالب

Marfat.com

یہ ہیں۔ وہ بولا: مجھ سے فلاں نے کہا ہے کہ میں آپ تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ فلاں نے اسے ایک رسی کی وجہ سے مار ڈالا، چنانچہ ابوطالب اس آدمی کے پاس آئے اور بولے: تم تین میں سے کوئی ایک کام کرو، اگر تم چاہو تو سو اونٹ دے دو، اس لیے کہ تم نے ہمارے آدمی کو مار ڈالا ہے اور اگر چاہو تو تمہاری قوم کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تم نے اسے نہیں مارا، اگر تم ان دونوں باتوں سے انکار کرتے ہو تو ہم تمہیں اس کے بدلے قتل کریں گے، وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہم قسم کھائیں گے، پھر بنو ہاشم کی ایک عورت ابوطالب کے پاس آئی جو اس قبیلے کے ایک شخص کی زوجیت میں تھی، اس شخص سے اس کا ایک لڑکا تھا، وہ بولی: ابوطالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ ان پچاس میں سے میرے اس بیٹے کو بخش دیں اور اس سے قسم نہ لیں، ابوطالب نے ایسا ہی کیا، پھر ان کے پاس ان کا ایک اور شخص آیا اور بولا: ابوطالب! آپ سو اونٹوں کی جگہ پچاس آدمیوں سے قسم لینا چاہتے ہو؟ ہر شخص کے حصے میں دو اونٹ پڑیں گے، تو لیجیے دو اونٹ اور مجھ سے قسم مت لیجیے جیسا کہ آپ اوروں سے قسم لیں گے، ابوطالب نے دونوں اونٹ قبول کر لیے، پھر اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے قسم کھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ابھی سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان اڑتالیس میں سے ایک بھی آنکھ جھپکنے والی نہ رہی (یعنی سب مر گئے)(1)

یتیم بچی کا خالہ کے حق میں فیصلہ

صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء ادا کیا اور مکہ سے واپسی کے لیے نکلے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتی ہوئی پیچھے دوڑیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَتَبِعَتْهُمُ ابْنَةُ حَمْزَةَ، يَا عَمِّ، يَا عَمِّ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ، وَزَيْدٌ، وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي، وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي، وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أَخِي، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا، وَقَالَ: الْخَالَةُ

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب القسامۃ، باب ذکر القسامۃ التی کانت فی الجاھلیۃ، رقم: ۴۷۰۶

Marfat.com

بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ، وَقَالَ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، وَقَالَ لِزَيْدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا۔[1]

"نبی کریم ﷺ مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاتھ پکڑ کر لے آئے اور فرمایا، اپنی چچازاد بہن کو بھی ساتھ لے لو، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں، یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں بھی ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم صورت اور عادات واخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی بھی ہو اور ہمارے مولا بھی۔"

آپ ﷺ نے بچی کی کفالت میں جھگڑا کرنے والے تمام افراد کی تعریف کی جو اُن کی دلجوئی کے لیے تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے فیصلہ خالہ کے حق میں فرمایا۔ یہ عین انصاف اور فطرت کے مطابق فیصلہ ہے کہ خالہ کو اپنی بھانجی سے جو محبت ہے، وہ کسی اور عورت کو نہیں ہو سکتی۔

ھوازن کے قیدیوں کا فیصلہ

جنگ ھوازن میں جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فتح سے نوازا تو ھوازن کے مالِ غنیمت میں لونڈی وغلام بھی کثیر تعداد میں تھے۔ آپ ﷺ نے ان قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم نہیں فرمایا اور دس دن سے زیادہ عرصہ تک ھوازن کے لوگوں کا اس امید پر انتظار کرتے رہے کہ اگر وہ مسلمان ہو کے آجائیں تو ان کا مال بھی انہیں واپس کر دیا جائے اور لونڈی غلام بھی اور جب دس دن سے زیادہ عرصہ گزر گیا اور ان لوگوں کے آنے کی امید نہ رہی تو آپ ﷺ نے مال بھی تقسیم فرما دیا اور قیدی بھی اور تقسیم کے بعد ھوازن کے لوگ مسلمان ہو کے آپ ﷺ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان، رقم: ۲۶۹۹

Marfat.com

کی بارگاہ میں آ گئے جس سے صورتحال پیچیدہ ہوگئی۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا حال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انْتَظَرَ آخِرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَيِّبَ، فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ: النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا، وَأَذِنُوا.(۱)

''جب ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مالوں اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے تم ایک ہی واپس لے سکتے ہو۔ اپنے قیدی واپس لے لو یا پھر مال لے لو' اور میں نے تمہارا انتظار بھی کیا۔ آپ ﷺ نے تقریباً دس دن تک طائف سے واپسی پر ان کا انتظار کیا اور جب یہ بات ان پر واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ ان کی صرف ایک ہی چیز (قیدی یا مال) واپس کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی ہی واپس لینا چاہتے ہیں۔ اب آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا: آپ ﷺ نے اللہ کی شان کے مطابق حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا ''اما بعد! تمہارے یہ بھائی اب ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اسی لیے جو شخص اپنی خوشی سے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی أن الخمس لنوائب المسلمین، رقم: ۳۱۳۱

Marfat.com

غنیمت کے اپنے حصے کے (قیدی) واپس کرنا چاہے وہ کردے اور جو شخص چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہمیں جب اس کے بعد سب سے پہلی غنیمت ملے تو اس میں سے اس کے حصے کی ادائیگی کردی جائے تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کردے' (اور جب ہمیں دوسری غنیمت ملے گی تو اس کا حصہ ادا کردیا جائے گا)۔" اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یارسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے انہیں واپس کردیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کن لوگوں نے اپنی خوشی سے اجازت دی اور کن لوگوں نے نہیں دی ہے۔ اس لیے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس چلے جائیں اور تمہارے سردار لوگ تمہاری بات ہمارے سامنے آکر بیان کریں۔" سب لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سرداروں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر خبر دی کہ سب لوگ خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔"

تم گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر جاؤ گے

فتح مکہ کے بعد جب ہوازن میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح عطا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت نومسلموں میں تقسیم فرما دیا۔ انصار جو مدینہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اور مکہ اور حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کچھ بھی نہ دیا۔ اس سے ان کے دلوں میں ملال پیدا ہوا اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی پہنچی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا حال یوں بیان کیا ہے:

نَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صلى الله عليه وآله وسلم مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، قَالَ أَنَسٌ: فَحُدِّثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَالَ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا، وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم إِلَى

Marfat.com

رِحَالِكُمْ، فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ، قَدْ رَضِينَا، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: سَتَجِدُونَ أُثْرَةً شَدِيدَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ، فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ يَصْبِرُوا. [1]

''جب قبیلہ ہوازن کے مال میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو دینا تھا وہ دیا تو انصار کے کچھ لوگوں کو رنج ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ دے دیئے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کی مغفرت کرے، قریش کو تو آپ عنایت فرما رہے ہیں اور ہمیں آپ نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کی یہ بات نبی کریم ﷺ کے کانوں میں آئی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور چمڑے کے ایک خیمے میں انہیں جمع کیا، ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو بھی آپ نے نہیں بلایا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا تمہاری جو بات مجھے معلوم ہوئی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ انصار کے جو سمجھدار لوگ تھے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو لوگ ہمارے معزز اور سردار ہیں، انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ البتہ ہمارے کچھ لوگ جو ابھی نوعمر ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ اللہ، رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کرے، قریش کو آپ دے رہے ہیں اور ہمیں آپ نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، اس طرح میں ان کی دلجوئی کرتا ہوں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو مال و دولت لے جائیں اور تم نبی ﷺ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ۔ اللہ کی قسم! جو چیز تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ انصار نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ اس وقت صبر کرنا، یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے آملو۔ میں حوض کوثر پر ملوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن انصار نے صبر نہیں کیا۔''

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، رقم: ۴۳۳۱

Marfat.com

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کا فیصلہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابوجندل کی واپسی کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس طاقت بھی تھی اور چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم تلواریں ہاتھوں میں تھامے آپ ﷺ کے اشارہ ابرو کے منتظر تھے اور معاہدہ ابھی لکھا جا رہا تھا۔ ابوجندل مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ بیڑیاں پاؤں میں ڈالے مسلمانوں کے سامنے آ کھڑا ہوا اور التجا کی کہ مجھے اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں۔ اس کٹھن مرحلہ میں بھی آپ ﷺ نے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابوجندل کو واپس کرنے کا فیصلہ کیا اور تاریخ انگشت بدنداں آج تک ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سارا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابھی معاہدہ کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابوجندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے' وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ ہمیں اسے واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے (اس لیے جب صلح نامہ طے پا جائے گا اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہئے) سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر بھی آپ ﷺ سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کر دو۔ اس نے کہا کہ میں اس سلسلے میں احسان بھی نہیں کر سکتا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟ کیا مجھے جو اذیتیں پہنچائی گئیں تھیں۔ تم نہیں جانتے؟ راوی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں جھکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم

Marfat.com

بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابوبکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلا شک وشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اللہ گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں، میں نے اپنی عجلت پسندی کی مکافات کے لیے کئی نیک اعمال کیے۔''(۱)

آفت زدہ قرض دار کا فیصلہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ يَعْنِي الْغُرَمَاءَ.(۲)

''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص کو اس کے خریدے ہوئے پھلوں میں گھاٹا ہوا،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

۲۔ صحیح۔سنن ابن ماجه للالبانی، کتاب الاحکام، باب المعدم والبیع علیه لغرمائه، رقم: ۲۳۵۶

Marfat.com

اور وہ بہت زیادہ مقروض ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: "تم لوگ اسے صدقہ دو" چنانچہ لوگوں نے اسے صدقہ دیا، لیکن اس سے اس کا قرض پورا ادا نہ ہو سکا، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو مل گیا وہ لے لو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے" یعنی قرض خواہوں کے لیے۔"

کیونکہ اب وہ مفلس ہو گیا تو قرض خواہوں کو اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچتا کہ اس کے پاس جو مال ہو وہ لے لیں، مگر مکان رہنے کا اور ضروری کپڑا اور سردی کا کپڑا، اور سد رمق کے موافق خوراک اس کی اور اس کے گھر والوں کی یہ چیزیں قرض میں نہیں لی جائیں گی۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، آنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ، فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ ذٰلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ سَعَةٍ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ مَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذٰلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (1)

''ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کے نالے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالے سے (اپنے باغ) سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، زبیر! تم پہلے سیراب کرلو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو، اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! آپ یہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ دیوار تک چڑھ جائے۔ اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح فابی، حکم علیہ بالحکم البین، رقم: ۲۷۰۸

Marfat.com

کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی "پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے کو دل وجان سے تسلیم نہ کرلیں۔"

غصے کی وجہ

پانی کے راستے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین پہلے آتی تھی اور انصاری کی بعد میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے کھیتوں کو پانی دینے کے بعد انصاری کے لیے چھوڑ دیں۔ لیکن انصاری کا مؤقف تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی کو روکیں ہی نہیں وہ بس پانی اپنی زمین سے گزرتا ہوا دیکھیں اور انصاری کے کھیت تک پہنچنے دیں۔ یہ بڑی غیر معقول بات تھی۔ ایسے میں اگر انصاری سے آگے کسی کے کھیت ہوتے تو وہ بھی کہتا کہ انصاری پانی نہ لگائے اور آگے آنے دیں۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ بڑا معقول تھا کہ پانی کے راستے میں جس کا کھیت پہلے آتا ہے وہ پانی لگائے پھر آگے والے کے لیے چھوڑ دے۔ انصاری نے نہ صرف یہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا بلکہ یہ طعنہ بھی دے ڈالا کہ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اس لیے آپ فیصلہ میں اس کی رعایت کر رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غصہ آ گیا کہ جب میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر انصاف کا بول بالا کیسے ہوگا؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دے دیا کہ تم اپنے باغ یا کھیت کو اس کی منڈیروں تک پانی لگاؤ پھر آگے چھوڑ دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقوق

مذکورہ واقعہ پر نازل ہونے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقوق ذکر فرمائے ہیں کہ اُمت مسلمہ پر حق ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں اور پھر اپنے جھگڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے کو من وعن تسلیم کریں۔ ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ حقوق ذکر کیے جاتے ہیں جو اُمت مسلمہ پر عائد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (۱)

''پس تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب خبردار ہے۔''

یہ پہلا حق ادا کر کے ہی کوئی آدمی اسلامی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔

۲۔ ایمان پر قائم رہنا

دوسرا حق یہ ہے کہ بندہ ایمان لانے کے بعد ایمان پر قائم رہے خواہ اس راستے میں اسے کتنے ہی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے۔ اگر ایمان لانے کے بعد وہ ایمان پر قائم نہ رہا تو اس نے ایمان کا حق بھی ادا نہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ جب انہوں نے زبان سے کلمہ حق ادا کر دیا تو پھر اس پر ڈٹے رہے۔ ان کے قدم کو نہ کفار کا ظلم واستبداد ڈگمگا سکا اور نہ حالات کی چیرہ دستیاں ان کے پاؤں میں لرزش پیدا کر سکیں۔ تاریخ کے چہرے پر سینکڑوں مثالیں شمع کی مانند جگمگا رہی ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جا رہی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ، رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلَالٌ، وَالْمِقْدَادُ، فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَنَعَهُ اللَّهُ بِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللَّهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ، وَأَلْبَسُوهُمْ أَدْرَاعَ الْحَدِيدِ، وَصَهَرُوهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَاتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا، إِلَّا بِلَالًا فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللَّهِ، وَهَانَ عَلَى قَوْمِهِ فَأَخَذُوهُ فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدٌ أَحَدٌ (۲)

۱۔ (التغابن:۸)

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان و فضائل الصحابہ، باب فضل سلمان و ابی ذر و المقداد رضی اللہ عنہم، رقم: ۱۵۰

Marfat.com

''پہلے پہل جن لوگوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ سات افراد تھے: رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد (رضی اللہ عنہم)، رہے رسول اللہ ﷺ تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ایذا رسانیوں سے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ آپ کو بچایا، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے سبب محفوظ رکھا، رہے باقی لوگ تو ان کو مشرکین نے پکڑا اور لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، چنانچہ ان میں سے ہر ایک سے مشرکین نے جو کہلوایا بظاہر کہہ دیا، سوائے بلال کے، اللہ کی راہ میں انہوں نے اپنی جان کو حقیر سمجھا، اور ان کی قوم نے بھی ان کو حقیر جانا، چنانچہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بچوں کے حوالہ کر دیا، وہ ان کو مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ اَحد، اَحد کہتے (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)''

ان چھ سابق الایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استقامت اور دین کی خاطر ان کی عزیمت لائق اتباع ہے، ان میں بلال رضی اللہ عنہ کی عزیمت سب سے اعلیٰ وارفع ہے، جان کے خطرے کے وقت دین پر دلی اطمینان کی صورت میں کفر کا اظہار جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ''سوائے اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو'' (النحل: ۱۰۶) جس کی نظر میں اللہ کی عظمت و شان ہوتی ہے، اس کے دل میں موجودات عالم کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی حتیٰ کہ اپنی جان بھی حقیر نظر آتی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت یہی تھی رضی اللہ عنہم۔

☆ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ، أَتَقَاضَاهُ؟ قَالَ: لَا، أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ، ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا. أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا۔ مريم: ۷۷-۷۸ [1]

''میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا میں ایک دن اس سے تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تم محمد ﷺ کا انکار

ا۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر القین والحداد، رقم: ۲۰۹۱

Marfat.com

نہیں کرو گے میں قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کا انکار نہیں کروں گا خواہ اللہ تعالیٰ تیری جان ہی لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مہلت دے کہ میں مرجاؤں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کردوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی أفرأيت الذي كفر بآياتنا وقال لأوتين مالا وولدا* أطلع الغيب أم اتخذ عند الرحمن عهدا "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی، کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔"

۳۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنا

تیسرا حق یہ ہے کہ وہ اپنی جان، مال، عزیز واقارب غرضیکہ کائنات کی تمام چیزوں سے بڑھ کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے مروی ایک حدیث مبارک میں ہے:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ (۱)

"تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پائی جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرا یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرا یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ (۲)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، رقم: ۱۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، رقم: ۱۴

Marfat.com

ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔''

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ[1]

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے میری جان کے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ سے محبت کیے بغیر بندہ مومن نہیں بن سکتا اور محبت بھی ایسی کہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کے ہو۔ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ایمانی نکتہ کو سمجھتے تھے۔ اس لیے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تو کیا بچے بھی آپ ﷺ پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ[2]

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ یا پانی پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے پیا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم: ۶۶۳۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب إذا اذن له أو احله ولم یبین کم هو، رقم: ۲۴۵۱

Marfat.com

آپ ﷺ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایثار میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔"

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دائیں جانب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی بچے تھے اور آپ ﷺ کی بائیں جانب اسلامی جرنیل اور جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِلَبَنٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَسْقِيَ خَالِدًا؟، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوثِرَ بِسُؤْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، عَلَى نَفْسِي أَحَدًا، فَأَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ، وَشَرِبَ خَالِدٌ. (1)

رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ آیا، اس وقت آپ کے دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو کہ پہلے خالد کو پلاؤں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے اوپر کسی کو ترجیح دینا پسند نہیں کرتا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (برتن) لیا، اور پیا، اور پھر خالد رضی اللہ عنہ نے پیا۔

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عبیدہ سے کہا:

عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا (۲)

"ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ

۱۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الاشربۃ، باب اذا شرب أعطی الایمن فالایمن، رقم: ۳۴۲۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، رقم: ۱۷۰

Marfat.com

سے یا انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہوتا تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صحابی کے جنازہ پر زیادہ دعائیں مانگ دیتے تھے۔ صحابہ کی خواہش ہوتی کاش یہ ان کا جنازہ ہوتا۔ جس صحابی رضی اللہ عنہ کی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو جاتے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش ہوتی کاش یہ بات انہوں نے کہی ہوتی جنگ بدر کے موقع پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں بے جگری سے لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زندگی بھر یہ خواہش کرتے رہے کاش یہ بات انہوں نے کہی ہوتی چنانچہ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لَأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ، أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا (سورة المائدة آية ٢٤) وَلَكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ، وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ يَعْنِي قَوْلَهُ.[1]

"میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہو جاتی تو میرے لیے کسی بھی چیز کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہوتی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مشرکین پر بددعا کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم وہ نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ جاؤ، تم اور تمہارا رب ان سے جنگ کرو، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے جمع ہو کر لڑیں گے۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے بھی محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے بھی۔ اعمال صالحہ اور ایمانی امور سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دیا جائے تو اعمال بے نور اور مردہ شمار ہوتے ہیں۔ بقول ظفر علی خان ؎

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی إذ تستغیثون ربکم، رقم: ۳۹۵۲

Marfat.com

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

۴۔ اطاعت

امت مسلمہ پر رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سے چوتھا حق آپ ﷺ کی اطاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۱)

''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو اور اگر تم نے اعراض کیا تو جان لو ہمارے رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سمجھ کے کرتے تھے کہ وہ عبادت، عبادت ہی نہیں جس میں اطاعتِ مصطفی ﷺ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ (۲)

''بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔'' اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا ''اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔'' پھر فرمایا ''جو عمل رسول اللہ ﷺ نے

۱۔ المائدہ: ۹۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرۃ، رقم: ۱۶۰۵

Marfat.com

کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔“

حجرِ اسود دنیا کا مقصد ترین پتھر ہے۔ اس سے زیادہ بابرکت پتھر کائنات بھر میں نہیں ہے اور جسے بوسہ دینے کی خواہش ہر دل میں تڑپ رہی ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بوسہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سمجھ کے دیا ہے۔ اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اس قدر جذبہ اس لیے ہے کہ وہ سمجھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے ہٹ کے کیا ہوا کوئی بھی نیک عمل خواہ وہ کتنی محنت سے انجام دیا جائے وہ ہلاکت کا باعث تو بن سکتا ہے جنت میں نہیں لے جا سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ مثال دے کے سمجھا:

إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا، فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَأَدْلَجُوا، فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهَلِهِمْ، فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ، فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ، فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي، فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ (۱)

”میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے: اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں، پس بچاؤ کی صورت کرو تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی ہے جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔

جنگِ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پہاڑی درے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین فرمایا تھا وہاں سے قدم ہلانے نے فتح کو شکست میں بدل دیا تھا۔ یہ ایک سبق تھا کہ رسول

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۷۲۸۳

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے معمولی سا قدم باہر نکالنے پر بھی ہلاکت ہے۔ دنیوی ناکامی بھی ہے اور اخروی بھی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر (تیراندازوں کے) پچاس آدمیوں کا امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تاکید کردی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ پھر بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا' جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا' جب تک میں تمہیں خود بلا نہ بھیجوں۔ پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ بھاگ رہی تھیں۔ ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اور وہ اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا' کہ غنیمت لوٹو' اے قوم! غنیمت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے ساتھی غالب آگئے ہیں۔ اب ڈر کس بات کا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا جو ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی' تم اسے بھول گئے؟ لیکن وہ لوگ اسی پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہوں گے۔ جب یہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے' اور (مسلمانوں کو) شکست سے دوچار ہونا پڑا' یہی وہ گھڑی تھی (جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے کہ) "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں پیچھے کھڑے بلا رہے تھے"۔ اس سے یہی مراد ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کے سوا اور کوئی بھی باقی نہ رہ گیا تھا۔ آخر ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ بدر کی لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا' ستر ان میں سے قیدی تھے اور ستر مقتول' (جب جنگ ختم ہوگئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر) ابوسفیان نے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں نے یہی پوچھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرما دیا تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا' کیا ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا' پھر پوچھا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی

Marfat.com

تین مرتبہ پوچھا' پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تینوں قتل ہو چکے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑے کہ اے اللہ کے دشمن! اللہ گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے جن کے تو نے ابھی نام لیے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برا دن آنے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔ اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح ہے (کبھی ادھر کبھی ادھر) تم لوگوں کو اپنی قوم کے بعض لوگ مثلہ کئے ہوئے ملیں گے۔ میں نے اس طرح کا کوئی حکم (اپنے آدمیوں کو) نہیں دیا تھا' لیکن مجھے ان کا یہ عمل برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد وہ فخریہ رجز پڑھنے لگا' ہبل (بت کا نام) بلند رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہم اس کے جواب میں کیا کہیں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو کہ اللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزیٰ (بت) ہے اور تمہارا کوئی بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جواب کیوں نہیں دیتے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کا جواب کیا دیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہو کہ اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا حامی کوئی نہیں۔ (۱)

درے سے قدم ہٹانے نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ پس اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوتاہی کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جانتے تھے اس لیے وہ اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: اجْلِسُوا فَسَمِعَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَالَ: تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر اچھی طرح سے بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: "بیٹھ جاؤ"، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت مسجد کے دروازے پر تھے) اسے سنا تو وہ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: "عبداللہ بن مسعود! تم آجاؤ"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب مایکره من التنازع والاختلاف فی الحرب، رقم: ۳۰۳۹

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، تفریع ابواب الجمعة، باب الامام یکلم الرجل فی خطبته، رقم: ۱۰۹۱

Marfat.com

ایسی بہت سی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھالیا گیا پھر دوسرے صاحب آئے اور کہا کہ گدھے کا گوشت کھالیا گیا پھر تیسرے صاحب آئے اور کہا کہ گدھے ختم ہو گئے۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی کے ذریعہ لوگوں میں اعلان کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہیں چنانچہ اسی وقت دیگیں الٹ دی گئیں حالانکہ وہ (گدھے کے) گوشت سے جوش مار رہی تھیں۔(۱)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ اترتے تو لوگ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی جانب سے ہے"، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جگہ بھی اترے تو لوگ آپس میں سے اس طرح سمٹ جاتے کہ اگر ان پر کوئی کپڑا پھیلا دیا جاتا تو سب کو ڈھانپ لیتا۔(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب استعمال نہیں کرتے تھے، چنانچہ میں کھڑا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو پلا رہا تھا اور فلاں اور فلاں کو، کہ ایک صاحب آئے اور کہا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ شراب حرام قرار دی جا چکی ہے۔فوراً ہی ان لوگوں نے کہا: انس رضی اللہ عنہ اب ان شراب کے مٹکوں کو بہا دو۔انہوں نے بیان کیا کہ ان کی اطلاع کے بعد ان لوگوں نے اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ مانگا اور نہ پھر اس کا استعمال کیا۔(۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الحمر الانسیة، رقم:۵۵۲۸

۲۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجهاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر وسعته، رقم:۲۶۲۸

۳۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب انما الخمر والمیسر والانصاب، رقم:۴۶۱۷

Marfat.com

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے سولہ یا سترہ مہینے تک نماز پڑھی لیکن آپ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ) ہو جائے (آخر ایک دن اللہ کے حکم سے) آپ نے عصر کی نماز (بیت اللہ کی طرف رخ کر کے) پڑھی اور آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پڑھی۔ جن صحابہ نے یہ نماز آپ کے ساتھ پڑھی تھی، ان میں سے ایک صحابی مدینہ کی ایک مسجد کے قریب سے گزرے۔ اس مسجد میں لوگ رکوع میں تھے، انہوں نے اس پر کہا کہ میں اللہ کا نام لے کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے، تمام نمازی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ جو لوگ کعبہ کے قبلہ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے، ان کے متعلق ہم کیا کہیں۔ (ان کی نمازیں قبول ہوئیں یا نہیں؟) اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان اللہ لیضیع إیمانکم إن اللہ بالناس لرءوف رحیم "اللہ ایسا نہیں کہ تمہاری عبادات کو ضائع کرے، بیشک اللہ اپنے بندوں پر بہت بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہے۔"[1]

یہ اطاعت کا جذبہ ہے کہ حکم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوری تعمیل کے لیے سر جھکا دیا۔ اگر خطبہ جمعہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''بیٹھ جاؤ'' فرمایا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دروازے پر ہی بیٹھ گئے، گدھے کے گوشت کی حرمت کا اعلان ہوا تو گوشت سے بھری ہنڈیاں اُلٹ دیں۔ حرمت شراب کا حکم صادر فرمایا تو مٹکے توڑ دیے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تو نماز کی حالت میں رُخ بدل لیا۔ اطاعت کی ایسی مثالیں تاریخ کے چہرے پر اس لیے جگمگا رہی ہیں کہ اطاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نجات ممکن نہیں، نہ اس کے بغیر ایمان قبول ہے اور نہ کوئی عمل۔ اطاعت ہوگی تو نجات ہے، اگر اطاعت نہیں، ناکامی ہی ناکامی ہے۔

۵۔ عزت واحترام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت مسلمہ پر پانچواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی سیقول السفہاء من الناس، رقم: ۴۴۸۶

Marfat.com

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا، لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا(۱)

''بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اس کا ساتھ دو اور اس کا احترام کرو اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو۔''

اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی آواز بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کریں۔ حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں:

كَادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الْحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرُ بِغَيْرِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إِنَّمَا أَرَدْتَ خِلَافِي، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى قَوْلِهِ عَظِيمٌ (سورة الحجرات آية ۲-۳)، قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: فَكَانَ عُمَرُ بَعْدُ إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يُسْمِعْهُ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ(۲)

''امت کے دو بہترین انسان، قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے (یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) جس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس بنی تمیم کا وفد آیا تو ان میں سے ایک صاحب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے بنی مجاشع میں سے اقرع بن حابس حنظلی رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار بنائے جانے کا مشورہ دیا اور دوسرے صاحب (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ان کے علاوہ (قعقاع بن سعید بن زرارہ) کو بنائے جانے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا مقصد صرف میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری نیت آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں دونوں بزرگوں کی آواز بلند ہوگئی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی

۱۔ الفتح: ۸،۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم، رقم: ۷۳۰۲

Marfat.com

یاأیھا الذین آمنو الاترفعو أصواتکم "اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔"
اللہ تعالیٰ کے ارشاد عظیم تک۔ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے اترنے کے بعد یہ طریقہ اختیار کیا وہ جب نبی کریم ﷺ
سے کچھ عرض کرتے تو اتنی آہستگی سے جیسے کوئی کان میں بات کرتا ہے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کو
بات سنائی نہ دیتی تو آپ دوبارہ پوچھتے کیا کہا۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے کافروں سے صلح کا معاہدہ کیا اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادب واحترام کے عجب مناظر پیش کیے۔ ذرا نظر دوڑایئے کافروں کی طرف سے عروہ بن مسعود، آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا۔ اس نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

أَيْ مُحَمَّدُ، أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى وُجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَوْشَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا وَيَدَعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ، قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ، وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَّا الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ، ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللَّهِ لَقَدْ

Marfat.com

وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ، وَكِسْرَى، وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا، وَاللَّهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوهَا۔ (1)

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بتایئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب ہوئے) تو اللہ کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف قبائل کے لوگ اس وقت بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے امصص بظر اللات۔ (لات کی شرمگاہ چاٹ) کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے تھے' تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف اپنا ہاتھ لے جاتے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی نیام کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغابازی کی سزا سے تجھے نہیں بچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (اور

1۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں، رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ وہ دغا بازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا' پھر عروہ گھور گھور کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوکا بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو سے بچے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں' قیصر و کسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوکا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجا لانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے تمہارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہئے کہ اسے قبول کر لو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و شخصیت کا ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری، آپ کے حجرہ مبارک، مسجد، منبر آپ کی تلوار آپ کے زیر استعمال برتن، لباس یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھوک تک کا ادب تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

Marfat.com

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَابَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا الْقَبِلْتُهَا.(۱)

''جب سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی لڑائی میں انہوں نے شرکت کی تھی اور مدینہ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری ملاقات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے حفصہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس کا نکاح میں آپ سے کر دوں۔ انہوں نے کہا کہ میں سوچوں گا۔ اس لیے میں چند دنوں کے لیے ٹھہر گیا، پھر انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہوئی ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ بنت عمر سے کر دوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کا یہ رویہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ میرے لیے باعث تکلیف ہوا۔ کچھ دنوں میں نے اور توقف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام بھیجا اور میں نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو انہوں نے کہا، شاید آپ کو میرے اس طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہوگی کہ جب آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مجھ سے بات کی تو میں نے کوئی جواب

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائکة بدرا، رقم: ۴۰۰۵

Marfat.com

نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ ہاں تکلیف تو ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کی بات کا میں نے صرف اس لیے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے (مجھ سے) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا (مجھ سے اس بارے میں مشورہ لیا تھا کہ میں اس سے نکاح کرلوں) اور میں نبی کریم ﷺ کا راز فاش نہیں کرسکتا تھا۔ اگر آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیتے تو بیشک میں ان سے نکاح کرلیتا۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے راز کا بھی ادب کیا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان کو روتا ہوا پایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میرے بھائی آپ کس لیے رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض نہیں اٹھایا؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی بھی وجہ سے نہیں رو رہا، نہ تو دنیا کی حرص کی وجہ سے اور نہ اس وجہ سے کہ آخرت کو ناپسند کرتا ہوں، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک نصیحت کی تھی، جہاں تک میرا خیال ہے میں نے اس سلسلے میں زیادتی کی ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا نصیحت تھی؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "تم میں سے کسی کے لیے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جتنا کہ مسافر کا توشہ، لیکن میں نے اس سلسلے میں زیادتی کی ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا اے سعد! جب آپ فیصلہ کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، جب کچھ تقسیم کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اور جب کسی کام کا قصد کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرنا۔ ثابت (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیس سے چند زائد درہم کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا، وہ بھی اپنے خرچ میں سے۔ (1)

۶۔ آپ ﷺ کی خاطر لڑنا مرنا

رسول اللہ ﷺ کا مسلمانوں پر چھٹا حق یہ ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی خاطر لڑنے مرنے کا عزم رکھیں اور اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجة للالبانی، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، رقم: ۴۱۰۴

Marfat.com

لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ، فَيَقُولُ: انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا.(1)

''غزوہ احد میں جب مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس سے منتشر ہو کر پسپا ہو گئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اپنے چمڑے کی ڈھال سے حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیرانداز تھے اور کمان خوب کھینچ کر تیر چلایا کرتے تھے۔ اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں۔ مسلمانوں میں سے کوئی اگر تیر کا ترکش لیے گزرتا تو نبی کریم ﷺ اس سے فرماتے یہ تیر ابوطلحہ کے لیے یہیں رکھتے جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ مشرکین کو دیکھنے کے لیے سر اٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، سر مبارک اوپر نہ اٹھایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر سے کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میری گردن آپ سے پہلے ہے اور اس دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر گئی تھی۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے' اس لیے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے (مشرکین کی طرف) تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے حضرت

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذ ھمت طائفتان منکم، رقم: ۴۰۶۴

Marfat.com

انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد بن معاذ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسّی زخم ان کے جسم پر تھے وہ شہید ہو چکے تھے مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا' صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔"

صحیح بخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب قول اللہ تعالی من المؤمنین رجال صدقوا، رقم: ۲۸۰۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کا دفاع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس میں کسی قسم کی کوتاہی بندے کو ایمانی محرومی سے دوچار کر سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ[1]

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۴۳۶۱

Marfat.com

ایک نابینے شخص کے پاس ایک ام ولد تھی جو نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، وہ نابینا اسے روکتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، وہ اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی طرح باز نہیں آتی تھی حسب معمول ایک رات اس نے آپ ﷺ کی ہجو شروع کی، اور آپ کو گالیاں دینے لگی، تو اس (اندھے) نے ایک چھری لی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا کر اسے ہلاک کر دیا، اس کے دونوں پاؤں کے درمیان اس کے پیٹ سے ایک بچہ گرا جس نے اس جگہ کو جہاں وہ تھی خون سے لت پت کر دیا، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ سے اس حادثہ کا ذکر کیا گیا، آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا، اور فرمایا: ”جس نے یہ کیا ہے میں اس سے اللہ کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے“ تو وہ اندھا کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی گردنیں پھاندتے اور ہانپتے کانپتے آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول میں اس کا مالک ہوں، وہ آپ کو گالیاں دیتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، میں اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی صورت باز نہیں آتی تھی، میرے اس سے موتیوں کی مانند دو بچے ہیں، وہ مجھے بڑی محبوب تھی تو جب کل رات آئی حسب معمول وہ آپ کو گالیاں دینے لگی، اور ہجو کرنی شروع کی، میں نے ایک چھری اٹھائی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا دیا، وہ اس کے پیٹ میں گھس گئی یہاں تک کہ میں نے اسے مار ہی ڈالا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! سنو تم گواہ رہنا کہ اس کا خون لغو ہے“۔

رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والے کی سزا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل ہی سمجھتے تھے اور ایسے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے وہ اپنی جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ کعب بن اشرف جو خود اور اپنی لونڈیوں کے ذریعہ سے آپ ﷺ کی گستاخی کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستا رہا ہے۔“

اس پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آپ نے فرمایا ”ہاں مجھے یہ پسند ہے۔“ انہوں نے

Marfat.com

عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، یہ شخص (اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا، ابھی آگے دیکھنا، خدا کی قسم! بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، چونکہ ہم نے بھی اب ان کی اتباع کر لی ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ تم سے ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا، ہاں، میرے پاس کچھ گروی رکھ دو۔ انہوں نے پوچھا، گروی میں تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا، پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا، ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کل انہیں اسی پر گالیاں دی جائیں گی کہ ایک یا دو وسق غلے پر انہیں رہن رکھ دیا گیا تھا۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ابو نائلہ بھی موجود تھے وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت (اتنی رات گئے) کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اس کی بیوی نے اس سے کہا مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔ شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب محمد بن مسلمہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے اور انہیں یہ کہا گیا تھا کہ جب کعب آئے تو میں اس کے (سر کے) بال ہاتھ میں لے لوں گا اور اسے سونگھنے لگوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ آخر کعب چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا،

Marfat.com

آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ کعب اس پر بولا، میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا، سونگھ سکتے ہو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر انہوں نے کہا، کیا دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ چند ایک حقوق بیان کیے ہیں جبکہ حقوق اور بھی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر چند وہ حقوق بیان کیے ہیں جو مرکزی حیثیت رکھتے ہیں باقی حقوق بھی اکثر طور پر انہی حقوق کی ذیلی شاخوں میں آجاتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، رقم: ۴۰۳۷

Marfat.com

غصہ ملی مسکراہٹ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب غزوہ تبوک میں اپنی سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں معذرت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ، ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ، فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِي: مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي وَاللَّهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ لِتَرْضَى بِهِ عَنِّي لَيُوشَكُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُسْخِطُكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ، فَقُمْتُ فَمَضَيْتُ. [1]

جب میں نے سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے جیسے کوئی غصہ میں مسکراتا ہے، پھر فرمایا: "آجاؤ!" چنانچہ میں آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، تو آپ نے مجھ سے پوچھا: "تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟" میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس ہوتا تو میں اس کے غصہ سے اپنے آپ کو یقیناً بچا لیتا، مجھے باتیں بنانی خوب آتی ہیں لیکن اللہ کی قسم، میں جانتا ہوں کہ اگر آپ کو خوش کرنے کے لیے میں آج آپ سے جھوٹ بولوں گا تو قریب ہے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچ سچ کہہ دوں تو آپ مجھ پر ناراض تو ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے معاف کر دے گا، اللہ کی قسم جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا تھا تو اس وقت میں زیادہ طاقتور اور زیادہ مال والا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رہا یہ شخص تو اس نے سچ کہا ہے، اٹھو

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب المساجد، باب الرخصة في الجلوس فيه والخروج منه بغير صلاة، رقم: ۷۳۱

Marfat.com

چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ آپ کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے"، چنانچہ میں اٹھ کر چلا آیا۔

غصے کی وجہ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ واقعہ سنیے۔ وہ فرماتے ہیں:

غزوہ تبوک کے سوا اور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں۔ البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر صرف قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی پہلی تیاری کے بغیر، آپ کی دشمنوں سے ٹکر ہوگئی اور میں عقبہ کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے اسلام کے لیے عہد کیا تھا اور مجھے تو یہ غزوہ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگرچہ غزوہ بدر کا لوگوں کی زبانوں پر چرچا زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور اتنا صاحب مال نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر تھا۔ جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تبوک کے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ اس کے سفر کے لیے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس غزوہ کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی سخت تھی، سفر بھی بہت لمبا تھا، بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت تمام مشکلات سامنے تھیں۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس غزوہ کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا تاکہ اس کے مطابق پوری طرح سے تیاری کر لیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سمت کی بھی نشاندہی کر دی جدھر سے آپ کے جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت تھے اور کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا لکھنا بھی مشکل تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوہ میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں

Marfat.com

چلے گا۔ نبی کریم ﷺ جب اس غزوہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ آرام کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی۔ لیکن میں روزانہ سوچا کرتا تھا کہ کل سے میں بھی تیاری کروں گا اور اس طرح ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ میں تیاری کرلوں گا۔ مجھے آسانیاں میسر تھیں، یوں ہی وقت گزرتا رہا اور آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل کرلیں اور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی ہو گئے۔ اس وقت تک میں نے تیاری نہیں کی تھی۔ اس موقع پر بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کرلوں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا۔ کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لیے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ پھر تیسرے دن کے لیے سوچا اور اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ یوں ہی وقت گزر گیا اور اسلامی لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔ غزوہ میں شرکت میرے لیے بہت دور کی بات ہو گئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انہیں پا لوں گا۔ کاش! میں نے ایسا کرلیا ہوتا لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور اور ضعیف قرار دے دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن جب آپ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ نے دریافت فرمایا کہ کعب نے کیا کیا؟ بنوسلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کے غرور نے اسے آنے نہیں دیا۔ (وہ حسن و جمال یا لباس پر اترا کر رہ گیا) اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو اب مجھ پر فکر سوار ہوا اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا جس سے میں کل نبی کریم ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔ اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے بالکل قریب آچکے ہیں تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ

Marfat.com

اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے آپ کو کسی طرح محفوظ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صبح کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ جب آپ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ آپ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے۔ جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے جو غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی کے قریب تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرما لیا، ان سے عہد لیا۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے۔ آپ کی مسکراہٹ میں غصہ کی آمیزش تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ، میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا، میرے پاس سواری موجود تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں آپ ﷺ کے سوا کسی دنیادار شخص کے سامنے آج بیٹھا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا، مجھے خوبصورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ معلوم ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے آپ کو راضی کر لوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اس کے بجائے اگر میں آپ ﷺ سے سچی بات بیان کر دوں تو یقیناً آپ کو میری طرف سے خفگی ہو گی لیکن اللہ سے مجھے معافی کی پوری امید ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، اللہ کی قسم اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا فارغ البال نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے سچی بات بتا دی ہے۔ اچھا اب جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے۔ میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہمیں تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے اور تم نے بڑی کوتاہی کی۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی ایسا عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے لوگوں نے بیان کر دیا تھا۔ تمہارے گناہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے

Marfat.com

اس پراتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر نبی کریم ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر کر آؤں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی ہے اور انہیں جواب بھی وہی ملا ہے جو تمہیں ملا۔ میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ ان دو ایسے صحابہ کا نام انہوں نے لے دیا جو صالح تھے اور بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا طرز عمل میرے لیے نمونہ بن گیا۔ چنانچہ انہوں نے جب ان بزرگوں کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی، بہت سے لوگ جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے، ان میں سے صرف ہم تین تھے! لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ ہم سے ساری دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دن تک ہم اسی طرح رہے، میرے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا، بس روتے رہتے تھے لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا، آپ کو سلام کرتا، جب آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے، میں اس کی جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں نبی کریم ﷺ کے مبارک ہونٹ ہلے یا نہیں، پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کنکھیوں سے دیکھتا رہتا جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو نبی کریم ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جونہی میں آپ کی طرف دیکھتا آپ رخ مبارک پھیر لیتے۔ آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں (ایک دن) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھے ان سے بہت گہرا تعلق تھا، میں نے انہیں سلام کیا، لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا، ابوقتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ اور اس کے رسول سے مجھے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا اللہ کی قسم دے کر پوچھا لیکن اب بھی وہ خاموش تھے، پھر میں نے اللہ کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا۔ اس

Marfat.com

مرتبہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر (باہر اتر آیا) ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشتکار جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا، پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک خط مجھے دیا، اس خط میں یہ تحریر تھا۔" امابعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں گے۔" جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور امتحان آ گیا۔ میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔ ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی میرے پاس آئے اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں صرف ان سے جدا ہو جاؤ، ان کے قریب نہ جاؤ میرے دونوں ساتھیوں کو (جنہوں نے میری طرح معذرت کی تھی) بھی یہی حکم آپ نے بھیجا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ (جن کا مقاطعہ ہوا تھا) کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں، ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، کیا اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صرف وہ تم سے صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! وہ تو کسی چیز کے لیے حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے وہ دن ہے اور آج کا دن ہے ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ میرے گھر کے بعض لوگوں نے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرتے رہنے کی اجازت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے دی ہے، آپ بھی اسی طرح کی اجازت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے لیجئے۔ میں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! میں اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں، معلوم نہیں جب میں اجازت

Marfat.com

لینے جاؤں تو نبی کریم ﷺ کیا فرمائیں۔ اس طرح دس دن اور گزر گئے اور جب سے نبی کریم ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کو پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جبل سلع پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا۔ لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ ایک صاحب (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) اپنا گھوڑا دوڑائے آ رہے تھے، ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر (آواز دی) اور آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جن صحابی نے (سلع پہاڑی پرسے) آواز دی تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں، میں نے انہیں دے دیئے۔ اللہ کی قسم کہ اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (دینے کے لائق) اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے (ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے، کہتے تھے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا نبی کریم ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! (وہاں موجود) مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا، میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا تھا، ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ کی مسرت ہم تو چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں، میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔ اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔ پس اللہ کی قسم! جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے لیے ہدایت کے بعد، میری نظر میں نبی کریم ﷺ کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا۔ جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے۔ نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ چنانچہ ہم تین، ان لوگوں کے معاملے سے جدا رہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے قسم کھالی تھی اور آپ نے ان کی بات مان بھی لی تھی، ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے طلب مغفرت بھی فرمائی تھی۔ ہمارا معاملہ نبی کریم ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وعلی الثلاثة الذین خلفوا سے یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہم ڈھیل میں ڈال دیئے گئے۔ یہ نہیں مراد ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کئے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لیے۔ (1)

1۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۴۱۸

Marfat.com

آپ ﷺ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نیکی کے عمل میں سستی کرنے پر غصہ کیا۔ انسانی زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ وہ نیکی کے کام میں جلدی کرے اور اس جلدی کو اپنی عبادت بنالے اور برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے اور اس کو اپنی عادت بنالے۔ اس لیے کہ نیکی کے عمل میں دیر کرنے سے انسان پر تین دشمن حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ایک شیطان ہے جو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ دوسرا اس کا نفس اسے نیکی سے روکتا ہے اور تیسری دنیا ہے جس کی محبت نیکی اور تقویٰ کو متاثر کرتی ہے۔ یہ تینوں دشمن مل کر اس وقت انسان سے نیکی کو دور کر دیتے ہیں جب وہ خود پر سستی کا غلبہ طاری کر لیتا ہے۔ نیکی کرنے کے لیے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے جبکہ برائی کے لیے نفس پر جبر نہیں کرنا پڑتا وہ خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور سستی کا عمل اسے شرارت کا موقع دیتا ہے۔

نیکی میں جلدی کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ (۱)

”وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور وہ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں اور یہی نیکوکار لوگ ہیں۔“

ایک اور مقام پر بخشش ومغفرت کی طرف تیزی سے لپکنے کا حکم ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (۲)

”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف تیزی سے بڑھو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین جتنا ہے اور اسے پرہیزگاروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو ان کے دل میں اولاد کی خواہش نے انگڑائی لی۔ اس وقت وہ بڑھاپے کی عمر میں تھے اور بیوی بانجھ تھی۔

۱۔ آل عمران: ۱۱۴

۲۔ آل عمران: ۱۳۳

Marfat.com

انہوں نے اللہ سے اولاد مانگنے میں دیر نہیں کی۔فوری بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے لپکے۔سورۃ انبیاء میں ان کی دعا کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (1)

"اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور ان کو یحیٰی بخشے اور ان کی بیوی کو ان کے (حسنِ معاشرت کے) قابل بنا دیا۔ یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔"

نیکی کی طرف جلدی بڑھنے والا اللہ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرنے اور معافی مانگنے میں بھی جلدی کرتا ہے اور یہی جلدی اسے رحمتِ الٰہی کے قریب کر دیتی ہے۔

چند مثالیں احادیث سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکی کے امور میں سبقت کرنے والے تھے۔ انہیں دنیا کی بجائے آخرت کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہتی تھی۔ وہ دنیا کے بازار سے بھی گزرے لیکن دنیاداری سے اپنے دامن کو بچا کے دین کو اپنے پلّو میں باندھ کر لے گئے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتَّى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ، ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ: ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ، فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ، فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ، ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ، فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا، ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ، فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ، وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ،

1۔ الأنبياء: 89، 90

Marfat.com

وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ، قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ.[1]

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قصواء اونٹنی پر پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما بھی تھے آپ نے کعبہ کے پاس اپنی اونٹنی بٹھا دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی کنجی لاؤ، وہ کنجی لائے اور دروازہ کھولا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت اسامہ، بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی اندر داخل ہو گئے، پھر دروازہ اندر سے بند کرلیا اور دیر تک اندر (نماز اور دعاؤں میں مشغول) رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور میں سب سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ خانہ کعبہ میں، اور بیت اللہ میں ان دنوں چھ ستون تھے۔ دو قطاروں میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے کی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔ کعبہ کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ کی طرف تھا اور چہرہ مبارک اس طرف تھا، جدھر دروازے سے اندر جاتے ہوئے چہرہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ پوچھنا میں بھول گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔ جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

بیت اللہ میں داخل ہونے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ اندر سے بند کرلیا تو لوگ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے دروازہ کھلنے کے انتظار میں دیر تک کھڑے رہے۔ یہی نیکی کے حصول کا شوق ہے اور جیسے ہی دروازہ کھلا لوگ بیت اللہ میں داخل ہو کے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سب پر سبقت لے گئے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، رقم: ۴۴۰۰

Marfat.com

☆ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ، فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ زَائِرَةً، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، قَالَ عُمَرُ: الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ، قَالَتْ أَسْمَاءُ: نَعَمْ، قَالَ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللَّهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ، وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ، وَكُنَّا فِي دَارِ أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ، وَذَلِكَ فِي اللَّهِ وَفِي رَسُولِهِ ﷺ، وَايْمُ اللَّهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذَى وَنُخَافُ، وَسَأَذْكُرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَسْأَلُهُ، وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ.

جب ہمیں نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے متعلق خبر ملی تو ہم یمن میں تھے۔ اس لیے ہم بھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت کی نیت سے نکل پڑے۔ میں اور میرے دو بھائی' میں دونوں سے چھوٹا تھا۔ لوگ ساتھ تھے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے لیکن ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ میں لا ڈالا۔ وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوگئی' جو پہلے ہی مکہ سے ہجرت کر کے وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے وہاں اُن کے ساتھ قیام کیا' پھر ہم سب مدینہ ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ کچھ لوگ ہم کشتی والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے اور سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ مدینہ آئی تھیں وہ' ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں' ان سے ملاقات کے لیے وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر کے چلی گئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔ اس وقت سیدہ

Marfat.com

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا وہیں تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اسماء بنت عمیس۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اچھا وہی جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے ہجرت میں آگے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تمہارے مقابلہ میں زیادہ قریب ہیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اس پر غصہ ہوگئیں اور کہا ہرگز نہیں: اللہ کی قسم! تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے، تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت و موعظت کیا کرتے تھے۔ لیکن ہم بہت دور حبشہ میں غیروں اور دشمنوں کے ملک میں رہتے تھے' یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے راستے ہی میں تو کیا اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ کہہ لوں۔ ہمیں اذیت دی جاتی تھی' ڈرایا دھمکایا جاتا تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کروں گی اور آپ سے اس کے متعلق پوچھوں گی۔ اللہ کی قسم نہ میں جھوٹ بولوں گی' نہ کج روی اختیار کروں گی اور نہ کسی (بات کا) اضافہ کروں گی۔

چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے انہیں یہ یہ جواب دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا:

لَيسَ بِأَحَقَّ بِي مِنكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَكُمْ أَنتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ.

وہ تم سے زیادہ مجھ سے قریب نہیں ہیں۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم کشتی والوں نے دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور تمام کشتی والے میرے پاس گروہ در گروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنے لگے۔ ان کے لیے دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث

Marfat.com

فخر اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی بھی اس بات پر خوشی کا اظہار فرما رہے تھے کہ انہیں ہجرت میں سبقت مل گئی۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو پیچھے رہ جانے کا افسوس ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں دو ہجرتوں کی خوشخبری دی تو ان کی خوشی دوبالا ہوگئی۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ لِي انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيَّنْ لَهُمْ، فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟، قَالَ: نَعَمْ، فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ. (۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (خواب میں) مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ بعض نبی گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہوتا۔ بعض گزرتے اور ان کے ساتھ دو ہوتے بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا میں سمجھا کہ یہ میری ہی امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم: ۴۲۳۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، رقم: ۵۷۵۲

Marfat.com

امت کے لوگ ہیں پھر مجھ سے کہا کہ دیکھو میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارہ ڈھانپ لیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، میں نے دیکھا کہ بہت سی جماعتیں ہیں جو تمام افق پر محیط تھیں۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بلاحساب جنت میں داخل کیے جائیں گے پھر صحابہ مختلف جگہوں میں اٹھ کر چلے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق مذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہمارے بیٹے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدفالی نہیں کرتے، نہ منتر سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ ایک دوسرے صاحب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔"

سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی بلاحساب و کتاب جنت میں جانے والے افراد کے بارے میں سنا تو فوراً ان میں نام لکھوانے کی درخواست کر دی اور پھر وہ باقی سب پر سبقت لے گئے۔

آپ ﷺ نے بذات خود نیکی میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس ضمن میں بہت سی احادیث آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ جمعہ کی ادائیگی کے لیے آنے والے افراد میں سبقت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ.[1]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة، رقم: ۸۸۱

Marfat.com

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور اگر اس کے بعد آیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔''

سنن نسائی کی روایت میں اس پر مزید اجر و ثواب کا ذکر ہے۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ وَغَدَا وَابْتَكَرَ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا. (۱)

''جو غسل کرے، اور جلدی (مسجد) میں پہنچے، شروع خطبہ سے موجود رہے، اور امام سے قریب بیٹھے، اور کوئی لغو کام نہ کرے، تو اس کو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا''۔

صف اول میں جگہ پانے کی خواہش کو بڑھانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا. (۲)

''اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور پھر (انہیں اس کے حاصل کرنے کے لیے) قرعہ اندازی کرنا پڑتی، تو وہ قرعہ اندازی بھی کرتے اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ نماز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو لوگ ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگیں اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی کتنی فضیلتیں ہیں تو اگر گھٹنوں کے بل آنا پڑتا تو پھر بھی آتے۔''

باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے جذبہ مسابقت کو ان الفاظ میں انگیخت کیا:

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجمعۃ، باب فضل غسل یوم الجمعۃ، رقم: ۱۳۸۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الشھادات، باب القرعۃ فی المشکلات، رقم: ۲۶۸۹

Marfat.com

صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ، وَبَيْتِهِ، بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، وَقَالَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ.(۱)

جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے اور جب تک ایک شخص اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی یوں دعائیں کرتے رہتے ہیں اللھم صل علیہ، اللھم ارحمہ "اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما" یہ سلسلہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

ایسی بہت ساری احادیث موجود ہیں جن میں آپ ﷺ نے جذبہ مسابقت کو بیدار کرنے کے لیے خوب رغبت دلائی ہے اور آپ ﷺ خود بھی نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، قَالَ: وَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً سَمِعُوا صَوْتًا، قَالَ: فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ، فَقَالَ: لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَجَدْتُهُ بَحْرًا يَعْنِي الْفَرَسَ.(۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، رقم: ۲۱۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب اذا فزعوا باللیل، رقم: ۳۰۴۰

Marfat.com

"رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ گھبرا گئے تھے، کیونکہ ایک آواز سنائی دی تھی۔ پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر جس کی پیٹھ ننگی تھی رسول اللہ ﷺ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تنہا اطراف مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ واپسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے تو تلوار آپ ﷺ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرمار ہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو اسے دریا کی طرح پایا۔ (تیز دوڑنے میں) آپ ﷺ کا اشارہ گھوڑے کی طرف تھا۔"

Marfat.com

خوشخبری رد کرنے پر غصہ

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي، فَقَالَ لَهُ: أَبْشِرْ، فَقَالَ: قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ، فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ: رَدَّ الْبُشْرَى، فَاقْبَلَا أَنْتُمَا، قَالَا: قَبِلْنَا، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا، وَأَبْشِرَا، فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا، فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ: أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً.[1]

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہی تھا جب آپ جعرانہ سے، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اتر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو۔ اس پر وہ بدوی بولا بشارتیں تو آپ مجھے بہت دے چکے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ مبارک حضرت ابو موسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کی طرف پھیرا، آپ بہت غصے میں معلوم ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس نے بشارت واپس کر دی اب تم دونوں اسے قبول کر لو۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کی۔ پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اسی میں کلی کی اور (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ ہر دو سے) فرمایا کہ اس کا پانی پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر اسے ڈال لو اور بشارت حاصل کرو۔ ان دونوں نے پیالہ لے لیا اور ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ پردہ کے پیچھے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا۔ چنانچہ ان دونوں نے ان کے لیے ایک حصہ چھوڑ دیا۔''

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، رقم: ۴۳۲۸

Marfat.com

اسی طرح کی ایک حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

إِنِّي عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ قَوْمٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ، قَالُوا: بَشَّرْتَنَا، فَأَعْطِنَا، فَدَخَلَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ، قَالُوا: قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ أَوَّلِ هَذَا الْأَمْرِ مَا كَانَ، قَالَ كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ أَتَانِي رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا عِمْرَانُ، أَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ، فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُهَا، فَإِذَا السَّرَابُ يَنْقَطِعُ دُونَهَا، وَايْمُ اللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ أَقُمْ. (1)

میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ آپ کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بنو تمیم! بشارت قبول کرو۔ انہوں نے اس پر کہا کہ آپ نے ہمیں بشارت دے دی، اب ہمیں مال بھی دیجیے۔ پھر آپ کے پاس یمن کے کچھ لوگ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اہل یمن! بنو تمیم نے بشارت قبول نہیں کی تم اسے قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے قبول کر لی۔ ہم آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تاکہ آپ سے اس دنیا کی ابتداء کے متعلق پوچھیں کہ کس طرح تھی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی اور اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ پھر اس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی (حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ اتنے میں) مجھے ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ عمران اپنی اونٹنی کی خبر لو وہ بھاگ گئی ہے۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ میں نے دیکھا کہ میرے اور اس کے درمیان ریت کا چٹیل میدان حائل ہے اور اللہ کی قسم میری تمنا تھی کہ وہ چلی ہی گئی ہوتی اور میں آپ ﷺ کی مجلس میں سے نہ اٹھا ہوتا۔

غصے کی وجہ

آپ ﷺ کی خوشخبری کو رد کر کے مال کی خواہش ظاہر کرنے میں دنیا کی شدید حرص پائی جاتی ہے اور آپ ﷺ کی خوشخبری کو رد کرنے میں آخرت سے اعراض کا پہلو بھی ہے۔ اسی چیز

1۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، رقم: ۷۴۱۸

Marfat.com

نے آپ ﷺ کو غصہ دلا دیا اور آپ ﷺ نے خوشخبری حضرت ابوموسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دے دی اور انہیں اپنا بچا ہوا بابرکت پانی بھی عنایت فرمایا۔

خوشخبری اور اس کے اصول وضوابط

''آپ کو خوشخبری ہو'' یا ''آپ کو مبارک ہو'' ایک چھوٹا سا جملہ ہے۔لیکن اس جملے میں کستوری کی مانند خوشبو بھری ہوئی ہے اور یہ ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں محبت وخلوص کے پھول سجے ہوئے ہیں۔ چند الفاظ پر مشتمل یہ جملہ بعض دفعہ نفرتوں کی جمی ہوئی گرد کو دھو دیتا ہے۔ مبارکباد اور خوشخبری کے جملے اپنے اندر ایسی قوت رکھتے ہیں جو ٹوٹے رشتوں کو محبت وخلوص سے گندھی مٹی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نبی کریم ﷺ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ خوشخبری دینے والے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا[1]

''اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کے بھیجا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے اور روشن چراغ۔ آپ مومنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا خوشخبری دینا

خوشخبری دینا ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو متعدد مواقع پر خوشخبری دی ہے۔ چند مقامات ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام کے پاس بند کمرے میں اللہ کا دیا ہوا رزق دیکھا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی۔قران حکیم میں ہے:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ

۱۔ الأحزاب: ۴۵ تا ۴۷

Marfat.com

أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ o فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ o فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ o هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ o فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ o قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ o (1)

''جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ جب بچی کو جنا تو کہنے لگی اے پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں میں نے اس کا نام مریم رکھا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا زکریا علیہ السلام کو بنایا جب کبھی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے وہ پوچھتے اے مریم یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی وہ جواب دیتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔ اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار، ضابط نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔ کہنے لگے اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔''

۱۔ آل عمران: ۳۵۔۴۰

Marfat.com

☆ یہی خوشخبری سورۃ مریم میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

کٓهٰيٰعٓصٓ o ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا o إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا o قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا o وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا o يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا o يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا o قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا o قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا o [1]

''کھیعص۔ یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی۔ کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنالے۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ زکریا (علیہ السلام) کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا، تیرے رب نے فرمادیا کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے اور تو خود جبکہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔''

☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری ان الفاظ میں دی

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ o فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ o فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ o وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ o إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ o وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

۱۔ مریم: ۹-۱

Marfat.com

الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ○ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ○ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ○ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ○ (۱)

''تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے، تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کہ میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجالایئے ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اس نے (بیٹے کو) پیشانی کے بل گرادیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اس کو اسحاق (علیہ السلام) نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا اور ہم نے ابراہیم و اسحاق (علیہما السلام) پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی اولاد میں بعضے تو نیک بخت اور بعض اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔''

☆ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعہ خوشخبری بھیجی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے:

أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ. (۲)

جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یارسول اللہ! خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن لیے آرہی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پینے کی چیز ہے جب وہ آپ کے پاس

۱۔ الصافات: ۱۰۱۔۱۱۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجۃ وفضلها، رقم: ۳۸۲۰

Marfat.com

آئیں تو ان کے رب کی جانب سے انہیں سلام پہنچا دیجیے گا اور میری طرف سے بھی! اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کی بشارت دے دیجیے گا جہاں نہ شور و ہنگامہ ہوگا اور نہ تکلیف و تھکن ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کا خوشخبری دینا

خوشخبری دینا آپ ﷺ کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپ ﷺ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (1)

"بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کے بھیجا اور آپ سے دوزخیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔"

اپنے اس وصف کے پیش نظر آپ ﷺ نے لوگوں کو ڈرایا بھی اور انہیں خوشخبری بھی دی۔ یہ خوشخبری آپ ﷺ نے کبھی انفرادی طور پر دی کبھی اجتماعی طور پر اور آپ ﷺ کے خوشخبری دینے میں بھی تبلیغ اور نیکی کی رغبت شامل تھی۔

انفرادی خوشخبری

آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو انفرادی طور پر جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

حضرت خرشہ بن حر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى شِيَخَةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ شَيْخٌ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصًا لَهُ، فَقَالَ الْقَوْمُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا، فَقَامَ خَلْفَ سَارِيَةٍ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَذَا، وَكَذَا، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، الْجَنَّةُ لِلَّهِ يُدْخِلُهَا مَنْ يَشَاءُ، وَإِنِّي رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، رُؤْيَا، رَأَيْتُ كَأَنَّ رَجُلًا أَتَانِي، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَلَكَ بِي فِي نَهْجٍ عَظِيمٍ، فَعُرِضَتْ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَلَى يَسَارِي، فَأَرَدْتُ أَنْ أَسْلُكَهَا، فَقَالَ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا، ثُمَّ

1۔ البقرة:119

Marfat.com

عُرِضَتْ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَنْ يَمِينِي، فَسَلَكْتُهَا، حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى جَبَلٍ زَلَقٍ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَزَجَلَ بِي، فَإِذَا أَنَا عَلَى ذُرْوَتِهِ، فَلَمْ أَتَقَارَّ، وَلَمْ أَتَمَاسَكْ، وَإِذَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ فِي ذُرْوَتِهِ حَلْقَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَزَجَلَ بِي، حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ، فَقَالَ: اسْتَمْسِكْ. قُلْتُ: نَعَمْ، فَضَرَبَ الْعَمُودَ بِرِجْلِهِ، فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ، فَقَالَ: قَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: رَأَيْتَ خَيْرًا، أَمَّا الْمَنْهَجُ الْعَظِيمُ، فَالْمَحْشَرُ، وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضَتْ عَنْ يَسَارِكَ، فَطَرِيقُ أَهْلِ النَّارِ، وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا، وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضَتْ عَنْ يَمِينِكَ، فَطَرِيقُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الْجَبَلُ الزَّلَقُ، فَمَنْزِلُ الشُّهَدَاءِ، وَأَمَّا الْعُرْوَةُ الَّتِي اسْتَمْسَكْتَ بِهَا، فَعُرْوَةُ الْإِسْلَامِ، فَاسْتَمْسِكْ بِهَا حَتَّى تَمُوتَ، فَأَنَا أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ (1)

جب میں مدینہ آیا تو مسجد نبوی میں چند بوڑھوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اتنے میں ایک بوڑھا اپنی لاٹھی ٹیکتے ہوئے آیا، تو لوگوں نے کہا: جسے کوئی جنتی آدمی دیکھنا پسند ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے، پھر اس نے ایک ستون کے پیچھے جا کر دو رکعت نماز ادا کی، تو میں ان کے پاس گیا، اور ان سے عرض کیا کہ آپ کی نسبت کچھ لوگوں کا ایسا ایسا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا: الحمد للہ! جنت اللہ کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے اس میں داخل فرمائے، میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خواب دیکھا تھا، میں نے دیکھا، گویا ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہنے لگا: میرے ساتھ چلو، تو میں اس کے ساتھ ہو گیا، پھر وہ مجھے ایک بڑے میدان میں لے کر چلا، پھر میرے بائیں جانب ایک راستہ سامنے آیا، میں نے اس پر چلنا چاہا تو اس نے کہا: یہ تمہارا راستہ نہیں، پھر دائیں طرف ایک راستہ سامنے آیا تو میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ جب میں ایک ایسے پہاڑ کے پاس پہنچا جس پر قدم نہیں ٹکتا تھا، تو اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے دھکیلا یہاں تک کہ میں اس کی چوٹی پر پہنچ گیا، لیکن وہاں پر میں ٹھہر نہ سکا اور نہ وہاں کوئی ایسی چیز تھی جسے میں پکڑ سکتا، اچانک مجھے لوہے کا ایک کھمبا نظر آیا جس کے سرے پر سونے کا ایک کڑا تھا، پھر اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا، اور مجھے دھکا دیا یہاں تک کہ میں نے وہ کڑا پکڑ لیا، تو اس نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے

1۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب تعبیر الرؤیا، باب تعبیر الرؤیاء، رقم: ۳۹۲۰

Marfat.com

مضبوطی سے پکڑ لیا؟ میں نے کہا: ہاں، میں نے پکڑ لیا، پھر اس نے کھمبے کو پاؤں سے ٹھوکر ماری، لیکن میں کڑا پکڑے رہا۔ میں نے یہ خواب نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے خواب تو بہت ہی اچھا دیکھا، وہ بڑا میدان، میدانِ حشر تھا، اور جو راستہ تمہارے بائیں جانب دکھایا گیا وہ جہنمیوں کا راستہ تھا، لیکن تم جہنم والوں میں سے نہیں ہو اور وہ راستہ جو تمہارے دائیں جانب دکھایا گیا وہ جنتیوں کا راستہ ہے، اور جو پھسلنے والا پہاڑ تم نے دیکھا وہ شہیدوں کا مقام ہے، اور وہ کڑا جو تم نے تھاما وہ اسلام کا کڑا ہے، لہٰذا تم اسے مرتے دم تک مضبوطی سے پکڑے رہو، تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں ہوں گا اور وہ (بوڑھے آدمی) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ثابت قیس رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ: رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ، فَقَالَ: شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ: فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.(1)

نبی کریم ﷺ نے چند دن حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مجلس میں موجود نہ پایا تو ایک صحابی نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے لیے ان کی خبر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے یہاں آئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ برا حال ہے۔ ان کی عادت تھی کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ سے بھی اونچی آواز میں بولا کرتے تھے (اس لیے کہ ان کی آواز قدرتی بلند تھی) انہوں نے کہا اسی لیے میرا عمل غارت ہو گیا اور میں دوزخیوں میں ہو گیا ہوں۔ وہ صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ یوں کہہ رہے ہیں۔ موسیٰ بن انس نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۳

Marfat.com

بیان کیا، دوسری مرتبہ وہی صحابی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑی خوشخبری لے کر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ ثابت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اہل جہنم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ قدرتی طور پر بلند آواز تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (1)

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے سامنے یوں اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو غلط فہمی ہوگئی انہوں نے سمجھا کہ وہ بلند آواز ہیں یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ غمزدہ ہو گئے۔ گھر بیٹھ گئے اور مجلس نبوی میں آنا ترک کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مسلسل اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو ان کے بارے میں پوچھا۔ ایک صحابی نے عرض کیا میں ان کے بارے میں خبر لاتا ہوں۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورتحال کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری سے نوازا۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ، يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتُرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ: إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَجْلٍ قَرِيبٍ مِنَ

1۔ الحجرات: ۲

Marfat.com

الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتَ، قَالَ: لَا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم.(۱)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا؟) انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (احسان کرنے والے کا) شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے آئے، دوسرے دن آپ نے پھر پوچھا: ثمامہ اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر چلے گئے، تیسرے دن پھر آپ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے ثمامہ؟ انہوں نے کہا کہ وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا رسول الله اور کہا اے محمد! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ میرے لیے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامة بن اثال، رقم: ۴۳۷۲

Marfat.com

چہرہ میرے لیے محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خوشخبری دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دے دیں۔"

اجتماعی طور پر حاضرین کو خوشخبری

خوشخبری میں خوشی کا عنصر غالب ہوتا ہے اور خوشخبری بندے کے حوصلے اور ولولے کو بڑھاتی ہے۔ اس لیے کہ خوشخبری کسی اچھے عمل کی قدردانی اور انعام ہے۔ جس طرح انعام عمل کی قوت اور حوصلے کو بلند کرتا ہے اسی طرح خوشخبری بھی عمل کی رفتار کو تیز کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل اور نیکی کی رغبت کو بڑھانے کے لیے انہیں متعدد بار خوشخبری دی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِي فِي السَّفِينَةِ نُزُولًا فِي بَقِيعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بِالْمَدِينَةِ، فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ، فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ، قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ: أَبْشِرُوا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ، أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ، لَا يَدْرِي أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: فَرَجَعْنَا فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم.[1]

"میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے

1۔ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل العشاء، رقم: ٥٦٧

Marfat.com

"بقیع بطحان" میں قیام کیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی اور تقریباً آدھی رات گزر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو، یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔"

اس وقت مسلمان مدینہ میں ہی آباد تھے اور نماز کو آدھی رات کے قریب ادا کرنے والی یہی جماعت تھی۔ رات کو دیر تک نماز کے انتظار میں جاگنا ایمان و عمل سے محبت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مشقت طلب امر بھی ہے۔ آپ ﷺ کی خوشخبری نے ان کی ساری تھکاوٹ کو بھلا دیا اور وہ خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹے۔ رات کی تاریکی میں قدم قدم چلتے ہوئے مسجد میں آنا اللہ تعالیٰ سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اندھیروں میں چل کے مسجد کی طرف آنے والوں کو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں خوشخبری دی ہے:

بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (1)

"تاریکیوں میں مسجدوں کی جانب چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سنا دو۔"

بعض دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجتماعی خوشخبری دینے کے ساتھ ساتھ پند و نصائح سے بھی نوازا۔ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ

1۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی إلی الصلاۃ، رقم: 781

Marfat.com

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِهِ، فَوَافَتْهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ، وَقَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ، وَأَنَّهُ جَاءَ بِشَيْءٍ، قَالُوا: أَجَلْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ. (1)

''نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کا جزیہ لانے کے لیے بھیجا، نبی کریم ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی کو امیر مقرر کیا تھا۔ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیہ کا مال لے کر آئے تو انصار نے ان کے آنے کے متعلق سنا اور صبح کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور جب نبی کریم ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ ابوعبیدہ کے آنے کے متعلق تم نے سن لیا ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں خوشخبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! فقر و محتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے میں تمہارے متعلق ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور وہ تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔''

آپ ﷺ نے خوشخبری دینے کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی کا درس بھی دیا ہے اور کبھی آپ ﷺ نے اجتماعی طور پر خوشخبری دی اور انفرادی عمل کی تعریف کی ہے۔ اس میں انفرادی عمل کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہے اور دیگر لوگوں کے لیے ایسے قابل تعریف اعمال میں رغبت کا سامان ہے جیسے آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والے کی حاضرین کی موجودگی میں تعریف کی ہے۔ حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

1۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، رقم: ٦٤٢٥

Marfat.com

أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً، فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمْ وَشَائِهِمْ اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَالَ: تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ، قَالَ: أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟، قَالَ: فَارْكَبْ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اسْتَقْبِلْ هَذَا الشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ؟، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ حَتَّى إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ، فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلَى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَى هَذَا الشِّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟، قَالَ: لَا، إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا.[1]

''لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کے دن روانہ ہوئے تو بہت تیزی کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ شام ہوگئی، میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اتنے میں ایک سوار نے آ کر کہا: اللہ کے رسول! میں آپ لوگوں کے آگے گیا، یہاں تک کہ فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ سب کے سب اپنی عورتوں، چوپایوں اور بکریوں کے ساتھ بھاری تعداد میں مقام حنین میں جمع ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''ان شاءاللہ یہ سب کل ہم مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گے''، پھر فرمایا: ''رات میں ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟'' حضرت انس بن ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں کروں گا،

1۔ صحیح۔سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجهاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ تعالی، رقم: ۲۵۰۱

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سوار ہو جاؤ"، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس گھاٹی میں جاؤ یہاں تک کہ اس کی بلندی پہ پہنچ جاؤ اور ایسا نہ ہو کہ ہم تمہاری وجہ سے آج کی رات دھوکہ کھا جائیں"، جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ اپنے مصلے پر آئے، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا: "تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟" لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم نے اسے نہیں دیکھا، پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے لیکن دوران نماز کنکھیوں سے گھاٹی کی طرف دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے اور سلام پھیرا تو فرمایا: "خوش ہو جاؤ! تمہارا سوار آ گیا"، ہم درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے، یکا یک وہی سوار رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور سلام کیا اور کہنے لگا: میں گھاٹی کے بالائی حصہ پہ چلا گیا تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا تو جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں گھاٹیوں پر چڑھ کر دیکھا مجھے کوئی نہیں دکھائی دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "کیا تم آج رات گھوڑے سے اترے تھے؟"، انہوں نے کہا: نہیں، البتہ نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے اترا تھا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم نے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا، اب اگر اس کے بعد تم عمل نہ کرو تو تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔"

خوشخبری کے مختلف مواقع

خوشخبری کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ خوشخبری کے بعض اور مواقع بھی ہیں جہاں خوشخبری دے کر دلی کدورتوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ خوشخبری میں ایک محبت اور چاہت چھپی ہوئی ہے۔ الفاظ رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ الفاظ کا ایک ذائقہ ہوتا ہے۔ الفاظ کڑوے بھی ہوتے ہیں اور میٹھے بھی، کبھی یہ زہر کی مانند تلخ ہوتے ہیں اور کبھی شہد کی مانند شیریں۔ کبھی یہ خوشبودار ہوتے ہیں، کبھی بدبودار، الفاظ لڑائی کی آگ پر ساون کی بارش کا کام بھی دیتے ہیں اور کبھی لڑائی کی دبی چنگاری کے لیے ہوا بن جاتے ہیں۔ الفاظ میں بڑی قوت ہوتی ہے اور یہ قوت وطاقت ہر اس آدمی کے پاس ہے جسے اللہ نے قوتِ گویائی سے نوازا ہے۔ لیکن اس قوت سے صرف وہی کام لے سکتا ہے جو الفاظ کو استعمال کرنا جانتا ہو۔ خوشخبری اور مبارکباد کے کلمے محبت و

Marfat.com

خلوص کے مہکتے گلدستے ہیں اور یہ گلدستہ جسے پیش کیا جاتا ہے اس کے دل کے طاقچے میں یہ اپنی جگہ بنالیتا ہے اور دل کی زمین میں یوں مہکتا ہے کہ وہاں سے نفرتوں کی بدبو اور کدورتوں کے میل کچیل کو نکال پھینکتا ہے۔ اس جملے کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خوشخبری دینے والا بنایا اور آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اسے استعمال فرمایا۔ ان میں سے چند مواقع درج ذیل ہیں:

☆ کسی جرم یا الزام سے بری ہونے پر خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی اور آپ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ سے سخت ذہنی اذیت سے گزرنا پڑا اور جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس الزام سے بری کر دیا تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو پہلا جملہ کہا وہ یہی تھا کہ عائشہ! آپ کے لیے خوشخبری ہے اللہ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ، وَقَدِ اكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ، إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوءًا أَوْ ظَلَمْتِ فَتُوبِي إِلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ، قَالَتْ: وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَحْيِي مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا، فَوَعَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَالْتَفَتُّ إِلَى أَبِي، فَقُلْتُ لَهُ: أَجِبْهُ، قَالَ: فَمَاذَا أَقُولُ؟ فَالْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي، فَقُلْتُ: أَجِيبِيهِ، فَقَالَتْ: أَقُولُ مَاذَا؟ فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللَّهَ، وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قُلْتُ: أَمَّا بَعْدُ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ، قُلْتُ لَكُمْ: إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ، وَإِنْ قُلْتُ إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ، لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا، وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوبَ، فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ، قَالَ: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ، فَسَكَتْنَا، فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ، وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ، وَيَقُولُ: أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ، فَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ بَرَاءَتَكِ (1)

ا۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ، رقم: ۴۷۵۷

Marfat.com

''عصر کی نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میرے والدین مجھے دائیں اور بائیں طرف سے پکڑے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: اما بعد! اے عائشہ! اگر تم نے واقعی کوئی برا کام کیا ہے اور اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو پھر اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک انصاری خاتون بھی آ گئی تھیں اور دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، آپ ان خاتون کا لحاظ نہیں فرماتے کہیں یہ (اپنی سمجھ کے مطابق کوئی الٹی سیدھی) بات باہر کہہ دیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی، اس کے بعد میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہی جواب دیجیئے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں کیا کہوں جب کسی نے میری طرف سے کچھ نہیں کہا تو میں نے شہادت کے بعد اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثنا کی اور کہا: اما بعد! اللہ کی قسم! اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی اور اللہ عزوجل گواہ ہے کہ میں اپنے اس دعوے میں سچی ہوں، تو آپ لوگوں کے خیال کو بدلنے میں میری یہ بات مجھے کوئی نفع نہیں پہنچائے گی، کیونکہ یہ بات آپ لوگوں کے دل میں رچ بس گئی ہے اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں نے واقعتاً یہ کام کیا ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے، تو آپ لوگ کہیں گے کہ اس نے تو جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ اللہ کی قسم! میری اور آپ لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون ''پس صبر ہی اچھا ہے اور تم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے۔'' میں نے ذہن پر بہت زور دیا کہ یعقوب علیہ السلام کا نام یاد آ جائے لیکن نہیں یاد آیا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور ہم سب خاموش ہو گئے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ خوشی نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے (پسینہ سے) اپنی پیشانی صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ عائشہ! تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی نازل کر دی ہے۔''

☆ کسی مشکل کے رفع ہو جانے پر خوشخبری دی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کا قرض اتر جانے پر خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ الھوزنی رحمۃ اللہ علیہ بیان

Marfat.com

کرتے ہیں: میں نے موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حلب میں ملاقات کی، اور کہا: بلال! مجھے بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا، بعثت سے لے کر وفات تک جب بھی آپ کو کوئی ضرورت پیش آتی میں ہی اس کا انتظام کرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپ اس کے پاس تن ڈھانپنے کا کپڑا نہ دیکھتے تو مجھے حکم کرتے، میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لیے چادر خریدتا، اسے پہننے کے لیے دے دیتا اور اسے کھانا کھلاتا، یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا: بلال! میرے پاس وسعت ہے (تنگی نہیں ہے) آپ کسی اور سے قرض نہ لیں، مجھ سے لے لیا کریں، میں ایسا ہی کرنے لگا یعنی (اس سے لینے لگا) پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا کہ اچانک وہی مشرک سوداگروں کی ایک جماعت لیے ہوئے آ پہنچا جب اس نے مجھے دیکھا تو بولا: اے حبشی! میں نے کہا: حاضر ہوں، تو وہ ترش روئی سے پیش آیا اور مجھے سخت سست کہنے لگا اور بولا: تو جانتا ہے مہینہ پورا ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: قریب ہے، اس نے کہا: مہینہ پورا ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں، میں اپنا قرض تجھ سے لے کر چھوڑوں گا ورنہ تجھے ایسا ہی کر دوں گا جیسے تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا، مجھے اس کی باتوں کا ایسے ہی سخت رنج و ملال ہوا جیسے ایسے موقع پر لوگوں کو ہوا کرتا ہے، جب میں عشاء پڑھ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے جا چکے تھے (میں بھی وہاں گیا) اور شرف یابی کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی، میں نے (حاضر ہوکر) عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے اور نہ آپ کے پاس مال ہے جس سے میرے قرض کی ادائیگی ہو جائے اور نہ ہی میرے پاس ہے (اگر ادا نہ کیا) تو وہ مجھے اور بھی ذلیل و رسوا کرے گا، پس آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں بھاگ کر ان قوموں میں سے کسی قوم کے پاس جو مسلمان ہو چکے ہیں اس وقت تک کے لیے چلا جاؤں جب تک کہ اللہ اپنے رسول کو اتنا مال عطا نہ کر دے جس سے میرا قرض ادا ہو جائے، یہ کہہ کر میں نکل آیا اور اپنے گھر چلا آیا، اور اپنی تلوار، موزہ جوتا اور ڈھال سرہانے رکھ کر سو گیا، صبح ہی صبح پو پھٹتے ہی یہاں سے چلے جانے کا

Marfat.com

ارادہ تھا کہ ایک شخص بھاگا بھاگا پکارتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مُنَاخَاتٌ عَلَيْهِنَّ أَحْمَالُهُنَّ فَاسْتَأْذَنْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَبْشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللَّهُ بِقَضَائِكَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الأَرْبَعَ، فَقُلْتُ: بَلَى فَقَالَ: إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ فَاقْبِضْهُنَّ وَاقْضِ دَيْنَكَ، فَفَعَلْتُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا فَعَلَ مَا قِبَلَكَ؟ قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ، قَالَ: أَفَضَلَ شَيْءٌ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيحَنِي مِنْهُ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَتَمَةَ دَعَانِي فَقَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِي لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ، فَبَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ دَعَانِي، قَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أَرَاحَكَ اللَّهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ وَعِنْدَهُ ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ، فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ امْرَأَةٍ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ۔ (1)

''اے بلال (تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر رہے ہیں) چل کر آپ کی بات سن لو، میں چل پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے جانور بیٹھے ہیں، آپ سے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "بلال! تمہیں خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ضرورت پوری کر دی، کیا تم نے چاروں بیٹھی ہوئی سواریاں نہیں دیکھیں؟"، میں نے کہا: ہاں دیکھ لی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ وہ جانور بھی لے لو اور جو اُن پر لدا ہوا ہے وہ بھی ان پر کپڑا اور کھانے کا سامان ہے، فدک کے رئیس نے مجھے ہدیہ میں بھیجا ہے، ان سب کو اپنی تحویل میں لے لو، اور ان سے اپنا قرض ادا کر دو"، پس میں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، میں نے

ا۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الخراج والامارة والفی، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، رقم: ۳۰۵۵

Marfat.com

آپ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے پوچھا: "جو مال تمہیں ملا اس کا کیا ہوا؟"، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سارے قرضے ادا کر دیئے اب کوئی قرض باقی نہ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا: "کچھ مال بچا بھی ہے؟"، میں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ جو بچا ہے اسے اللہ کی راہ میں صرف کر کے مجھے آرام دو کیونکہ جب تک یہ مال صرف نہ ہو جائے گا میں اپنی ازواج (مطہرات) میں سے کسی کے پاس نہ جاؤں گا"، پھر جب رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا: "اس مال کا کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟" میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے، کوئی ہمارے پاس آیا ہی نہیں کہ میں اسے دے دوں تو رسول اللہ ﷺ نے رات مسجد ہی میں گزاری۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے یعنی دوسرے دن تو آپ نے مجھے بلایا اور پوچھا: "وہ مال کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟"، میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز و بے فکر کر دیا (یعنی وہ میں نے ایک ضرورت مند کو دے دیا) یہ سن کر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثنا بیان کی اس ڈر سے کہ کہیں آپ کو موت نہ آجاتی اور یہ مال آپ کے پاس باقی رہتا، پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا، آپ اپنی بیویوں کے پاس آئے اور ایک ایک کو سلام کیا، پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے جہاں رات گزارنی تھی۔"

☆ کسی بیمار کو حوصلہ دینے کے لیے اسے خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عَادَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللّٰهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ (1)

رسول اللہ ﷺ نے جب میں بیمار تھی تو میری عیادت کی، آپ نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ، اے ام العلاء! بیشک بیماری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان بندے کے گناہوں کو ایسے ہی دور کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے"۔

☆ گھبراہٹ یا پریشانی کو دور کرنے کے لیے دل جوئی کے طور پر خوشخبری دی جاسکتی ہے۔

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجنائز، باب عیادۃ النساء، رقم: ۳۰۹۲

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ پر غارِ حرا میں جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے اپنی چادر اوڑھا دو مجھے اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ تو آپ ﷺ کی غمگسار اور وفا شعار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو خوشخبری دی کہ آپ جیسے پارسا انسان کو اللہ کبھی ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فِيهِ فَقَالَ اقْرَأْ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي. فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ. فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. حَتَّى بَلَغَ: مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي. فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ: يَا خَدِيجَةُ مَا لِي. وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ وَقَالَ: قَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي. فَقَالَتْ لَهُ كَلَّا أَبْشِرْ، فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ - وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنَ الْإِنْجِيلِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ - فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ. فَقَالَ وَرَقَةُ ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى، يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا أَكُونُ حَيًّا، حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ. فَقَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا۔ (۱)

''فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ پڑھیے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آخر اس نے مجھے پکڑ لیا اور زور سے دبایا اور خوب دبایا جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے میں نے پھر وہی جواب دیا کہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب اول ما بدی بہ رسول اللہ ﷺ، رقم: ۶۹۸۲

Marfat.com

میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے ایسا دبایا کہ میں بے قابو ہو گیا یا انہوں نے اپنا زور ختم کر دیا اور پھر چھوڑ کر اس نے مجھ سے کہا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے۔ ۔۔۔ مالم یعلم تک۔ پھر جب آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ کے کندھوں کا گوشت پھڑک رہا تھا۔ جب گھر میں آپ ﷺ داخل ہوئے تو فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو' مجھے چادر اڑھا دو، چنانچہ آپ کو چادر اڑھا دی گئی اور جب آپ ﷺ کا خوف دور ہو گیا تو فرمایا کہ خدیجہ میرا حال کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اپنا سارا حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، بلکہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بات سچی بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لائیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کے بھائی کے بیٹے تھے اور زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عربی لکھ لیتے تھے اور وہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا عربی میں انجیل کا ترجمہ لکھا کرتے تھے، وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ ان سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے پوچھا: بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے جو دیکھا تھا وہ سنایا تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب تمہیں تمہاری قوم نکال دے گی نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کیا یہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں۔ جب بھی کوئی نبی و رسول وہ پیغام لے کر آیا جسے لے کر آپ آئے ہیں تو اس کے ساتھ دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارے وہ دن پا لیے تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔''

☆ ایک مبلغ کو چاہیے کہ وہ اپنی تبلیغ میں لوگوں کو جہنم سے ڈرانے اور گناہوں کے سنگین نتائج و عواقب سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں نیک اعمال پر اللہ کی طرف سے دی جانے والی خوشخبری سے بھی آگاہ کرے۔ سیدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسَى إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ: يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا

Marfat.com

تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا.(1)

''نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجا' آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ (لوگوں کے لیے) آسانی پیدا کرنا' انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا' اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا' اختلاف نہ پیدا کرنا۔''

☆ کسی سنگین گناہ سے بچاؤ کے لیے اسے چھوڑنے والوں کو خوشخبری دی جا سکتی ہے۔ ایسی خوشخبری جو کتاب وسنت سے ثابت ہو۔ جیسے آپ ﷺ نے شرک چھوڑنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْشِي وَحْدَهُ وَلَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ، قَالَ: فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي، فَقَالَ: مَنْ هَذَا، قُلْتُ: أَبُو ذَرٍّ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاءَكَ، قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، تَعَالَهْ، قَالَ: فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً، فَقَالَ: إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ خَيْرًا، فَنَفَحَ فِيهِ يَمِينَهُ، وَشِمَالَهُ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ، وَوَرَاءَهُ، وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا، قَالَ: فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً، فَقَالَ لِي: اجْلِسْ هَا هُنَا، قَالَ: فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ، فَقَالَ لِي: اجْلِسْ هَا هُنَا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ، قَالَ: فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتَّى لَا أَرَاهُ، فَلَبِثَ عَنِّي، فَأَطَالَ اللُّبْثَ، ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ: وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى، قَالَ: فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاءَكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ، مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ: ذَلِكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ، قَالَ: بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ، وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: وَإِنْ سَرَقَ، وَإِنْ زَنَى، قَالَ: نَعَمْ، وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ (2)

''ایک روز میں باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تنہا چل رہے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے میں سمجھا کہ نبی کریم ﷺ پسند نہیں

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب، رقم: ۳۰۳۸

2۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلون، رقم: ۶۴۴۳

Marfat.com

فرمائیں گے کہ آپ کے ساتھ اس وقت کوئی رہے۔ اس لیے میں چاند کے سائے میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس کے بعد آپ مڑے تو مجھے دیکھا اور دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوذر! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ابوذر! یہاں آؤ۔ بیان کیا کہ پھر میں تھوڑی دیر تک آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ (دنیا میں) زیادہ مال و دولت جمع کیے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہی خسارے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور انہوں نے اسے دائیں بائیں، آگے پیچھے خرچ کیا ہو اور اسے بھلے کاموں میں لگایا ہو۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا کہ پھر تھوڑی دیر تک میں آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک ہموار زمین پر بٹھا دیا جس کے چاروں طرف پتھر تھے اور فرمایا کہ یہاں اس وقت تک بیٹھے رہو جب تک میں تمہارے پاس نہ لوٹ آؤں۔ پھر آپ پتھریلی زمین کی طرف چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ وہاں رہے اور دیر تک وہیں رہے۔ پھر میں نے آپ سے سنا، آپ یہ کہتے ہوئے تشریف لا رہے تھے "چاہے چوری ہو، چاہے زنا ہو" ابوذر کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکا اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر مجھے قربان کرے۔ اس پتھریلی زمین کے کنارے آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے تو کسی دوسرے کو آپ سے بات کرتے نہیں دیکھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ پتھریلی زمین (حرہ) کے کنارے وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری سنا دو کہ جو بھی اس حال میں مرے گا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا: اے جبرائیل! خواہ اس نے چوری کی ہو، زنا کیا ہو؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں، خواہ اس نے شراب ہی پی ہو۔"

☆ اعمالِ صالحہ کی رغبت دلانے کے لیے بعض اعمال پر مخصوص ثواب اور اللہ کی طرف سے دی جانے والی خوشخبری سنائی جا سکتی ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی اختتامی آیات پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی خوشخبری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

Marfat.com

بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا فَوْقَهُ فَرَفَعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: هَذَا بَابٌ قَدْ فُتِحَ مِنَ السَّمَاءِ مَا فُتِحَ قَطُّ قَالَ: فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ حَرْفًا مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام ایک ساتھ ہی تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے اوپر دروازہ کھلنے کی آواز سنی، تو نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس سے ایک فرشتہ اترا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا: خوشخبری ہو! آپ کو دو نُور دیے گئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے، ایک سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں، ان دونوں میں سے ایک حرف بھی تم پڑھو گے تو (اس کا ثواب) تمہیں ضرور دیا جائے گا۔

ایسی ہی خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درود پڑھنے والے کے بارے میں ذکر فرمائی۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرَى فِي وَجْهِهِ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرَى فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ، يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (۲)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ اس لیے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے: کیا آپ کے لیے یہ خوشی کی بات نہیں کہ جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا، اور جو کوئی آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا"۔

☆ آنے والے وفود یا معزز مہمانوں کو خوشخبری دی جا سکتی ہے اور انہیں خوش آمدید کہا جا سکتا

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الافتتاح، باب فضل فاتحۃ الکتاب، رقم: ۹۱۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب فضل التسلیم علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۸۳

Marfat.com

ہے۔ جب ربیعہ قبیلہ کے لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ، قَالُوا: رَبِيعَةُ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى، قَالُوا: إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ، قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ، قَالَ: احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ.[1]

”قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان (کے لوگ ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش آمدید ہو قوم کو یا مبارک ہو اس وفد کو (جو کبھی) نہ رسوا ہو نہ شرمندہ ہو (اس کے بعد) انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کونے سے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آسکتے۔ اس لیے ہمیں کوئی ایسی (قطعی) بات بتلا دیجیے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ (پھر) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور

1۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس علی ان یحفظوا الایمان، رقم: ۸۷

Marfat.com

ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے منع فرمایا، دباء، حنتم، اور مزفت کے استعمال سے۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔''

☆ آنے والا اگر اکیلا ہو تو اسے بھی انفرادی طور پر خوش آمدید کہا جا سکتا ہے۔ جب سیدہ اُم ھانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ہاں تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ چنانچہ سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ، قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ، قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: وَذَاكَ ضُحًى.(1)

''میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی آپ کو خوش آمدید ہو۔ پھر جب آپ ﷺ نہانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے مادری بھائی (علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ اس شخص کو ضرور قتل کرے گا جس کو میں نے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاوند) ہبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت کا وقت تھا۔''

آنے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہنا صرف آپ ﷺ کا ہی شیوہ نہیں فرشتوں کا بھی یہی عمل ہے۔ معراج کے موقع پر ہر آسمان کے فرشتوں نے آپ ﷺ کی آمد پر آپ کو

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ، رقم: ۳۵۷

Marfat.com

خوش آمدید کہا ہے اور آسمانوں پر موجود انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی آپ ﷺ کو مرحبا کہا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ ﷺ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِي مُحَمَّدٌ ﷺ، فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ؟ فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيسَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى، وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ بِالنَّبِيِّ ﷺ بِإِدْرِيسَ، قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا عِيسَى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ عليه وسلم، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا

Marfat.com

فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ، فَرَاجَعْتُ: فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُهُ، فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ. (1)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر سینے کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کھولو۔ اس نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل، پھر انہوں نے پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا، ہاں میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا، جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے، وہاں ہم نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے داہنی طرف کچھ لوگوں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھنڈ بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے تو مسکرا دیتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا، آؤ اچھے آئے ہو۔ صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈ ہیں یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں۔ جو جھنڈ دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈ دوزخی روحیں ہیں۔ اس لیے جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج سے) روتے ہیں۔ پھر جبرائیل مجھے لے کر

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، رقم: ۳۴۹

Marfat.com

دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ کھولو۔ اس آسمان کے داروغہ نے بھی پہلے کی طرح پوچھا پھر کھول دیا۔ حضرت انس نے کہا کہ حضرت ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے آسمان پر آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا ٹھکانہ نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت آدم کو پہلے آسمان پر پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ جب جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مرحبا، خوش آمدید صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ مرحبا، خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، انہوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی کے لیے خوش آمدید۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا صالح نبی اور صالح بیٹے کو مرحبا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن حزم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس اور ابوحبۃ الانصاری رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پھر مجھے جبرائیل علیہ السلام لے کر چڑھے، اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی) ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر لوٹا۔ جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جایئے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ دوبارہ جایئے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔

Marfat.com

جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جایئے، کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی، پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جایئے۔ لیکن میں نے کہا مجھے اب اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ اس کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔''

☆ بیٹی، بہن، والدہ یا دیگر رشتہ دار خواتین کے آنے پر انہیں خوش آمدید کہا جا سکتا ہے۔ اس سے احترام اور شفقت کے جذبات بڑھتے ہیں۔ نیز باہمی رشتہ داری میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد پر انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنَّا كُنَّا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ جَمِيعًا لَمْ تُغَادَرْ مِنَّا وَاحِدَةٌ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَام تَمْشِي لَا وَاللَّهِ مَا تَخْفَى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ، قَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ، فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ، فَقُلْتُ لَهَا: أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ خَصَّكِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ، قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِرَّهُ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ لَهَا: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ، لَمَا أَخْبَرْتِنِي. قَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، فَأَخْبَرَتْنِي، قَالَتْ: أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي، فَإِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ، قَالَتْ: فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، قَالَ: يَا فَاطِمَةُ، أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ. (1)

ا۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس، رقم: ۶۲۸۵

Marfat.com

"تمام ازواج مطہرات (نبی کریم ﷺ کے مرض وفات میں) نبی کریم ﷺ کے پاس تھیں، کوئی وہاں سے نہیں ہٹا تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آئیں۔ اللہ کی قسم! ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے الگ نہیں تھی (بلکہ بہت ہی مشابہ تھی) جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو خوش آمدید کہا۔ فرمایا بیٹی! مرحبا! پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف انہیں بٹھایا۔ اس کے بعد آہستہ سے ان سے کچھ کہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کا غم دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی اس پر وہ ہنسنے لگیں۔ تمام ازواج میں سے میں نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم میں صرف آپ کو سرگوشی کی خصوصیت بخشی۔ پھر آپ رونے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ اٹھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے کان میں نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کا راز نہیں کھول سکتی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوگئی تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرا جو حق آپ پر ہے اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ بات بتا دیں۔ انہوں نے کہا کہ اب بتا سکتی ہوں چنانچہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پہلی سرگوشی کی تھی تو فرمایا تھا کہ "جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے سال میں ایک مرتبہ (قرآن کا) دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال مجھ سے انہوں نے دو مرتبہ دور کیا اور میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے، اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے ایک اچھا آگے جانے والا ہوں" بیان کیا کہ اس وقت میرا رونا جو آپ نے دیکھا تھا اس کی وجہ یہی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نے میری پریشانی دیکھی تو آپ نے دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی، فرمایا "فاطمہ بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جنت میں تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہوگی، یا (فرمایا کہ) اس امت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔"

☆ کسی معزز خاندان کے فرد کی آمد پر اس سے محبت کا اظہار کرنا اور اسے خوش آمدید کہنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ، سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَحَلَّ زِرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ حَلَّ زِرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، سَلْ عَمَّا

Marfat.com

شِئْتَ، فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى، فَجَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبَيْهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَانِبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَصَلَّى بِنَا۔ (۱)

''ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنے والوں کے بارے میں پوچھا کہ کون لوگ ہیں، یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے پوچھا، میں نے کہا: میں محمد بن علی بن حسین ہوں، تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا، اور میرے کرتے کے اوپر کی گھنڈی کھولی پھر نیچے کی کھولی پھر اپنی ہتھیلی کو میری دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا، اور کہا: تمہیں خوش آمدید، تم جو چاہو پوچھو، میں نے ان سے (کچھ باتیں) پوچھیں، وہ نابینا تھے اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا، وہ ایک بُنی ہوئی چادر جسے جسم پر لپیٹے ہوئے تھے اوڑھ کر کھڑے ہوئے، جب اس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالتے تو اس کے دونوں کنارے ان کی جانب واپس آجاتے (کیونکہ چادر چھوٹی تھی) اور ان کی بڑی چادر ان کے پاس ہی میز پر رکھی ہوئی تھی، انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی۔''

☆ حدیث کے طلباء میں علمی اشتیاق پیدا کرنے کے لیے انہیں مرحبا بھی کہا جا سکتا ہے اور انہیں وہ بشارتیں بھی سنائی جا سکتی ہیں جو آپ ﷺ نے علم کے راستے میں نکلنے والوں کو عطا فرمائی ہیں۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ، فَقُولُوا لَهُمْ: مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔ (۲)

''عنقریب تمہارے پاس کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، لہٰذا جب تم ان کو دیکھو تو رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق انہیں مرحبا (خوش آمدید) کہو، اور انہیں علم سکھاؤ''۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۰۷۴

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان، باب الوصاۃ بطلبۃ العلم، رقم: ۲۴۷

Marfat.com

تعریف میں مبالغہ آرائی پر غصہ

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوسرے آدمی کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللَّهُ حَسِيبُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ. (1)

''افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ کئی مرتبہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا) پھر فرمایا کہ اگر کسی کے لیے اپنے کسی بھائی کی تعریف کرنی ضروری ہو جائے تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا اور ایسا ہے اگر اس کا حال جانتا ہو۔''

غصہ کی وجہ

تعریف میں مبالغہ آرائی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند کیا اور تعریف کرنے والے کو ان الفاظ میں ڈانٹ پلائی ''تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھ کی گردن کاٹ ڈالی ہے۔'' اس لیے کہ تعریف سے بعض دفعہ ممدوح خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور خود پسندی کے دو بڑے نقصان ہوتے ہیں۔ بندہ خود کو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے جس سے تکبر کی بیماری لاحق ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ بندے کے کام کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ منہ کی تعریف اکثر نقصان کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے اس کو ناپسند کیا گیا ہے۔ ہاں بعض صورتوں میں تعریف کی بھی جا سکتی ہے۔ اس اعتبار سے تعریف کی کچھ اقسام بن جاتی ہیں۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب اذا زكی رجل رجلا كفاه، رقم: ۲۶۶۲

Marfat.com

تعریف کی اقسام

تعریف کی دو بڑی اقسام ہیں (۱) مدح محمود (۲) مدح مذموم

مدح محمود

وہ تعریف جو جائز ہے اور مبالغہ آرائی سے بچتے ہوئے ممدوح کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ اس کی چند صورتیں ہے:

۱۔ حوصلہ افزائی کے طور پر کسی کی تعریف کرنا حوصلہ افزائی ہمت بندھانے کے لیے ہوتی ہے تاکہ ممدوح کے کام کرنے کی رفتار بڑھے اور حوصلہ افزائی بعض دفعہ بندے کی ہمت کو دو چند کر دیتی ہے اور وہ نیکی و خیر میں مزید بڑھ جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جس میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَانُوا يَرَوْنَ الرُّؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَيَقُصُّونَهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَيَقُولُ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم مَا شَاءَ اللَّهُ، وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ وَبَيْتِي الْمَسْجِدُ قَبْلَ أَنْ أَنْكِحَ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَوْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ لَرَأَيْتَ مِثْلَ مَا يَرَى هَؤُلَاءِ، فَلَمَّا اضْطَجَعْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ فِيَّ خَيْرًا فَأَرِنِي رُؤْيَا، فَبَيْنَمَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ جَاءَنِي مَلَكَانِ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ يُقْبِلَانِ بِي إِلَى جَهَنَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُمَا أَدْعُو اللَّهَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمَ، ثُمَّ أُرَانِي لَقِيَنِي مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: لَنْ تُرَاعَ، نِعْمَ الرَّجُلُ أَنْتَ لَوْ كُنْتَ تُكْثِرُ الصَّلَاةَ، فَانْطَلَقُوا بِي حَتَّى وَقَفُوا بِي عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ لَهُ قُرُونٌ كَقَرْنِ الْبِئْرِ بَيْنَ كُلِّ قَرْنَيْنِ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ وَأَرَى فِيهَا رِجَالًا مُعَلَّقِينَ بِالسَّلَاسِلِ رُءُوسُهُمْ أَسْفَلَهُمْ عَرَفْتُ فِيهَا رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ، فَانْصَرَفُوا بِي عَنْ ذَاتِ الْيَمِينِ (۱)

”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے عہد میں خواب دیکھتے تھے اور اسے نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے، نبی کریم ﷺ اس کی تعبیر دیتے جیسا کہ اللہ چاہتا۔ میں اس وقت نوعمر تھا اور میرا گھر مسجد ہی تھی یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب الامن و ذهاب الروع فی المنام، رقم: ۷۰۲۸

Marfat.com

نے اپنے دل میں اپنے بارے میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔ چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا: اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے کوئی خواب دکھا دے۔ میں اسی حال میں (سو گیا اور میں نے دیکھا کہ) میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے۔ میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان میں تھا اور اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر مجھے دکھایا گیا (خواب ہی میں) کہ مجھ سے ایک اور فرشتہ ملا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور اس نے کہا ڈرو نہیں تم کتنے اچھے آدمی ہو اگر تم نماز زیادہ پڑھتے۔ چنانچہ وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے پر لے جا کر کھڑا کر دیا جہنم ایک گول کنویں کی طرح تھی اور کنویں کے مٹکوں کی طرح اس کے بھی مٹکے تھے اور ہر دو مٹکوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے اس میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں لٹکا دیا گیا تھا اور ان کے سر نیچے تھے۔ (اور پاؤں اوپر) ان میں سے بعض قریش کے لوگوں کو میں نے پہچانا بھی، پھر وہ مجھے دائیں طرف لے کر چلے۔''

ایک اور روایت میں ہے وہ بیان کرتے ہیں:

فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. [1]

''میں نے خواب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو۔ تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات کو نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ''عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے کاش وہ رات کو نماز پڑھا کرتا۔'' ان الفاظ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں تہجد پڑھنے کی رغبت پیدا کی اور یہ خیر کا پہلو اس قدر بڑھا کہ وہ رات کو کم سویا کرتے اور عبادت میں مشغول و مصروف

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب فضل قيام الليل، رقم: ۱۱۲۲

Marfat.com

رہتے۔ پس حوصلہ افزائی ایک مثبت تعریف ہے جو قوتِ عمل کو بڑھا دیتی ہے۔

۲۔ کبھی تعریف بغرض رغبت ہوتی ہے کہ ممدوح کی تعریف کی جاتی ہے تاکہ دوسروں میں ایسا ہی قابل تعریف کام کرنے کی رغبت پیدا ہو۔ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ: أَنَا، قَالَ: رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ.(۱)

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع الله لمن حمده کہتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا ربنا ولك الحمد، حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کو لکھنے میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔“

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اچھے عمل کی تعریف کی ہے تاکہ دیگر لوگوں میں رغبت پیدا ہو۔

۳۔ کبھی دوسرے لوگوں کے ہاں ممدوح کا احترام بڑھانے کے لیے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس سے بتانا یہ مقصود ہوتا ہے کہ ممدوح قابل احترام ہے۔ اس کا احترام کرو۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذَلِكَ فَاطِمَةُ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَالَتْ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ، يَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ(۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللهم ربنا لك الحمد، رقم: ۷۹۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۳۷۲۹

Marfat.com

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی کو (جو مسلمان تھیں) پیغام نکاح دیا، اس کی اطلاع جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کی خاطر (جب انہیں کوئی تکلیف دے) کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اب دیکھیے یہ علی ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو خطاب فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ پڑھتے سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امابعد: میں نے ابوالعاص بن ربیع سے (اپنی سب سے بڑی صاحبزادی) کی شادی کی تو انہوں نے جو بات بھی کہی اس میں وہ سچے اترے اور بلاشبہ فاطمہ بھی میرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بھی اسے تکلیف دے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے ایک دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔ اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قابل احترام ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مختلف مواقع پر القابات سے نوازا ہے وہ ان کے احترام کو بڑھانے کے لیے ہی ہے اور ان القابات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بھی ہے۔ مثلاً جنگ موتہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف من سیوف اللہ کہا، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین الامت کہا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا۔ ایسے جتنے بھی اور القابات ہیں ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بھی ہے اور ان کے احترام کا پہلو بھی ہے۔

مدح مذموم

اس کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱) اپنی تعریف خود کرنا (۲) دوسروں کی تعریف میں مبالغہ کرنا

اپنی تعریف خود کرنا

اپنے منہ میاں مٹھو بننا اور دل میں یہ خواہش رکھنا کہ لوگ میری تعریف کریں۔ اپنی تعریف کی خواہش اور اس کے لیے تگ و دو ایک ایسا عمل ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ جو بندہ چاہتا ہے

Marfat.com

کہ لوگ اس کی تعریف کریں وہ ساری زندگی اچھا نظر آنے کے لیے ہی اعمال کرتا ہے۔ اچھا بننے کے لیے عمل نہیں کرتا پس نیکی کا بیج اس کے دل میں نہیں اُگتا۔ اس کا سینہ ایمان کے نور سے محروم رہتا ہے۔ اس کا وجود اس گھر کی طرح ہوتا ہے جس کی منڈیروں پر روشنیاں جگمگا رہی ہوں۔ جبکہ اس کے کمروں میں تاریکی اور ویرانی ہو۔ اعمال صالحہ کی خوشبو دل و دماغ کو معطر تب کرتی ہے جب اعمال میں تقویٰ اور خلوص ہو اور جب عمل محض لوگوں میں نمایاں نظر آنے کے لیے کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف و توصیف کریں اور اسے مستحسن نظروں سے دیکھیں تب اعمال میں تقویٰ اور خشیت و انابت کا نور نہیں ہوتا اور بے نور اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبولیت نہیں پا سکتے حشر کے روز ایسے اعمال جو لوگوں کی نظروں میں اچھا بننے اور ان سے داد پانے کے لیے کیے گئے بندے کے لیے رسوائی کا باعث بن جائیں گے۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ: أَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: أَوَّلُ النَّاسِ يُقْضَى لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ، لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَلَمْ أَفْهَمْ تُحِبُّ كَمَا أَرَدْتُ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنْ لِيُقَالَ إِنَّهُ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ، فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ.(1)

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (کی مجلس) سے لوگ جدا ہونے لگے، تو اہل شام میں سے ایک شخص

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجهاد، باب من قاتل ليقال فلان جری، رقم: ۳۱۳۷

Marfat.com

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: شیخ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث مجھے بیان کیجیے، انہوں نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "قیامت کے دن پہلے پہل جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا، وہ تین (طرح کے لوگ) ہوں گے، ایک وہ ہوگا جو شہید کر دیا گیا ہوگا، اسے لا کر پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی (ان) نعمتوں کی پہچان کروائے گا (جو نعمتیں اس نے انہیں عطا کی تھیں)۔ وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ (اس) سے فرمائے گا: یہ ساری نعمتیں جو ہم نے تجھے دی تھیں ان میں تم نے کیا کیا وہ کہے گا: میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ بلکہ تو اس لیے لڑتا رہا کہ کہا جائے کہ فلاں تو بڑا بہادر ہے چنانچہ تجھے ایسا کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا: اسے لے جاؤ پس اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور قرآن پڑھا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا، اللہ (اس سے) فرمائے گا: ان نعمتوں کا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا اور تیرے واسطے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ اور غلط کہا تو نے تو علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ پھر اسے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹ کر اسے لے جایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا"۔ ایک اور شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت دی ہوگی طرح طرح کے مال و متاع دیئے ہوں گے اسے حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ (اس سے) فرمائے گا: ان کے شکریہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا: اے رب! میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں تو پسند کرتا ہو کہ وہاں خرچ کیا جائے مگر میں نے وہاں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بکتا ہے، تو نے یہ سب اس لیے کیا کہ تیرے متعلق کہا جائے کہ تو بڑا سخی اور فیاض آدمی ہے چنانچہ تجھے کہا گیا، اسے یہاں سے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹتا ہوا اسے لے جایا جائے گا۔ اور لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

Marfat.com

آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام برّہ تھا۔ جس میں نیکی اور پاکبازی کا معنی پایا جاتا تھا۔ جب وہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل فرمادیا کہ برّہ میں اپنی تعریف پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ، فَقِيلَ: تُزَكِّي نَفْسَهَا، فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْنَبَ (1)

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا، کہا جانے لگا کہ وہ اپنی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ بندے عاجزی وانکساری کو اختیار کریں اپنی تعریف میں خوپسندی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ خودپسندی تکبر کی ہی ایک قسم ہے۔ جب بندہ خودکو قابل تعریف سمجھتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ بڑا ہے اور بہت سے لوگ اس سے کم تر ہیں۔

اپنی تعریف کرنا کب جائز ہے؟

اپنی تعریف کرنا چند صورتوں میں جائز ہے

۱۔ ضرورت کے پیش نظر اسی امر کی وضاحت کے لیے اپنی تعریف مناسب حدتک کی جاسکتی ہے۔ جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب مصر کے بادشاہ نے کوئی اہم منصب دینے کا ارادہ کیا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (2)

''مجھے آپ ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں، میں حفاظت کرنے والا باخبر ہوں۔''

یہاں یوسف علیہ السلام نے خودکو حفاظت کرنے والا اور باخبر قرار دیا ہے۔ یہ اپنی تعریف ہے لیکن اس کا پس منظر یہ ہے کہ آدمی کو کسی منصب یا عہدہ قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کوئی منصب قبول کرنا ہی پڑے گا تو وہ اپنی ذات پر غور کرتا ہے کہ میں کس منصب کے زیادہ اہل ہوں تو وہ غور وخوض کے بعد کہہ دیتا ہے میرے اندر فلاں کام کی اہلیت ہے۔ آپ مجھے اس پر متعین کردیں۔ وہ میں احسن انداز سے کرلوں گا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، تحویل الاسم الی اسم أحسن منه، رقم: ۶۱۹۲

۲۔ یوسف: ۵۵

Marfat.com

نے بھی یہی کیا۔ جب انہیں بادشاہ نے اپنے خاص مصاحبین میں شامل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ مجھے خزانوں پر نگران متعین فرما دیں۔ یہ کام میں بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔ پس اگر کسی کو عہدہ یا منصب قبول کرنے کی پیشکش کی جائے تو وہ بتا سکتا ہے کہ مجھے فلاں کام کا تجربہ ہے۔ وہ مجھے سونپ دو میں اسے بخوبی انجام دے لوں گا۔

۲۔ میدان جہاد میں دشمن پر رعب و دبدبہ کے لیے رجزیہ اشعار پڑھے جا سکتے ہیں اور اپنے سپاہیوں کا لہو گرمانے کے لیے اپنی اور اپنی فوج کی تعریف بھی کی جا سکتی ہے۔ جنگ حنین کے موقع پر جب ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے نومسلم آپ ﷺ کے گرد سے بکھر گئے تو اس موقع پر آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے اور بلند آواز سے پکار کے کہا ''میں اللہ کا نبی اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ اس جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهٖ وَأَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَصْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ، فَأَقْبَلُوْا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهٖ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهٖ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهٗ.

''نہیں اللہ کی قسم، رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ ﷺ کے اصحاب میں جو نوجوان بے سروسامان تھے جن کے پاس نہ زرہ تھی، اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیرانداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر برسائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب ''میں نبی

Marfat.com

ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

آپ ﷺ نے یہ کلمات میدانِ جنگ میں اس وقت ارشاد فرمائے جب مسلمان فوج پسپا ہوگئی تھی اور ان کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ کے ان کلمات کا اثر یہ ہوا کہ فوج دوبارہ مجتمع ہوگئی اور دشمن پر ایسی یلغار کی کہ اسے میدان چھوڑنا پڑا۔

جنگ خیبر میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سامنا مرحب سے ہوا تو مرحب نے یہ اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ ... شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ ... إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

"خیبر کو یہ معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں پورا ہتھیار بند بہادر، آزمودہ کار، جب لڑائیاں شعلے اڑاتی ہوئی آئیں۔"

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ ... كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ أُوفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ۔ قَالَ: فَضَرَبَ رَأْسَ مَرْحَبٍ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ كَانَ الْفَتْحُ عَلَى يَدَيْهِ

"میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ مثل اس شیر کے جو جنگلوں میں ہوتا ہے اور جسے دیکھنے سے خوف طاری ہو جاتا ہے اور میں لوگوں کو ایک صاع کے بدلے سندرہ دیتا ہوں (سندرہ صاع سے بڑا پیمانہ ہے یعنی میں دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہوں۔)"(1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرحب کے سامنے اپنے بارے میں تعریفی اشعار کہنا دشمن پر رعب طاری کرنے کے لیے تھا۔

۳۔ اپنے ساتھیوں میں نیکی اور تقویٰ کے اوصاف پیدا کرنے کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے میرے اندر یہ خوبی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے ہر دوست اور رفیق میں یہ خوبی پائی جائے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذی قرد وغیرها، رقم: ۱۸۰۷

Marfat.com

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي. (۱)

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ اگر کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو اسے اپنی تلوار سے فوراً قتل کر ڈالوں اور وہ بھی دھار سے، نہ کہ چوڑی طرف سے (بلکہ اس کا معاملہ ہی ختم کر ڈالوں)۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت پر حیرت ہوئی ہے؟ اللہ کی قسم! مجھے اس سے بڑھ کر غیرت ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیرت کے وصف کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ میں سعد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کے غیرت مند ہوں۔ یہ اپنی تعریف ہے لیکن یہاں مقصود ایک اچھے وصف کی تعریف ہے کہ یہ خوبی میرے ہر صحابی میں ہونی چاہیے۔

۴۔ تحدیث نعمت کے لیے اپنے اوپر اللہ کے انعامات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (۲)

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا، قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لیے پھٹے گی، اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، اور میں فخریہ نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے میں تعریفی کلمات تحدیث نعمت کے طور پر کہے۔ پس بندہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کر سکتا ہے۔ لیکن فخریہ طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ممنون احسان ہونے کے طور پر جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے یہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، رقم: ۵۲۲۰

۲۔ صحیح۔ سنن ابن ماجۃ للالبانی، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم: ۴۳۰۸

Marfat.com

احسانات ہیں لیکن میں ان پر فخر نہیں کرتا۔

۵۔ اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنے کے لیے خود سے کسی عیب کی نفی کی جا سکتی ہے کہ میرے اندر ایسا کوئی عیب نہیں پایا جاتا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَالَ: أَعْطُونِي رِدَائِي لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا، وَلَا كَذُوبًا، وَلَا جَبَانًا.(۱)

''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے، آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر مجھے دے دو، اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل پاؤ گے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیہاتی لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے فرمایا: میں بخیل اور جھوٹا نہیں ہوں۔ میرے پاس درختوں کے کانٹوں کی مانند اونٹ ہوتے وہ بھی تم میں بانٹ دیتا۔ یہ کہنے کا مقصد یہی تھا کہ دیہاتی لوگ مطمئن ہو جائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے چھپا کر کچھ نہیں رکھا۔

دوسروں کی تعریف کرنا

جسے چاپلوسی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اپنے بھائی کی مبالغہ کی حد تک تعریف کرنا جس کا مقصد اس سے اپنا کوئی کام نکلوانا یا اس کی نظر میں محض اپنا قد بڑھانا ہو سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ بے جا تعریف کا مقصد عموماً اپنا کوئی کام نکلوانا ہوتا ہے۔ دنیا میں عموماً دو قسم کے بندے کامیابی پاتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو محنت و دیانت سے کام کرتا ہے اور اپنی لیاقت کے پیش نظر نام پاتا ہے اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الشجاعة في الحرب والجبن، رقم: ۲۸۲۱

Marfat.com

دوسرا وہ ہے جس میں ذہانت ولیاقت اور محنت و دیانت تو اتنی نہیں ہوتی لیکن وہ اپنی زبان سے دوسروں کی تعریف کرنا اور انہیں شیشے میں اتارنا جانتا ہے۔ پس ایسے افراد اپنی زبان کے بل بوتے پر بہت سے لوگوں کو شکار کرتے ہیں۔ مگر وہ ترقی جو ذہانت ولیاقت کے بل پر ہوتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے اور ایسے آدمی کا احترام سب کے دل میں ہوتا ہے اور یہ احترام حقیقی ہوتا ہے جبکہ وہ ترقی جو خوشامد کے بل بوتے پر ہو وہ پائیدار نہیں ہوتی اور ایسے آدمی کا احترام صرف اس کے دل میں ہوتا ہے جس کا یہ خوشامدی ہے جبکہ باقی افراد اسے مکار اور ہلکے درجہ کا آدمی سمجھتے ہیں۔ جھوٹی تعریف کرنے والا اپنی تعریف سے دوسرے آدمی کو شکار کرتا ہے۔ اس لیے ایسی تعریف کو ذبح کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحَ فَإِنَّهُ الذَّبْحُ (1)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تم آپس میں ایک دوسرے کی منہ پر مدح وتعریف کرنے سے بچو، کیونکہ اس طرح تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے"

حدیث کا مفہوم دوطرفہ ہے۔ منہ پر بے جا تعریف کرنے والا ایسا ظالم آدمی ہے جو ہاتھ میں چھری پکڑے ہوئے ہے جس سے وہ کسی کو بھی ذبح کر سکتا ہے اور جس کی تعریف کی جارہی ہے اگر وہ تعریف کی چھری سے گھائل ہو گیا تو خود پسندی اور تکبر کا شکار ہو جائے گا، اسی لیے منہ پر بے جا تعریف کرنے والوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان کے منہ پر مٹی پھینکو تا کہ وہ اپنے اس عمل سے باز آ جائیں۔ حضرت ہمام بن حارث رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى عُثْمَانَ فِي وَجْهِهِ، فَأَخَذَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ تُرَابًا، فَحَثَا فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِذَا لَقِيتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ (2)

ایک شخص آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف انہی کے سامنے کرنے لگا، پس حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے مٹی لی اور اس کے چہرے پہ ڈال دی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

1۔ حسن۔ ابن ماجہ للالبانی، کتاب الادب، باب المدح، رقم: ۳۷۴۳

2۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی کراھیۃ التمادح، رقم: ۴۸۰۴

Marfat.com

ہے: جب تم تعریف کرنے والوں سے ملو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔

منہ پر مٹی ڈالنے کے حکم میں سخت ناپسندیدگی کا عنصر پایا جاتا ہے کہ ایسے آدمی کو سختی سے روک دیا جائے جو اپنے دوست کو حقیقی دنیا سے دور خیالی دنیا میں لے جانا چاہتا ہے۔ اسے تو اپنے بھائی کے لیے آئینہ کا کردار ادا کرنا چاہیے تھا کہ وہ اسے بطریق اصلاح اس کا حقیقی چہرہ اسے دکھاتا جبکہ وہ اسے حقیقت سے دور کر رہا ہے۔

قابل تعریف مدح

دنیا میں دو قسم کی مدح ایسی ہے جو قابل تعریف ہے اور تعریف کرنے والا بھی قابل تعریف ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح پسند ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ، وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ، وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ (۱)

اللہ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور اللہ کو اپنی تعریف سے زیادہ اور کوئی چیز پسند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی خود مدح کی ہے۔

قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور سورۃ کہف میں تو یہاں تک فرما دیا:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (۲)

"فرما دیجیے اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سیاہی بن جائے تو وہ میرے رب کے کلمات لکھنے سے پہلے ختم ہو جائے۔ اگرچہ اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن، رقم: ۴۶۳۴

۲۔ الکہف: ۱۰۹

Marfat.com

مزید ایک مقام پر یوں فرمایا:

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۱)

"زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر، اس کی سیاہی جسے مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔"

صبح و شام کے اذکار، رکوع و سجود کی تسبیحات اور خاص مواقع کی دعائیں سب اللہ کے تعریفی کلمات پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعض تعریفی کلمات ایسے ہیں جو اسے بہت پسند ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ. (۲)

"دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔"

غور کریں یہ دونوں کلمات جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف پر مشتمل ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف پسند ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا بندہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کو نعت کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنا ایک قابل تعریف عمل اور ثواب کا کام ہے بلکہ ہر مسلمان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و

۱۔ لقمان: ۲۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ، رقم: ۷۵۶۳

Marfat.com

توصیف کرے۔ آپ ﷺ سے اپنی جان سے بڑھ کے محبت کرے اور آپ ﷺ کی ذات کا ہر ممکن دفاع کرے۔ جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: فَكَيْفَ بِنَسَبِي، فَقَالَ حَسَّانُ: لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: لَا تَسُبُّهُ، فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم.(۱)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا اور میرا خاندان تو ایک ہی ہے (پھر تو میں بھی اس ہجو میں شریک ہو جاؤں گا)۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہجو سے آپ کو اس طرح صاف نکال دوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ کی مجلس میں برا کہنے لگا تو انہوں نے کہا کہ حسان کو برا بھلا نہ کہو، وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے مشرکوں کو جواب دیتا تھا۔

لیکن مدحتِ رسول ﷺ کے کچھ آداب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا اللہ تعالیٰ سے برتر ظاہر کرنا درست نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم، يَقُولُ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.(۲)

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ھجاء المشرکین، رقم: ۶۱۵۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ، واذکر فی الکتاب مریم، رقم: ۳۴۴۵

Marfat.com

کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔"

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: لَا تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ.[1]

"جس رات میری شادی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ اس کی صبح میرے یہاں تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے، جیسے اب تم یہاں میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ چند بچیاں دف بجا رہی تھیں اور وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جن میں ان کے ان خاندان والوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن میں سے ایک لڑکی نے یہ مصرع بھی پڑھا کہ ہم میں نبی کریم ﷺ ہیں جو کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ پڑھو، اور جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔"

رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنا ایک مقدس اور پاکیزہ عمل ہے۔ اس میں ان باتوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے جن سے آپ ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔

فوت شدگان کی تعریف

فوت شدگان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا[2]

"مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پا لیا۔"

فوت شدگان کی جائز تعریف کرنا جس کے وہ مستحق تھے ایک اچھا عمل گردانا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرا، رقم: ۴۰۰۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ينهى عن سب الاموات، رقم: ۱۳۹۳

Marfat.com

مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ، قَالَ: هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ (۱)

''صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر ایک جنازہ پر ہوا' لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لیے تو جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔''

واضح رہے یہاں اچھی تعریف کرنے والے وہ لوگ مراد ہیں جو نیک اور صالح افراد ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہی زمین میں اللہ کے گواہ کہا گیا ہے۔ حدیث مبارک پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ تعریف کرنے والے صحابہ کرام ہیں جو متقی لوگ تھے۔ پس ایسے ہی لوگوں کی گواہی عند اللہ مقبول ہے۔ کسی کے مرنے پر اگر صالحین بھی اس کے حق میں اچھی گواہی دیں تو یہ اس آدمی کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔

تعریف کا دوسرا رُخ تنقید

جس طرح تعریف کی دو اقسام ہیں اسی طرح تنقید کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) مثبت تنقید (۲) منفی تنقید

مثبت تنقید

اسے تنقید برائے اصلاح بھی کہا جا سکتا ہے وہ تنقید جس میں اصلاح کا پہلو ہو اور دوسرے آدمی کی عزت نفس کو برقرار رکھا جائے اسے مجروح نہ کیا جائے قابل تعریف تنقید ہے۔ تنقید میں چند اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، رقم: ۱۳۶۷

Marfat.com

ا۔ اگر شریعت کی کوئی بات بندہ اپنی طبیعت پر گراں محسوس کرتا ہے تو شرعی مسئلہ پر تنقید کرنا جائز نہیں ہوگا۔ وہاں بس گردن جھکا دینا ضروری ہے۔ جیسے داڑھی پر تنقید نہیں کی جا سکتی، شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کو ہدفِ تنقید نہیں بنایا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری تعلیمات اور سارے فیصلے بجا اور درست ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی انگلی نہیں رکھی جا سکتی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط لکھی گئیں ان میں تقریباً سب ہی شرائط کافروں کی مانی گئی تھیں۔ اس پر بعض مسلمانوں نے دل میں محسوس کیا کہ شاید ہم دب گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے بہادر آدمی تھے، ان سے رہا نہ گیا وہ بارگاہِ رسالت میں آئے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ: أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قَالَ: قُلْتُ لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا، إِذًا قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ، فَوَاللَّهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالًا[1]

''آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ

ا۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں (آپ ﷺ نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابوبکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلاشک وشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں' اور اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو' اللہ گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آپ ﷺ نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں، میں نے اپنی عجلت پسندی کی مکافات کے لیے کئی نیک اعمال کیے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تمام سوالوں کا صرف ایک ہی جامع جواب دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یعنی جب تم میرے رسول ہونے پر ایمان لے آئے ہو تو پھر یہ بات ذہن نشین کر لو میرے تمام فیصلوں پر تمہارے لیے تنقید کا جواز ختم ہو چکا ہے۔ بس تمہارا کام ایمان لانا اور میرے فیصلوں پر سر تسلیم خم کر دینا ہے اور یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہی کہ عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں ہمارا کام بس ان کی اطاعت کرنا ہے وہ جو بھی فیصلہ فرما دیں اسے مان لینا ہمارے ایمان کا اولین تقاضہ ہے پس رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر اور شرعی مسائل پر تنقید کرنا جائز نہیں۔

۲۔ تنقید کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر تنقید مجمع میں سب لوگوں کے سامنے کی جاتی ہے تو اس کا

Marfat.com

جواب بھی سب کے سامنے ہی دیا جائے تا کہ لوگوں کے اذہان میں اُٹھنے والے شکوک وشبہات ختم ہو جائیں۔ حضرت عثمان بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر سے ایک آدمی بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے آیا اور اس نے وہاں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا ان میں جو بزرگ آدمی بیٹھے ہیں وہ کون ہیں؟ بتایا کہ یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس وہ مصری حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا:

يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ.(1)

اے ابن عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے احد کی لڑائی سے راہ فرار اختیار کی تھی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے۔ جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ یہ سن کر اس کی زبان سے نکلا اللہ اکبر تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: قریب آ جاؤ، اب میں تمہیں ان واقعات کی تفصیل سمجھاؤں گا۔ احد کی لڑائی سے فرار کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۹۸

Marfat.com

معاف کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور اس وقت وہ بیمار تھیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں (مریضہ کے پاس ٹھہرنے کا) اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوگا اور اسی کے مطابق مال غنیمت سے حصہ بھی ملے گا اور بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر اگر وادی مکہ میں کوئی شخص (مسلمانوں میں سے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا اور با اثر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے، یہی وجہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں (قریش سے باتیں کرنے کے لیے) مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے شخص سے فرمایا کہ جا، ان باتوں کو بھی ساتھ لے جا۔

اس آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر تنقید سب کے سامنے کی تھی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی فوری اور سب کے سامنے اس تنقید کا رد کیا تا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اُٹھنے والے اعتراضات لوگوں کے ذہنوں سے صاف ہو جائیں۔

۳۔ اگر فرد واحد کو سمجھانا مقصود ہو تو اسے علیحدگی میں سمجھایا جائے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک گھریلو مسئلہ میں سمجھانا ضروری سمجھا تو ان کے گھر میں جا کے علیحدگی میں ان سے بات کی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ، وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهَا: مَا لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا وَفِيمَ تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ، فَقَالَتْ لِي: عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ، فَقَامَ عُمَرُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ، فَقَالَ لَهَا: يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ، فَقُلْتُ: تَعْلَمِينَ

Marfat.com

أَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللَّهِ وَغَضَبَ رَسُولِهِ ﷺ يَا بُنَيَّةُ لَا يَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهَا، يُرِيدُ عَائِشَةَ [1]

''اللہ کی قسم! زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں وہ احکام نازل کیے جو نازل کرنے تھے اور ان کے حقوق مقرر کیے جو مقرر کرنے تھے۔ بتلایا کہ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ بہتر ہے اگر تم اس کام کو اس طرح کرو، میں نے کہا تمہارا اس میں کیا کام۔ معاملہ مجھ سے متعلق ہے تم اس میں دخل دینے والی کون ہوتی ہو؟ میری بیوی نے اس پر کہا: خطاب کے بیٹے! تمہارے اس طرز عمل پر حیرت ہے تم اپنی باتوں کا جواب برداشت نہیں کر سکتے تمہاری لڑکی (حفصہ) تو رسول اللہ ﷺ کو بھی جواب دے دیتی ہے ایک دن تو اس نے نبی کریم ﷺ کو غصہ بھی دلا دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر اوڑھ کر سیدہ حفصہ کے گھر پہنچے اور فرمایا بیٹی! کیا تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں کا جواب دے دیتی ہو یہاں تک کہ ایک دن تم نے نبی کریم ﷺ کو دن بھر ناراض بھی رکھا ہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کی قسم! ہم نبی کریم ﷺ کو کبھی جواب دے دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا جان لو میں تمہیں اللہ کی سزا اور اس کے رسول کی سزا (ناراضگی) سے ڈراتا ہوں۔ بیٹی! اس عورت کی وجہ سے دھوکا میں نہ آ جانا جس نے نبی کریم ﷺ کی محبت حاصل کر لی ہے۔ ان کا اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔''

جب اس طرح علیحدگی میں کسی کے ناپسندیدہ عمل پر مثبت تنقید کی جاتی ہے اور اسے سمجھایا جاتا ہے تو اس کا دل درستگی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اگر سب کے سامنے تنقید کی جائے تو اس کا منفی رد عمل ہو سکتا ہے اور اس کا نفس اسے ہٹ دھرمی کے راستے پر بھی ڈال سکتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر سنت کی مخالفت کرتا ہے تو اس پر تنقید بھی سب کے سامنے کی جا سکتی ہے۔ جیسے مروان نے جب اپنے دور حکومت میں نماز عید سے پہلے خطبہ دینا چاہا تو ایک آدمی نے سب کے سامنے اس پر تنقید کی اور صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضات ازواجک، رقم: ۴۹۱۳

Marfat.com

تعریف کی کہ اس نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں مذکور ہے:

أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ. فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (۱)

''سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہے مروان نے کہا یہ عمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی کسی برے کام کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے ہی سہی (کہ وہ اسے برا جانے)۔''

۵۔ تنقید میں دوسرے کی شخصیت کا وقار برقرار رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ مثبت تنقید کا مقصد اصلاح ہوتا ہے۔ کسی کی توہین کرنا مقصد نہیں ہوتا۔ اگر تنقید میں توہین کا پہلو غالب ہو تو اسے مثبت تنقید نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے جن میں ایک عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب کے مہینہ میں کیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کرتے ہوئے کہا:

يَا أُمَّاهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟، قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. (۲)

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، رقم: ۷۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب کم اعتمر النبی ﷺ، رقم: ۱۷۷۵

Marfat.com

''اے میری امی جان! اے ام المومنین! ابوعبدالرحمٰن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔''

غور فرمایئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہے لیکن تنقید سے پہلے ان کے لیے دعا کی ''اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم کرے'' پھر ان کی ان الفاظ میں تعریف کی ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے عمرے کیے ان تمام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ان کلمات کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ: لَأَنْ أَطَّلِيَ بِالْقَطِرَانِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِلَقَدْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَيَطُوفُ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ يَنْضَحُ طِيبًا.(۱)

''محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احرام کے وقت خوشبو کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا: تارکول لگا لینا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے۔ پس میں نے اس بات کا ذکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی، پھر آپ اپنی بیویوں کا چکر لگاتے، اور آپ اس حال میں صبح کرتے کہ آپ کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ تنقید کرتے ہوئے کسی کے وقار کو مجروح نہ کیا جائے۔ اختلاف رائے ہو لیکن سلیقہ اختلاف کے ساتھ دوسرے آدمی کے علم پر تنقید کرنا اور بھاری بھر کم جملے استعمال کرنا یا اسے جاہل قرار دینا پسندیدہ عمل نہیں۔

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب مناسک الحج، باب موضع الطیب، رقم: ۲۷۰۴

Marfat.com

۶۔ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے چرب زبانی کی بجائے دلائل سے کام لیا جائے۔ بعض لوگ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کی بجائے دوسرے آدمی کی ذات و شخصیت پر بلاجواز اعتراضات سے غالب آنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وزن دلائل کا ہوتا ہے نہ کہ رکیک جملوں کا بلکہ گھٹیا جملے بات کے وزن کو کم کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی گفتگو اتنی جامع ہوتی تھی کہ دلائل کے تبادلہ میں شخصیت پر اعتراض تو بہت دور کی بات ہے، دلائل دیتے ہوئے کسی شخصیت کا نام تک نہیں لیا جاتا تھا۔ ذیل کی روایت پڑھیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب اور پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے ایک مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن دونوں اطراف سے دلائل سے بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ الطُّورَ فَوَجَدْتُ ثَمَّ كَعْبًا، فَمَكَثْتُ أَنَا وَهُوَ يَوْمًا أُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَدِّثُنِي عَنِ التَّوْرَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهْبِطَ، وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ تُصْبِحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُصِيخَةً، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا ابْنَ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا مُؤْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَقَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ يَوْمٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ، فَقُلْتُ: بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ. فَخَرَجْتُ فَلَقِيتُ بَصْرَةَ بْنَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيَّ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قُلْتُ: مِنَ الطُّورِ، قَالَ: لَوْ لَقِيتُكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَهُ لَمْ تَأْتِهِ، قُلْتُ لَهُ: وَلِمَ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ، فَقُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي خَرَجْتُ إِلَى الطُّورِ فَلَقِيتُ كَعْبًا فَمَكَثْتُ أَنَا وَهُوَ يَوْمًا أُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحَدِّثُنِي عَنِ التَّوْرَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهْبِطَ، وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ تَقُومُ

Marfat.com

السَّاعَةُ، مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ تُصْبِحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُصِيخَةً حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا ابْنَ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ يَسْأَلُ اللهَ شَيْئًا، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ يَوْمٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبَ كَعْبٌ، قُلْتُ: ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ، فَقَالَ: صَدَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: صَدَقَ كَعْبٌ إِنِّي لَأَعْلَمُ تِلْكَ السَّاعَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَخِي، حَدِّثْنِي بِهَا، قَالَ: هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ فَقُلْتُ: أَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُصَادِفُهَا مُؤْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، وَلَيْسَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ صَلَاةٌ، قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى، وَجَلَسَ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ لَمْ يَزَلْ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ الصَّلَاةُ الَّتِي تُلَاقِيهَا قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهُوَ كَذَلِكَ (1)

"میں طور پہاڑی پر آیا تو وہاں مجھے کعب (کعب احبار) رضی اللہ عنہ ملے میں اور وہ دونوں ایک دن تک ساتھ رہے، میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتا تھا، اور وہ مجھ سے تورات کی باتیں بیان کرتے تھے، میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن (دنیا میں) اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی، اسی میں ان کی روح نکالی گئی، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، زمین پر رہنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو جمعہ کے دن قیامت کے ڈر سے صبح کو سورج نکلنے تک کان نہ لگائے رہے، سوائے ابن آدم کے، اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ کسی مومن کو یہ گھڑی مل جائے اور وہ نماز کی حالت میں ہو اور وہ اللہ سے اس ساعت میں کچھ مانگے تو وہ اسے ضرور دے گا"، کعب نے کہا: یہ ہر سال میں ایک دن ہے، میں نے کہا: نہیں، بلکہ یہ گھڑی ہر جمعہ میں ہوتی ہے، تو کعب نے تورات کو دیکھا اور کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، یہ ہر جمعہ میں ہے۔ پھر میں (وہاں سے) نکلا، تو میری ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا: طور سے، انہوں نے کہا: کاش کہ میں آپ سے وہاں جانے سے پہلے ملا ہوتا، تو آپ وہاں نہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الساعۃ التی یستجاب فیہا الدعا یوم الجمعۃ، رقم: ۱۴۳۰

Marfat.com

جاتے، میں نے ان سے کہا: کیوں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے: "سواریاں استعمال نہ کی جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف: ایک مسجد الحرام کی طرف، دوسرا میری مسجد یعنی مسجد نبوی کی طرف، اور تیسرا مسجد بیت المقدس کی طرف۔ پھر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے کہا: کاش آپ نے مجھے دیکھا ہوتا، میں طور گیا تو میری ملاقات کعب سے ہوئی، پھر میں اور وہ دونوں پورا دن ساتھ رہے، میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کرتا تھا، اور وہ مجھ سے تورات کی باتیں بیان کرتے تھے، میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے جس میں سورج نکلتا ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی میں دنیا میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں ان کی روح نکالی گئی، اور اسی میں قیامت قائم ہوگی، زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو قیامت کے ڈر سے جمعہ کے دن صبح سے سورج نکلنے تک کان نہ لگائے رہے سوائے ابن آدم کے، اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس مسلمان کو وہ گھڑی نماز کی حالت میں مل جائے، اور وہ اللہ سے کچھ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز ضرور دے گا، اس پر کعب نے کہا: ایسا دن ہر سال میں ایک ہے، تو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کعب نے غلط کہا، میں نے کہا: پھر کعب نے (تورات) پڑھی اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے، وہ ہر جمعہ میں ہے، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کعب نے سچ کہا، پھر انہوں نے کہا: میں اس گھڑی کو جانتا ہوں، تو میں نے کہا: اے بھائی! مجھے وہ گھڑی بتا دیں، انہوں نے کہا: وہ گھڑی جمعہ کے دن سورج ڈوبنے سے پہلے کی آخری گھڑی ہے، تو میں نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا: "جو مومن اس گھڑی کو پائے اور وہ نماز میں ہو" جبکہ اس گھڑی میں کوئی نماز نہیں ہے، تو انہوں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "جو شخص نماز پڑھے پھر بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے، تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے"، میں نے کہا: کیوں نہیں، سنا ہے اس پر انہوں نے کہا: تو وہ اسی طرح ہے۔"

جو لوگ دلائل کی بجائے صرف تنقید کا راستہ اپناتے ہیں وہ کبھی دوسروں کو مطمئن نہیں کر پاتے بلکہ وہ اپنا وزن بھی کھو دیتے ہیں۔ منفی تنقید ہٹ دھرمی کے پہلو کو ہوا دیتی ہے اور ہٹ دھرمی

Marfat.com

میں تعمیر نہیں تخریب ہوتی ہے اور کسی بھی شخصیت کے بگاڑ میں تخریب کا عنصر انتہائی مہلک کردار ادا کرتا ہے۔

منفی تنقید

تنقید کی دوسری قسم منفی تنقید ہے جسے تنقید برائے تنقید بھی کہا جا سکتا ہے۔ منفی تنقید زہر میں بجھا ہوا ایک نشتر ہے جس سے احساسات اور عزتوں کو زخمی کیا جاتا ہے۔ ایسی تنقید بعض دفعہ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی مشتعل کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک دفعہ ایسی تنقید سے غصہ میں آ گئے تھے۔ حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں

أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، آنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ، فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ ذَلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ سَعَةٍ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ مَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (1)

''سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالے سے (اپنے باغ) کو سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زبیر! تم پہلے سیراب کر لو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو، اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! اس وجہ سے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں۔۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح فابی حکم علیہ بالحکم البین، رقم: ۲۷۰۸

Marfat.com

دیوار تک چڑھ جائے۔ اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی "پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کرلیں۔"

بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصاف کے معاملہ میں رشتہ دار کو رعایت دے سکتے ہیں؟ ایسا تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ انصاری کا یہ اعتراض بالکل بے جا تھا یہ ایک ایسی تنقید تھی جس میں صرف غصہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فیصلہ میں انصاری کا خیال کیا تھا حالانکہ وہ اس رعایت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا اور جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے جا تنقید کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دے دیا اور انصاری کو جو رعایت دی گئی تھی وہ اس کے احترام میں تھی جبکہ وہ اس کا مستحق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رعایت اس سے واپس لے لی۔ انصاری کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ ایک منفی تنقید تھی جس نے انصاری کو ملنے والی رعایت اس سے چھین لی۔ پس منفی تنقید بندے کو فائدہ دینے کی بجائے اس کے لیے نقصان کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور اس سے محبت و پیار کے پھول کھلنے کی بجائے نفرتوں کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں۔

Marfat.com

والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنے پر غصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، قِيلَ: مَنْ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (1)

"خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، کہا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کی؟ فرمایا جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر ان کی خدمت گزاری کر کے جنت میں نہ چلا جائے۔"

عربی زبان میں رغم أنف "اس کی ناک خاک آلود ہو" عموماً غصہ کی حالت میں بولا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہ کلمہ بولا اور اس آدمی پر غصے کا اظہار فرمایا جو بوڑھے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے۔ والدین کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خدمت سے جنت کو مشروط کر دیا ہے۔ انسان ساری زندگی قیمتی سے قیمتی ترین چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا ہے اور ایسی چیزوں کے لیے محنت اور کوشش بھی کرتا ہے۔ جب یہ چیزیں اسے مل جاتی ہیں تو وہ انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور ان کی حفاظت کا پورا خیال رکھتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو بن مانگے انسان کو مل جاتی ہیں اور ان کی اہمیت کا احساس اسے تب ہوتا ہے جب وہ چیزیں اس سے چھن جاتی ہیں۔ جیسے والدین بچے کو بن مانگے مل جاتے ہیں، جب بچہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو ماں اس کے سامنے مسکرا رہی ہوتی ہے وہ اسے اپنے گلے سے لگاتی ہے باپ کی نظریں محبت سے اسے تک رہی ہوتی ہیں اس نے باری تعالیٰ سے ماں باپ کی دُعا نہیں مانگی اللہ نے بن مانگے اسے ان دو رشتوں کا مالک بنا دیا۔ دنیا کی قیمتی ترین چیزوں میں قیمتی ترین چیز ماں اور باپ کی شخصیات ہے۔ وہ خادموں کی طرح بچے کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس کے لیے کپڑے بناتے ہیں وہ بیمار ہو جائے تو اس کا علاج

1۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رغم انف من ادرک ابویہ او احدھما، رقم: 2551

Marfat.com

کرواتے ہیں۔ غرضیکہ بچے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وہ اپنا آرام وسکون قربان کر دیتے ہیں یہ بن مانگے کے دو رشتے ہیں اور اتنے قیمتی ہیں کہ ان سے بڑھ کر بچے کا کوئی ہمدرد نہیں اور نہ ان سے بڑھ کے کوئی مخلص ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان قیمتی رشتوں کی قدردانی کا حکم دیا ہے۔

والدین سے حسن سلوک انبیاء کی صفت ہے

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب بڑھاپے کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کا سوال کیا اس وقت وہ عالم پیری میں تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے نوازا اور بیٹے کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی یحییٰ رکھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام جب سوچنے سمجھنے کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا

يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا۔ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۔ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا(۱)

''اے یحییٰ (علیہ السلام)! کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں قوتِ فیصلہ سے نوازا اور اپنی طرف سے انہیں نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے تھے اور نہ وہ سخت مزاج تھے اور نہ نافرمان، سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ فوت ہوئے اور جس دن انہیں زندہ اٹھایا جائے گا۔''

ہر پیغمبر اعلیٰ ترین معاشرتی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے اور وہ اخلاق وکردار میں بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی بے شمار خوبیوں میں سے چند خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔

سیدہ مریم علیہا السلام نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا اور وہ بچے کو اُٹھا کر قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے کہا:

يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا۔ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔ وَجَعَلَنِي

۱۔ مریم: ۱۲ تا ۱۵

Marfat.com

مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ـ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ـ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا[1]

"اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔ پس مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس سے کیا بات کریں جو گھوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے (تو بچے نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور مجھے بابرکت کیا، میں جہاں بھی رہوں اور اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں فوت ہوں گا اور جس دن زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں گا"

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے انجیل نازل فرمائی جس میں بہت سے احکام ہیں اور بطورِ خاص انہیں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ والدین سے اچھا سلوک کرنا انبیاء کی صفت ہے۔ والدین سے حسن سلوک پر بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد جیسے عظیم عمل میں شرکت کی خواہش کرنے والے بعض افراد کو والدین کی خدمت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سیدنا معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ ؟قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ارْجِعْ، فَبَرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ، قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبَرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ، قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: وَيْحَكَ الْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةُ[2]

۱۔ مریم: ۲۸ تا ۳۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الجهاد، باب الرجل يغزو وله أبوان، رقم: ۲۷۸۱

Marfat.com

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: میں اللہ کی رضا اور دار آخرت کی بھلائی کے لیے آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "افسوس، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟" میں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "واپس جاؤ، اور اپنی ماں کی خدمت کرو" پھر میں دوسری جانب سے آیا، اور میں نے عرض کیا: میں اللہ کی رضا جوئی اور دار آخرت کی خاطر آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تیری ماں زندہ ہے"؟ میں نے پھر کہا: ہاں! اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کے پاس واپس چلے جاؤ اور اس کی خدمت کرو"، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے آیا اور آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے اللہ کی رضا اور دار آخرت کے لیے آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "افسوس، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں! اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "افسوس! اس کے پاؤں پاس رہو، وہیں جنت ہے"۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم: أُجَاهِدُ قَالَ: لَكَ أَبَوَانِ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ. (۱)

''ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ماں باپ موجود ہیں انہوں نے کہا: جی ہاں موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔''

ہجرت بھی والدین کی اجازت سے

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ، قَالَ: أَبَوَايَ، قَالَ: أَذِنَا لَكَ، قَالَ: لَا، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا. (۲)

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یمن سے ہجرت کر کے آیا، آپ نے اس سے فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یجاهد إلا باذن الابوین، رقم: ۵۹۷۲

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو و أبواه کارهان، رقم ۲۵۳۰

Marfat.com

"کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟" اس نے کہا: ہاں، میرے ماں باپ ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: "انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟" اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کے پاس واپس جاؤ اور اجازت لو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان دونوں کی خدمت کرو"۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَقَدْ تَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا.(1)

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر کہا: میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں، اور میں نے اپنے ماں باپ کو روتا چھوڑا ہے، آپ نے فرمایا: "تم ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں جس طرح تم نے رلایا ہے اسی طرح ہنساؤ"

والدین کی خدمت پر انعامات

والدین کی خدمت میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے یہاں اُن چند انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا حصول والدین کی خدمت پر موقوف ہے۔

☆ والدین کے خدمت گار کی اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا ہے "اجابة دعاء من بر والدیه" جو شخص اپنے والدین سے نیک سلوک کرے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا لِلَّهِ صَالِحَةً، فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدِي، وَإِنَّهُ نَاءَ بِيَ الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا،

۱۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب البیعة، باب البیعة علی الھجرة، رقم: ۴۱۶۳

Marfat.com

وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللَّهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الثَّانِي: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَلَقِيتُهَا بِهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلا بحقه فَقُمْتُ عَنْهَا، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا، فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَهْزَأْ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَأَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللَّهُ عَنْهُمْ.(1)

"تین آدمی چلتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ بارش نے انہیں آ لیا اور انہوں نے مڑ کر پہاڑی کی غار میں پناہ لی۔ اس کے بعد کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے جو نیک کام کئے ہیں ان میں سے ایسے کام کو دھیان میں لاؤ جو تم نے خالص اللہ کے لیے کیا ہو، تا کہ اللہ سے اس کے ذریعہ دعا کرو ممکن ہے وہ غار کو کھول دے۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین تھے اور بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا اور واپس آ کر دودھ نکالتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا اپنے بچوں سے بھی پہلے۔ ایک دن چارے کی تلاش نے مجھے بہت دور لے جا ڈالا چنانچہ میں رات گئے واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا پھر دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں نیند سے جگاؤں اور یہ بھی مجھ سے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اجابة دعاء من بر والدیه، رقم: ۵۹۷۴

Marfat.com

نہیں ہو سکتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں۔ بچے بھوک سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور اسی کشمکش میں صبح ہو گئی۔ پس اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے (دعا قبول کی اور) ان کے لیے اتنی کشادگی پیدا کر دی کہ وہ آسمان دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا، ایسی انتہائی محبت جو کوئی مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے بدکاری کی خواہش تو اس نے انکار کیا اور صرف اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں۔ میں نے دوڑ دھوپ کی اور سو دینار جمع کر لایا پھر اس کے پاس انہیں لے کر گیا پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو مت توڑ۔ میں یہ سن کر کھڑا ہو گیا (اور زنا سے باز رہا) پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کشادگی (چٹان کو ہٹا کر) پیدا کر دے۔ چنانچہ ان کے لیے تھوڑی سی اور کشادگی ہو گئی۔ تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور ایک فرق چاول کی مزدوری پر رکھا تھا اس نے اپنا کام پورا کر کے کہا کہ میری مزدوری دو۔ میں نے اس کو مزدوری دے دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے ساتھ بے توجہی کی۔ میں اس کے اس بچے ہوئے دھان کو بوتا رہا اور اس طرح میں نے اس سے ایک گائے اور اس کا چرواہا کر لیا (پھر جب وہ آیا تو) میں نے اس سے کہا کہ یہ گائے اور چرواہا لے جاؤ۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ اس گائے اور چرواہے کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر چلا گیا۔ پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو (چٹان کی وجہ سے غار سے) نکلنے میں جو رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اسے بھی کھول دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پوری طرح کشادگی کر دی جس سے وہ باہر آ گئے۔"

مذکورہ حدیث مبارک سے بہت سارے مسائل حل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں (۱) والدین کی خدمت کرنے والے کی دُعا قبول ہوتی ہے (۲) والدین کی خدمت

Marfat.com

ایک ایسا عمل ہے جو مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ (۳) والدین کی خدمت اللہ کو راضی کرنے والا عمل ہے۔ (۴) خدمت والدین ایک ایسا عمل ہے جسے اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

☆ والدین کی رضا مندی میں اللہ کی رضا مندی ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھے اور یمن میں رہائش پذیر تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں صرف اس لیے حاضر نہیں ہو سکے کہ ان کی والدہ بوڑھی تھیں جن کی وہ خدمت کیا کرتے تھے اور والدہ کو چھوڑ کے مدینہ تک آنے میں انہیں والدہ کی خدمت میں کوتاہی کا اندیشہ تھا۔ ان کی یہ ادا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر پسند آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ، وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ[1]

''تابعین میں بہترین شخص وہ ہیں جنہیں اویس کہا جاتا ہے ان کی ایک ماں ہے (یعنی اس کے رشتہ داروں میں صرف ماں زندہ ہے) ان کے جسم کو سفیدی ہو گئی تھی۔ تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لیے دُعا کریں۔''

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر اپنی والدہ کی خدمت گزاری کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضر نہیں ہو سکے۔ اس طرح شرف صحابیت سے محروم ہو گئے لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے اللہ نے انہیں یہ مقام دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رتبہ صحابیت پر فائز ہونے والوں سے فرمایا تم اویس تابعی سے اپنے لیے دُعا کروانا ؎

پیار کرتا ہے نیازی جو زمانہ مجھ سے
یہ میری ماں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یمن سے آنے والے قافلوں کا انتظار کرتے اور جب کوئی قافلہ آتا تو اس سے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل اویس القرنی، رقم: ۲۵۴۲

Marfat.com

چنانچہ حضرت اسیر بن جابر ﷫ فرماتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ، سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتَّى أَتَى عَلَى أُوَيْسٍ فَقَالَ: أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ، مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِي، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: الْكُوفَةَ، قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُونُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَقَ عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، قَالَ: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ، قَلِيلَ الْمَتَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ، إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَأَتَى أُوَيْسًا فَقَالَ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلَى وَجْهِهِ، قَالَ أُسَيْرٌ: وَكَسَوْتُهُ بُرْدَةً، فَكَانَ كُلَّمَا رَآهُ إِنْسَانٌ قَالَ: مِنْ أَيْنَ لِأُوَيْسٍ هَذِهِ الْبُرْدَةُ[1]

''سیدنا عمر بن خطاب ﷛ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ آتے تو وہ ان سے پوچھتے کہ تم میں اویس بن عامر نامی کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر ﷛ خود اویس کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارا نام اویس بن عامر ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ سیدنا عمر ﷛ نے پوچھا کیا تم مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر ﷛ نے پوچھا کیا تمہیں برص تھا جو اب اچھا ہو گیا مگر درہم برابر باقی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ سیدنا عمر ﷛ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تب سیدنا عمر ﷛ نے کہا میں نے رسول

1۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ ﷡، باب من فضائل اویس القرنی، رقم: ۲۵۴۲

Marfat.com

اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے ''تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ قبیلہ مراد سے ہے جو قرن کی شاخ ہے اس کو برص کا مرض تھا جو اچھا ہو گیا مگر درہم کے بقدر باقی ہے اس کی ایک ماں ہے اس کا یہ حال ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر قسم اُٹھالے تو اللہ اس کو سچا کر دے پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کروانا۔ پس تم میرے لیے دعا کرو۔ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دُعا کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کوفہ میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں تمہیں کوفہ کے حاکم کے نام ایک خط لکھ دوں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسوں میں سے ایک آدمی نے حج کیا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے گھر کا اسباب کم تھا اور وہ (خرچ سے) تنگ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا ''اویس بن عامر تمہارے پاس یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا وہ مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے ہے اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا صرف درہم کے بقدر جگہ باقی ہے اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے پھر اگر تجھ سے ہو سکے کہ وہ تیرے لیے دعا کرے تو اس سے دعا کروانا۔'' وہ شخص یہ سن کر حضرت اویس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کرو حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تُو ابھی نیک سفر کر کے آ رہا ہے (یعنی حج سے) اس لیے تم میرے لیے دُعا کرو۔ اس آدمی نے دوبارہ کہا کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ حضرت اویس نے پھر یہی جواب دیا پھر انہوں نے پوچھا کیا تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں ملا ہوں۔ اویس نے اس کے لیے دعا کی اس وقت لوگ اویس کا درجہ سمجھے پھر وہ وہاں سے سیدھے چل پڑے۔ اسیر نے کہا کہ میں نے ان کو ایک چادر پہنائی جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا کہ اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟''

Marfat.com

والدین کی نافرمانی کا گناہ

کبیرہ گناہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ. (۱)

میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یارسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا، ہاں اور جھوٹی گواہی بھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو جائیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِقِيلَ، يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ. (۲)

”یقیناً سب سے بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے ہی والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے باپ کو برا بھلا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔“

یہی حدیث سنن ابی داود میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں مروی ہے:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ: أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَلْعَنُ أَبَاهُ، وَيَلْعَنُ أُمَّهُ، فَيَلْعَنُ أُمَّهُ. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشھادات، باب ماقیل فی شھادۃ الزور، رقم: ۲۶۵۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لایسب الرجل والدیہ، رقم: ۵۹۷۳

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، رقم: ۵۱۴۱

Marfat.com

"(بڑے گناہوں) میں سے ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے" عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیج سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ایک شخص کسی شخص کے باپ پر لعنت بھیجتا ہے، تو وہ شخص (جواب میں) اس کے باپ پر لعنت بھیجتا ہے، یا ایک شخص کسی شخص کی ماں پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ اس کے جواب میں اس کی ماں پر لعنت بھیجتا ہے" (اس طرح وہ گویا خود ہی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجتا ہے)۔"

اور ماں کی نافرمانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کاموں میں شمار فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ. (1)

اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (والدین کے حقوق) نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور قیل وقال (فضول باتیں) کثرت سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے۔

عزت میں کمی

والدین کی خدمت میں کوتاہی پر بندہ بعض دفعہ معاشرہ میں اپنا مقام کھو دیتا ہے۔ اس کے مقام ومرتبہ اور عزت ووقار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ والدین کے خادم کو مقام ومرتبہ سے نوازتے ہیں تو نافرمانی پر لوگوں کی نظروں سے گرا بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي، ثُمَّ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ، فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم: ۵۹۷۵

Marfat.com

أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ. (۱)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج کے عبادت خانے کے پاس اپنی مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہوگئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوا دیں؟ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔''

نظر رحمت سے محرومی

والدین کا نافرمان قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہے گا اور دخولِ جنت سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالدَّيُّوثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ عَلَى الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى (۲)

''تین طرح کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھیں گے بھی نہیں، ایک ماں باپ کا نافرمان، دوسری وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اذا هدم حائطا فليبن مثله، رقم: ۲۴۸۲

۲۔ حسن صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما اعطی، رقم: ۲۵۶۲

Marfat.com

تیسرا دیوث (بے غیرت) اور تین شخص ایسے ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے۔ ایک ماں باپ کا نافرمان، دوسرا عادی شرابی، اور تیسرا دے کر احسان جتانے والا"۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی صورتیں

والدین کی خدمت کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں

۱۔ جن کے والدین زندہ ہیں

۲۔ جن کے والدین وفات پا چکے ہیں

جن کے والدین زندہ ہیں

انہیں ان تمام دینی و دنیاوی امور میں والدین کی مدد کرنی چاہیے جو والدین کو درپیش ہیں۔ ان کے کھانے، پینے اور لباس و آرام کا بھرپور خیال رکھنا چاہیے۔ والدین کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ہر اس امر سے اجتناب کریں جو اُن کا دل دکھانے کا باعث بن سکتا ہو۔

جن کے والدین وفات پا چکے ہیں

وہ متعدد کاموں سے والدین کی خدمت کر سکتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ گناہوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کریں، نیکی اور حق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اعمال صالحہ کو اختیار کریں۔ جب وہ گناہوں کو چھوڑ کے خود کو نیکی کے قالب میں ڈھال لیں گے تو فوت شدہ والدین کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں گے۔ اس کی دلیل سنن ابی داوٗد کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (جن کا فیض اسے برابر پہنچتا رہتا ہے): ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، تیسری صالح اولاد جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے"۔

سنن ابن ماجہ میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الصدقة عن المیت، رقم: ۲۸۸۰

Marfat.com

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: خَیْرُ مَا یُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِہٖ ثَلَاثٌ، وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُو لَہٗ، وَصَدَقَۃٌ تَجْرِي یَبْلُغُہٗ أَجْرُھَا، وَعِلْمٌ یُعْمَلُ بِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ آدمی اپنی موت کے بعد جو چیزیں دنیا میں چھوڑ جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے، صدقہ جاریہ جس سے نفع جاری رہے، اس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا، اور ایسا علم کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا رہے‘‘۔

نیک اولاد کا ثواب والدین کو وفات کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ پس فوت شدہ والدین کو ثواب پہنچانے اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کے لیے اولاد کو چاہیے کہ نیک اعمال کو اختیار کر کے صالحین کا طریقہ اپنائے تا کہ وہ والدین کے لیے صالح اولاد بن جائیں۔ جب وہ صالحیت کو اختیار کر لیں گے تو والدین کو ان کے نیک اعمال کا ثواب خود بخود پہنچتا رہے گا۔

دُعا کرنا

فوت شدہ والدین کے حق میں دُعا کرنا بھی ان سے حسن سلوک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِینَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالْإِیمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِینَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّکَ رَءُوفٌ رَحِیمٌ (۲)

’’اور جو لوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا۔ اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ تو مشفق و مہربان ہے۔‘‘

جب اہل ایمان اسلامی اور ایمانی بھائیوں کے حق میں دُعا کی جا سکتی ہے تو اہل ایمان والدین کے حق میں بھی دُعا کی جا سکتی ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا کَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِینَ آمَنُوا أَنْ یَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِکِینَ وَلَوْ کَانُوا أُولِي قُرْبَیٰ مِنْ بَعْدِ مَا

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الایمان و فضائل الصحابۃ والعلم، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم: ۲۴۱

۲۔ الحشر: ۱۰

Marfat.com

تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (۱)

''نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دُعا مانگیں۔ اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

مذکورہ آیت میں کافر و مشرک کے لیے دعا سے منع کیا ہے پس اگر میت مسلمان ہو تو اس کے لیے دعا کرنا جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں مسلمان میت کے لیے دعا کرنا احادیث سے بھی ثابت ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ. (۲)

رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دے دی تھی جس دن ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ، وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (۳)

نبی اکرم ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کی مغفرت کیلئے دعا مانگو، اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا''۔

صدقہ جاریہ

صدقہ جاریہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ مرنے والا اپنی زندگی میں کوئی ایسا نیک عمل کر جائے جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی نفع پاتے رہیں تو مرنے والے کو اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں۔

۱۔ التوبة:۱۱۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، رقم: ۳۸۸۰

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف، رقم: ۳۲۲۱

Marfat.com

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ، وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ. (۱)

رسول ﷺ نے فرمایا: ”مومن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے وہ یہ ہیں: علم جو اس نے سکھایا اور پھیلایا، نیک اور صالح اولاد جو چھوڑ گیا، وراثت میں قرآن مجید چھوڑ گیا، کوئی مسجد بنا گیا، یا مسافروں کے لیے کوئی مسافر خانہ بنوا دیا ہو، یا کوئی نہر جاری کر گیا، یا زندگی اور صحت وتندرستی کی حالت میں اپنے مال سے کوئی صدقہ نکالا ہو، تو اس کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اسے ملتا رہے گا“۔

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ، وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ. (۲)

”آدمی اپنی موت کے بعد جو چیزیں دنیا میں چھوڑ جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے، صدقہ جاریہ جس سے نفع جاری رہے، اس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا، اور ایسا علم کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا رہے“۔

۲۔ میت کے لیے صدقہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد دوسرے مسلمان اس کے لیے صدقہ کریں۔ مسلمان میت کو ان کے صدقہ کا ثواب بھی پہنچے گا۔ پس والدین کی وفات کے بعد اولاد کا ان کی طرف سے صدقہ کرنا اپنے والدین سے حسن سلوک شمار ہوگا اور والدین کو اس صدقہ کا ثواب پہنچے گا۔ اس کی دلیل درج ذیل احادیث میں ہیں:

۱۔ حسن۔ سنن ابن ماجه للالبانی، کتاب افتتاح الکتاب فی الایمان و فضائل الصحابة والعلم، باب ثواب معلم الناس الخير، رقم: ۲۴۲

۲۔ صحيح سنن ابن ماجه للالبانی، المقدمه، باب ثواب معلم الناس الخير، رقم: ۲۴۱

Marfat.com

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ، أَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ لِي مِخْرَافًا وَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا. (۱)

''ایک صحابی (سعد بن عبادہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ان کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔کیا اگر وہ ان کی طرف سے خیرات کریں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں۔اس پر ان صحابی نے کہا کہ میرا ایک پُر میوہ باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔''

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟، قَالَ: نَعَمْ. (۲)

''ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کر دوں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا۔''

☆ سنن ابی داود میں مذکور ہے:

أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعَتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ، وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً، أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ، أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ، أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ، بَلَغَهُ ذَلِكَ. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب اذا وقف أرضا ولم يبين الحدود فهو جائز و كذلك الصدقه، رقم: ۲۷۷۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، رقم: ۱۳۸۸

۳۔ حسن۔ سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی وصیة الحربی یسلم ولیه، رقم: ۲۸۸۳

Marfat.com

”عاص بن وائل نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کیے، اس کے بعد اس کے (دوسرے) بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ باقی پچاس وہ اس کی طرف سے آزاد کر دیں، پھر انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں، چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیے ہیں، اور پچاس غلام ابھی آزاد کرنے باقی ہیں تو کیا میں انہیں اس کی طرف سے آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے تو اسے ان کا ثواب پہنچتا۔“

معلوم ہوا کہ مسلمان میت کی طرف سے اگر صدقہ کیا جائے یا دیگر اعمال خیر انجام دیے جائیں تو میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

قرض کی ادائیگی

اگر والدین کے ذمہ قرض ہے تو اولاد اس قرض کو ادا کرے یہ بھی حسن سلوک کی ایک صورت ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَقَالَ: أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟، قَالُوا: نَعَمْ، دِينَارَانِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا، فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا، فَلِوَرَثَتِهِ[1]

”رسول اللہ ﷺ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جو اس حال میں مرتا کہ اس پر قرض ہوتا، چنانچہ آپ ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے پوچھا: ”کیا اس پر قرض ہے؟“ لوگوں نے کہا: ہاں، اس کے ذمہ دو دینار ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو“، تو حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہوں

۱۔ صحیح۔ سنن أبی داؤد للالبانی، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین، رقم: ۳۳۴۳

Marfat.com

تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو فتوحات اور اموال غنیمت سے نوازا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں ہر مومن سے اس کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں پس جو کوئی قرض دار مر جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کا ہوگا"۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ ﷺ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ؟ أَمَا إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَّى عَنْهُ، حَتَّى مَا بَقِيَ أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ، قَالَ أَبُو دَاوُد: سَمْعَانُ بْنُ مُشَنِّجٍ۔ (1)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبے میں فرمایا: "کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟" تو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر پوچھا: "کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟" تو پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: "کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟" تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: میں ہوں، اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: "پہلے دوبار پوچھنے پر تمہیں میرا جواب دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ میں تو تمہیں بھلائی ہی کی خاطر پکار رہا تھا تمہارا ساتھی اپنے قرض کے سبب قید ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اسے دیکھا کہ اس شخص نے اس کا قرض ادا کر دیا یہاں تک کہ کوئی اس سے اپنا قرض مانگنے والا نہ بچا۔

قرض کی ادائیگی سے میت کو نفع ملتا ہے۔ پس اولاد والدین کے قرض کو ادا کر کے انہیں نفع پہنچا سکتی ہے۔

والدین کی طرف سے حج کرنا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ

1۔ حسن۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین، رقم: ۳۳۴۱

Marfat.com

تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً، اقْضُوا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.[1]

''قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اوران کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تم حج کر سکتی ہو۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرض تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کے زیادہ لائق ہے۔''

میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو اسے نفع پہنچتا ہے۔ اولاد بذریعہ حج بھی والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔

نذر کے روزوں کی قضاء

اگر والدین اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کے ذمہ کسی نذر وغیرہ کے روزے تھے تو اولاد ان روزوں کو رکھ کر والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ[2]

''جو آدمی فوت ہو جائے اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ عَلٰى أُمِّهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ فَقَالَ: لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ، أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى.[3]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحج والنذور عن المیت، رقم: ۱۸۵۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، رقم: ۱۹۵۲

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب ماجاء فیمن مات وعلیہ صیام، رقم: ۳۳۱۰

Marfat.com

ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے کیا میں اس کی جانب سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟" اس نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا قرض تو اور بھی زیادہ ادا کئے جانے کا مستحق ہے"۔

سنن ابی داؤد کی ایک اور حدیث میں ہے:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: اقْضِهِ عَنْهَا. (1)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا اور کہا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمہ ایک نذر تھی جسے وہ پورا نہ کرسکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم ان کی جانب سے ادا کر دو"۔

معلوم ہوا کہ والدین کی مانی ہوئی ان نذروں کو جنہیں وہ پورا نہ کرسکے اولاد ان کی وفات کے بعد ان نذروں کو پورا کر کے والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ اولاد کو اپنے والدین کے احسانات یاد رکھنے چاہئیں۔ والدین کو بھول جانے والی اولاد انتہائی احسان فراموش ہے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ والدین نے اپنی جوانی بیچ کے انہیں پالا ہے۔ باپ نے ان کے عیش و آرام کے لیے تپتی دوپہروں اور ٹھٹھرتی راتوں میں کام کر کے ان کے لیے ایک ایک روپیہ جمع کیا۔ ماں نے انہیں تعلیم دلوانے کے لیے اپنا زیور تک بیچ دیا لیکن کتنی احسان فراموش ہے وہ اولاد جو ان وفادار محسنوں کو بھول جائے ؎

شہر میں آ کے پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

1۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب فی قضاء النذر عن المیت، رقم: ۳۳۰۷

Marfat.com

درود پڑھنے میں کوتاہی کرنے والے پر غصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ (1)

''رسوا ہوا وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ رسوا ہوا وہ آدمی جس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا اور وہ اپنے گناہ معاف نہ کروا پایا۔ رسوا ہوا وہ آدمی جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی عمر میں پایا (پھر وہ ان کی خدمت سے) جنت میں داخل نہ ہو پایا۔''

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

احْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِينَ (2)

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر لانے کا حکم ارشاد فرمایا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا ''آمین'' پھر دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا ''آمین'' پھر تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا ''آمین'' (خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے تو (صحابہ نے کہا) ہم نے عرض کیا ''آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی ہے جو

۱۔ حسن صحیح، سنن الترمذی للالبانی، ابواب الدعوات، باب فی فضل التوبہ، رقم: ۳۵۴۵

۲۔ صحیح۔ الترغیب والترھب للالبانی، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا، رقم ۹۹۵

Marfat.com

اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی میں نے جواب میں کہا: ''آمین'' پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہو اس آدمی کیلئے جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا: ''آمین'' جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی کو بڑھاپے کی عمر میں پایا لیکن (وہ ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو پایا تو میں نے کہا: ''آمین''۔

غصے کی وجہ

رَغِمَ اَنْفُ (اس کی ناک خاک آلود ہو) عرب میں عموماً یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے جب طبیعت میں غصہ کا عنصر شامل ہو۔ ناک خاک آلود ہونے کا مطلب ہے کہ وہ رسوا ہو اور اسے ندامت کا سامنا کرنا پڑے رسول اللہ ﷺ بددعا دینے والے نہیں تھے انہوں نے تو اس وقت بھی بددعا نہیں دی جب آپ ﷺ کو طائف میں پتھر مارے گئے لیکن یہاں آپ ﷺ نے ایسے شخص کیلئے بددعا کی جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا اس لئے کہ یہ ایسا آدمی ہے جو آپ ﷺ کا حق تک نہیں پہچانتا یہ ایسا آدمی ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے جس ذات پاک کا کلمہ پڑھا ہے اس کا مجھ پر کیا حق ہے یقیناً آپ ﷺ کے ہم پر بہت احسانات ہیں جن کا بدلہ چکانا ممکن نہیں لیکن کم از کم ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ جب اس عظیم ہستی کا نام آئے تو ہم ادب و احترام سے ان پر درود پڑھ کے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کریں لیکن وہ بدنصیب قابل افسوس ہے جو مسلمان اور آپ ﷺ کا امتی ہونے کے باوجود آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا۔

ایسے آدمی کو آپ ﷺ نے بخیل قرار دیا ہے جو آپ ﷺ کا نام سن کر درود نہیں پڑھتا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (1)

۱۔ صحیح، سنن الترمذی للالبانی، ابو اب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ و الاستغفار، رقم: ۳۵۴۶

Marfat.com

"وہ آدمی بخیل ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے"۔

ایک حدیث مبارک میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ (۱)

"جس مجلس میں بیٹھنے والے لوگ اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی ﷺ پر درود نہ بھیجیں وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے حسرت کا باعث ہوگی خواہ وہ (اپنے دیگر نیک اعمال کی بدولت) جنت میں بھی چلے جائیں۔"

رسول اقدس ﷺ پر درود نہ بھیجنا بندے کیلئے جنت سے محرومی کا باعث بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق درود کو بھول جانے والا بندہ اپنے لئے جنت کا راستہ کھوٹا کر لیتا ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ (۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔"

وہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی جس میں درود نہ پڑھا جائے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (۳)

"ہر دعا کی قبولیت میں رکاوٹ رہتی ہے جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کو ہدیہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی تمام احادیث سے محبت تھی وہ آپ ﷺ کی زبان

۱۔ صحیح، مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط، رقم: ۹۹۶۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱/۱۵۸، رقم: ۷۶

۲۔ حسن صحیح، سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، رقم: ۹۰۸

۳۔ حسن، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۵/۵۴، رقم: ۲۰۳۵

Marfat.com

مبارک سے نکلنے والے ایک ایک کلمے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے لیکن وہ احادیث جن میں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا ذکر ہے انہیں ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں:

لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: بَلَى فَأَهْدِهَا لِي، فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (۱)

''ایک مرتبہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمایئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اللهم صل علی محمد، وعلی آل محمد، کما صلیت علی إبراهيم وعلی آل إبراهيم، إنك حميد مجيد، اللهم بارك علی محمد، وعلی آل محمد، كما باركت علی إبراهيم، وعلی آل إبراهيم، إنك حميد مجيد. '' اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔''

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

۱۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، رقم: ۳۳۷۰

Marfat.com

''میں اپنے منہ کو مشک و گلاب کے پانی سے ہزار بار بھی صاف کرلوں تو پھر بھی اے اللہ کے نبی ﷺ: آپ کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔''

درود کے فوائد:

محبت واحترام اور عقیدت سے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والا بہت سے دنیوی واخروی فوائد اور خیر و برکات کو اپنی جھولی میں سمیٹ لیتا ہے ایسے ہی چند فوائد کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

رحمت اور سلامتی کا حصول:

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرَى فِي وَجْهِهِ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرَى فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ، يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (۱)

''ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ اس لیے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے: کیا آپ کے لیے یہ خوشی کی بات نہیں کہ جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا، اور جو کوئی آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔''

فرشتوں کی دعائیں:

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ لِيُكْثِرْ. (۲)

''جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس

۱۔ حسن، سنن نسائی للالبانی، کتاب السھو، باب فضل التسلیم علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۸۳

۲۔ حسن، سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الصلاۃ علی ﷺ، رقم: ۹۰۷

Marfat.com

کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، اب بندہ چاہے تو مجھ پر کم درود بھیجے یا زیادہ بھیجے“۔

شفاعت کا حصول:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ.(1)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب موذن کی آواز سنو تو تم بھی ویسے ہی کہو جیسے وہ کہتا ہے، اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت و برکت نازل فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ و مرتبہ ہے جو کسی کے لائق نہیں سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اس پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی“

رنج و غم کا ازالہ:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ. قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ(2)

”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں، میں اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کیلئے وقف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے۔ میں نے عرض کیا:

۱۔ صحیح، سنن نسائی للالبانی، کتاب الاذان، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد الاذان، رقم: ٦٧٨

۲۔ حسن، سنن الترمذی للالبانی، ابواب صفۃ القیامۃ و الرقائق، باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض، رقم ٢٤٥٧

Marfat.com

ایک چوتھائی حصہ وقف کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں عرض کیا: نصف وقت وقف کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی دعا کا سارا وقت درود کیلئے وقف کر دیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: تب یہ عمل تیرے سب غموں کیلئے کافی ہو جائے گا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث بن جائے گا۔"

درود پڑھنے کے اوقات

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وقت ہی درود پڑھا جا سکتا ہے جیسے دعا کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے ایسے درود کیلئے بھی وقت مقرر نہیں ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے ہاں احادیث میں درود پڑھنے کے کچھ خصوصی اوقات بھی بیان ہوئے ہیں ان اوقات میں درود پڑھنے پر بعض مخصوص فوائد کا ذکر کیا گیا ہے اور ان اوقات میں درود کا التزام کرنے والا درود کے ان مخصوص روحانی فوائد سے استفادہ کر سکتا ہے ذیل میں چند اوقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَام، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام۔ (1)

"تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں ان کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن بیہوشی طاری ہوگی، لہذا تم مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلاۃ (درود ورحمت) بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے یعنی وہ کہنا چاہ رہے تھے، کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا: "اللہ

1۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجمعۃ، باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، رقم: ۱۳۷۴

Marfat.com

تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے"۔

اذان کے بعد

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. (۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جب مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی ویسے ہی کہو جیسے وہ کہتا ہے، اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت و برکت بھیجتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ و مرتبہ ہے جو کسی کے لائق نہیں سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اس پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی"

دعا کے وقت

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالَى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَجِلَ هَذَا ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ. (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص نے جلد

۱۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب الاذان، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد الاذان، رقم: ۶۷۸

۲۔ صحیح۔سنن ابی داؤد للالبانی، باب تفریح ابواب الوتر، باب الدعاء، رقم: ۱۴۸۱

Marfat.com

بازی سے کام لیا"، پھر اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے"۔

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ (۱)

"میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ جب میں دعا کے لیے بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لیے دعا کرنے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا مانگو تمہیں ضرور دیا جائے گا۔ مانگو تمہیں ضرور دیا جائے گا۔"

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت

سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ (۲)

رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: بسم الله والسلام على رسول الله اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك "میں اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"، اور جب نکلتے تو یہ دعا پڑھتے: بسم الله والسلام على رسول

۱۔ حسن صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب السفر، باب ما ذكر فی الثناء علی الله والصلاة علی النبی ﷺ مثل الدعاء، رقم: ۵۹۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابن ماجه للالبانی، کتاب المساجد والجماعة، باب الدعاء عند دخول المسجد، رقم: ۷۷۱

Marfat.com

الله اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك "میں اللہ کا نام لے کر جاتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور اپنے فضل کے دروازے مجھ پر کھول دے"۔

صبح و شام

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِى عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

''جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام مجھ پر درود بھیجا اسے قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہوگی۔''

صحیح احادیث سے ثابت شدہ درود

مذکورہ صفحات میں درود کے جتنے فوائد بیان ہوئے ان کا حصول تبھی ممکن ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ کلمات کے ساتھ درود پڑھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف الفاظ سے جو درود ثابت ہیں۔ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقُلْتُ: بَلَى فَأَهْدِهَا لِي، فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (۲)

''ایک مرتبہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۱۔ حسن۔ الجامع الصغیر للالبانی، ۱۰۸۸/۲، رقم: ۶۳۵۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، رقم: ۳۳۷۰

Marfat.com

پوچھا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اللھم صل علی محمد، وعلی آل محمد، کما صلیت علی إبراھیم وعلی آل إبراھیم، إنك حمید مجید، اللھم بارك علی محمد، وعلی آل محمد، کما بارکت علی إبراھیم، وعلی آل إبراھیم، إنك حمید مجید. "اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔"

۲۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّ عَلَيْكَ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ: قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ.[1]

رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیٹھک میں ہمارے پاس تشریف لائے، تو آپ سے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہماری یہ خواہش ہونے لگی کہ کاش انہوں نے آپ سے نہ پوچھا ہوتا، پھر آپ نے فرمایا: کہو "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل إبراھیم وبارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل إبراھیم في العالمین إنك حمید مجید" "اے اللہ! محمد اور آل محمد پر اسی طرح درود بھیج جس طرح تو نے آل ابراہیم پر درود بھیجا ہے، اور برکتیں نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر اسی طرح جیسے تو نے آل ابراہیم پر تمام عالم میں برکتیں نازل فرمائی

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السھو، باب الامر بالصلاۃ علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۸۶

Marfat.com

ہیں، بلاشبہ تو ہی تعریف اور بزرگی کے لائق ہے) اور سلام بھیجنا تو تم جانتے ہی ہو"۔

۳۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا

يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.[1]

یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو اللهم صل على محمد وأزواجه وذريته، كما صليت على آل إبراهيم، وبارك على محمد وأزواجه وذريته، كما باركت على آل إبراهيم، إنك حميد مجيد. "اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ بیشک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔"

۴۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ[2]

اللہ کے رسول! آپ پر درود کیسے بھیجا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہو اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد "اے اللہ! درود بھیج محمد اور آل محمد پر ایسے ہی جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بھیجا، بلاشبہ تو حمید و مجید یعنی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکتیں نازل فرما محمد اور آل محمد پر، ایسے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، رقم: ۳۳۶۹

۲۔ صحیح۔سنن نسائی للالبانی، کتاب السھو، باب کیف الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نوع آخر، رقم: ۱۲۸۶

Marfat.com

ہی جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی ہیں، بلاشبہ تو حمید و مجید یعنی لائق تعریف اور بزرگی والا ہے"۔

۵۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُمِرْنَا بِالصَّلَاةِ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ (۱)

اللہ کے رسول! ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہو: اللهم صل على محمد وأزواجه وذريته كما صليت على إبراهيم وبارك على محمد وأزواجه وذريته كما باركت على آل إبراهيم في العالمين إنك حميد مجيد "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل فرمائی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر سارے جہاں میں برکت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے"۔

۶۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ: صَلُّوا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ وَقُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔ (۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: "مجھ پر درود بھیجو، اور دعا میں کوشش کرو، اور کہو: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد "اے اللہ! درود بھیج محمد پر اور آل محمد پر"۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۹۰۵

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب السھو، باب کیف الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نوع آخر، رقم: ۱۲۹۳

Marfat.com

۷۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

قُلْنَا: يَارَسُولَ اللَّهِ، هَذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ.(۱)

ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو گیا، لیکن درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم کہو: اللهم صل علی محمد عبدك ورسولك كما صليت علی إبراهيم وبارك علی محمد وعلی آل محمد كما باركت علی إبراهيم "اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اہل وعیال پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل فرمائی ہے"

۸۔ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ فِي حَدِيثِ الْحَارِثِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ قَالَا جَمِيعًا، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (۲)

لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہو: اللهم صل علی محمد وأزواجه وذريته، یہ صرف حارث کی روایت میں ہے كما صليت علی آل إبراهيم وبارك علی محمد وأزواجه وذريته ۔ اور دونوں کی روایت میں ہے كما باركت علی آل إبراهيم إنك حميد مجيد

کتب احادیث سے یہ چند درود نقل کیے ہیں۔ درود کے جو فضائل ومراتب گزشتہ اوراق میں بیان ہوئے ان تک رسائی تبھی ممکن ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ درود کے کلمات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجه للالبانی، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم: ۹۰۳

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، كتاب السهو، باب كيف الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نوع آخر، رقم: ۱۲۹۵

Marfat.com

گم شدہ اونٹ

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ - أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ - ثُمَّ قَالَ: مَالَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا[1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو، کیونکہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔ اس نے پوچھا، یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ اس پر غصہ ہو گئے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے کُھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

غصے کی وجہ

یہاں رسول اللہ ﷺ کے غصے کی وجہ جاننے کے لیے لقطہ سے متعلق چند احکام کا جاننا ضروری ہے۔ لقطہ کہتے ہیں گری پڑی چیز کو۔ ایسی چیز یا سامان کو اُٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن چند شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

ا۔ گم شدہ مال کی دو صورتیں ہیں۔ وہ کوئی جاندار چیز ہو سکتی ہے جیسے جانور وغیرہ یا غیر جاندار

ا۔ صحیح مسلم، کتاب اللقطة رقم ۱۷۲۲

Marfat.com

جیسے درہم و دینار اور کرنسی نوٹ وغیرہ۔ اگر جانور ہے تو جانور بھی دو طرح کا ہوگا۔ وہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے یا حفاظت کا محتاج ہے۔ آپ ﷺ کے صحابی نے جب آپ سے بکری کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے یعنی بکری ایک ایسا جانور ہے جو اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتا اُسے تُو نہیں پکڑے گا تو تیرا کوئی اور بھائی پکڑ لے گا وہ نہیں پکڑے گا تو کسی بھیڑیے کے ہاتھ جا لگے گی۔ واضح رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب آبادی کم اور جنگلات وسیع رقبہ پر پھیلے ہوتے تھے۔ کوئی بکری بھٹک کے جنگل میں جا نکلتی تو اس کے بھیڑیے کے ہاتھ لگنے کے امکانات زیادہ ہوتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے پکڑ سکتے ہو تاکہ وہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ لیکن جب اس نے اونٹ کے بارے میں اس نظریہ سے سوال کیا کہ کیا اس کو پکڑا جا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ غصہ میں آ گئے اس لیے کہ اونٹ ایک ایسا جانور ہے جو اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ بھوک مٹانے کے لیے درختوں کے پتے کھا سکتا ہے اور ایک وقت تک پیاس کو بھی برداشت کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے تلاش کرتے کرتے پا لے گا۔ اونٹ کے متعلق سوال کرنے میں کسی حد تک نفس کی حرص شامل تھی اور آپ ﷺ ایسی حرص کو قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ غصہ میں آ گئے۔

۲۔ اگر ملنے والا سامان ایسا ہے جو جاندار نہیں وہ درہم و دینار یا رقم کی صورت میں ہے یا کوئی اور مادی چیز ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ وہ قیمتی سامان ہے یا معمولی نوعیت کا۔ اگر بڑی رقم ہے یا قیمتی سامان ہے تو پانے والا سال تک اسے حفاظت سے اپنے پاس رکھے گا اور اس کا اعلان کروائے گا تاکہ حقیقی مالک تک وہ سامان پہنچ جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.[1]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللقطہ باب ھل یاخذ اللقطۃ، رقم: ۲۴۳۷

Marfat.com

''نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مجھے ایک تھیلی ملی۔ جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ مالک ابھی تک نہیں ملا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر، میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر، میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رقم کی تعداد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دیدے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔''

۳۔ اگر سامان معمولی نوعیت کا ہے جسے عموماً نظر انداز کیا جا سکتا ہے تو اسے اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کے اعلان کروانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا[1]

''نبی ﷺ راستے میں پڑی ایک کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔''

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کا اعلان کرواتا بلکہ فرمایا کہ میں اسے کھا لیتا۔ معلوم ہوا کہ معمولی نوعیت کا سامان ہو تو اس کا اعلان کروانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے دس، بیس روپے لیکن اگر اس کے مالک تک پہنچنے کے غالب امکانات ہوں تو استعمال کی بجائے مالک تک سامان کو پہنچا دیا جائے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو کھجور راستہ میں ملی جو گزرگاہ ہے۔ اگر چند آدمی ایک کمرے میں بیٹھے ہیں وہاں کسی کو دس روپے مل جاتے ہیں تو قوی امکان ہے کہ کمرہ میں موجود افراد میں کسی کے ہیں۔ وہاں بلند آواز سے پوچھا جا سکتا ہے۔

۴۔ بعض دفعہ گرا پڑا سامان ایسا ہوتا ہے کہ وہاں مالک کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً نہر میں بہتی ہوئی لکڑی اگر کوئی آدمی بطور ایندھن کے اُٹھا لے تو جائز ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب إذا وجد تمرۃ فی الطریق، رقم: ۲۴۳۱

Marfat.com

نے اس ضمن میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَقَالَ: ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، قَالَ: فَأْتِنِي بِالكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي البَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ التَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى البَحْرِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ، فَسَأَلَنِي كَفِيلًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمَى بِهَا فِي البَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا المَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ المَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَأَتَى بِالأَلْفِ دِينَارٍ، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا[1]

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ اس نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر اس نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی

ا۔ صحیح بخاری، کتاب الکفالۃ، رقم: ۲۲۹۱

Marfat.com

ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تا کہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط اس میں ڈالا پھر اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آیا اور کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ ہے وہ تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں پھینک دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کس طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جا سکے۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں اسے ایک لکڑی ملی۔ وہی جس میں مال تھا۔ اس نے لکڑی اپنے گھر میں ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار اس کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنے ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

Marfat.com

بے مقصد سوالات پر غصہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

سُئِلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ایسی باتیں دریافت کی گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ پوچھے گئے تو آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا (اچھا اب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کا حال دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ذرا تفصیل سے ان الفاظ میں مروی ہے:

سَأَلُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتَّى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ، فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُ لَكُمْ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي، فَأَنْشَأَ رَجُلٌ، كَانَ إِذَا لَاحَى يُدْعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ، إِنَّهُ صُوِّرَتْ لِي الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، حَتَّى رَأَيْتُهُمَا دُونَ الْحَائِطِ فَكَانَ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظة والتعلیم، رقم: ۹۲

Marfat.com

قَتَادَةُ يَذْكُرُ هَذَا الحَدِيثَ عِنْدَ هَذِهِ الآيَةِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (1)

نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے سوالات کیے آخر جب لوگ بار بار سوال کرنے لگے تو نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ آج تم مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا سر اس کے کپڑے میں چھپا ہوا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ آخر ایک شخص نے خاموشی توڑی۔ اس کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تو اُسے اس کے باپ کے سوا دوسرے باپ کی طرف پکارا جاتا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے والد کون ہیں؟ فرمایا تمہارے والد حذافہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور عرض کیا ہم اللہ سے کہ وہ رب ہے، اسلام سے کہ وہ دین ہے، محمد ﷺ سے کہ وہ رسول ہیں راضی ہیں اور آزمائش کی برائی سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خیر و شر جیسا آج دیکھا، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے سامنے جنت و دوزخ کی صورت پیش کی گئی اور میں نے انہیں دیوار کے قریب دیکھا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ یہ بات اس آیت کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے یا أیها الذین آمنوا لا تسألوا عن أشیاء إن تبد لکم تسؤکم "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔"

غصے کی وجہ

یقیناً جہالت کا علاج سوال ہے۔ سوال کرنے سے علم بڑھتا ہے، جہالت کی تاریکی ختم ہوتی ہے۔ لیکن ایسا سوال جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو یا جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کے شعبہ سے ہی متعلق نہ ہو بلکہ ایک اعتبار سے اس میں استہزاء کا پہلو ہو اس کا جواب دینا کوئی ضروری نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے والے کو تنبیہ کی جا سکتی ہے تاکہ وہ علمی مجالس کے آداب سے آگاہ ہو سکے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِهْزَاءً، فَيَقُولُ الرَّجُلُ: مَنْ أَبِي؟

1۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن باب التعوذ من الفتن، رقم: ۷۰۸۹

Marfat.com

وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ: أَيْنَ نَاقَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمْ هَذِهِ الآيَةَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ حَتَّى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا[1]

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے مذاقاً سوالات کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص یوں پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اگر اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ یہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہوگی؟ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یا أیها الذین آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم "اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔" یہاں تک کہ پوری آیت پڑھ کر سنائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول ایسے سوالات عموماً وہ لوگ کرتے تھے جن کے پیش نظر استہزاء ہوتا تھا۔ جب سوال میں استہزائیہ رنگ ہوگا تو جواب دینے والے کو لازمی طور پر غصہ بھی آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ شرعی مسائل میں لوگوں کی راہنمائی کے لیے آئے تھے اور لوگوں کو عبادت کا طریقہ بتانا ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا آپ ﷺ کا اولین مقصد تھا اور جب ان چیزوں کو نظر انداز کر کے کوئی آدمی ایسے سوالات کرے گا کہ میرا باپ کون ہے یا میری گم شدہ اونٹنی اس وقت کہاں گھوم رہی ہے، اس سے وہ علمی مجالس جن کا مقصد اصلاح نفوس ہے ان کا علمی وقار متاثر ہوگا۔

آپ ﷺ نے بے مقصد سوالات پر غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ پس ہمارے لیے علمی مجالس میں سوال کرنے کے آداب سے آگاہی ضروری ہے۔ آپ ﷺ کے غصہ کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمہیں سوالات کے آداب سے آگاہی ہونی چاہیے۔ بے مقصد سوالات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ذیل میں ممنوعہ سوالات کی چند صورتیں درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ ایسے سوالات سے اجتناب کیا جائے جن میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ جیسے مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا ہے کہ میرا باپ کون ہے؟ اور ایسے بے مقصد سوالات جن کا اعمال و عقائد کے لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو۔

۲۔ ایک چیز کا حکم واضح ہو جانے کا باوجود سوالات کا سلسلہ بلا وجہ جاری رکھنا درست نہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله لا تسالوا عن اشياء ان تبد لكم، رقم: ۴۶۲۲

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی آدمی نے حجر اسود کے استلام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ، قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ(1)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ لیتے ہوئے دیکھا۔ اس آدمی نے کہا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اگر ہجوم ہو اور میں مغلوب ہو جاؤں؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اپنی ان قیاسی باتوں کو یمن میں پھینکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔"

حجر اسود کے استلام کے بارے میں سائل نے سوال کیا تھا جس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بیان فرما دیا۔ ایک شرعی امر کی جتنی وضاحت مطلوب تھی وہ بتا دی گئی۔ اب اس پر فرضی سوالات بے فائدہ تطویل کا درجہ رکھتے تھے۔ پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ڈانٹ دیا۔

۳۔ بال کی کھال اُتارنے کے لیے سوالات کیے چلے جانا بھی درست عمل نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو بحکم الٰہی گائے ذبح کرنے کا کہا تھا تو کوئی بھی عام سی گائے ذبح کرنے پر مطلب پورا ہو جاتا۔ لیکن وہ پڑ گئے بال کی کھال اُتارنے میں پس باری تعالیٰ نے بھی ان پر سختیاں بڑھا دیں اور گائے خاص سے خاص تر ہوتی چلی گئی اور بنی اسرائیل کو بے فائدہ سوالات کی سزا بھگتنا پڑی۔ قرآن پاک کی آیات ملاحظہ فرمایئے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر سوال پر گائے کی خصوصیات میں اضافہ فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر، رقم: ۱۶۱۱

Marfat.com

يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ (۱)

اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو انہوں نے کہا ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کا حلیہ بیان کردے، آپ نے فرمایا سنو وہ گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہو، نہ بچہ، بلکہ درمیانی عمر کی نوجوان ہو، اب جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، بجالاؤ۔ وہ پھر کہنے لگے کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے وہ گائے زرد رنگ کی ہو، چمکیلا اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا اس کا رنگ ہو۔ وہ کہنے لگے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس کا مزید حلیہ بتلائے، اس قسم کی گائے تو بہت ہیں پتہ نہیں چلتا، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ہدایت والے ہو جائیں گے۔

۴۔ بلا ضرورت اعتدال سے بڑھ کر سوالات کرنا بھی درست نہیں۔ ایسے سوالات جن میں کوئی خاص علمی فائدہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے کثرتِ سوال سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ. (۲)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، (واجب حقوق کی) ادائیگی نہ کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول اقوال پیش کرنے اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۵۔ ایسے سوالات سے بھی احتراز کیا جائے جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کا پہلو پایا جائے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے:

۱۔ البقرہ: ۶۷ تا ۷۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب ماینھی عن اضاعۃ المال، رقم: ۲۴۰۸

Marfat.com

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟، فَقَالَ: هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ.(1)

''مصر والوں میں سے ایک آدمی آیا اور حج بیت اللہ کیا، پھر کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا کہ یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان میں وہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اُحد کی لڑائی سے راہ فرار اختیار کی تھی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے۔ جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ یہ سن کر اس کی زبان سے نکلا اللہ اکبر تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قریب آ جاؤ، اب میں تمہیں ان واقعات کی تفصیل سمجھاؤں گا۔ احد کی لڑائی سے فرار کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور اس وقت وہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۹۸

Marfat.com

بیمار تھیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں (مریضہ کے پاس ٹھہرنے کا) اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوگا اور اسی کے مطابق مال غنیمت سے حصہ بھی ملے گا اور بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر وادی مکہ میں اگر کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا اور با اثر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے، یہی وجہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں (قریش سے باتیں کرنے کے لیے) مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے شخص سے فرمایا کہ جا، ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جس انداز سے جوابات دیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آدمی کے سوالات کو پسند نہیں کیا۔ مزید براں ایسے سوالات میں بعض دفعہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی بات منہ سے نکل سکتی ہے جس میں ان کی توہین کا پہلو پایا جاتا ہو اور یہ چیز بندے کے ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔

۶۔ عبادات میں علت پر سوال کرنا بھی درست نہیں۔ مسلمان کا کام ایمان لانا اور احکام الٰہی کو مان لینا ہے عبادات کی علت پر طرح طرح کی موشگافیاں کرنا اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ۔ (۱)

"اگر دین (کا معاملہ) رائے اور قیاس پر ہوتا، تو موزے کے نچلے حصے پر مسح کرنا اوپری حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دونوں موزوں کے اوپری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔

۱۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الطهارة، باب كيف المسح، رقم: ۱۶۲

Marfat.com

۷۔ ایسے سوالات سے گریز کیا جائے جن میں ایک اعتبار سے کتاب وسنت کی نصوص کا رد ہو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ، اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ: كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ لَا شَرِبَ، وَلَا أَكَلَ، وَلَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ.(1)

"قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے جھگڑا کیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک عورت (ام عطیف بنت مروح) نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا (جس کا نام ملیکہ بنت عویمر تھا) وہ پتھر عورت کے پیٹ میں جا کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ (پتھر کی چوٹ سے) مر گیا۔ دونوں فریق یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ عورت کے پیٹ کے بچے کی دیت ایک غلام یا باندی آزاد کرنا ہے جس عورت پر تاوان واجب ہوا تھا اس کے ولی (حمل بن مالک بن نابغہ) نے کہا یا رسول اللہ! میں اس چیز کی دیت کیسے دوں جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ بولا اور نہ ولادت کے وقت اس کی آواز ہی سنائی دی؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت نہیں ہو سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹ کا بچہ قتل کر دینے پر دیت میں ایک لونڈی یا غلام دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حکم ایک نص ہے۔ عقلی دلائل اور قیاسات کے ذریعہ ان نصوص کا رد نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ اس آدمی نے عقلی دلائل سے ایسا کرنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی باتوں کو ایک کاہن کے قول سے زیادہ حیثیت نہیں دی۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الکهانة، رقم: ۵۷۵۸

Marfat.com

مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے والوں پر غصہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ، حَتَّى كَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ، فَقَالَ: أَبِهٰذَا أُمِرْتُمْ أَمْ بِهٰذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ؟ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَلَّا تَتَنَازَعُوا فِيهِ (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکلے، اس وقت ہم سب تقدیر کے مسئلہ میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے، آپ غصے میں آ گئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور ایسا نظر آنے لگا گویا آپ کے رخساروں پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے، یا میں اسی واسطے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں؟ بیشک تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں جب انہوں نے اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ کیا، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ نہ کرو“

غصے کی وجہ

مسئلہ تقدیر ایک حساس نوعیت کا مسئلہ ہے۔ اس پر بحث کرنے سے عموماً شکوک وشبہات کے راستے کھلتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم وعمل کے سمندر تھے۔ ان کی زندگیاں بعد والے لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اگر وہ تقدیر کے مسئلہ پر بحث کرتے تو بعد والے لوگ ان کے اقوال کو بنیاد بنا کر اس مسئلہ پر مزید بحث کرتے، جس سے شکوک وشبہات کے راستے کھلتے چلے جاتے اور کم علم لوگوں کا گفتگو کرنا انہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر غصہ کا اظہار فرمایا اور انہیں آئندہ اس موضوع پر بحث کرنے سے سختی سے منع فرما دیا تاکہ آنے والے لوگوں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔ یہ مسئلہ اس قدر حساس ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر ایک اشکال پیش کر دیا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہم میں

1۔ حسن۔ سنن ترمذی للالبانی، ابواب القدر، باب ما جاء فی التشدید فی الخوض فی القدر، رقم: ۲۱۳۳

Marfat.com

سے ہر ایک کا جنتی اور جہنمی ہونا لکھ دیا گیا ہے تو کیوں نہ ہم اسی لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے عمل کو چھوڑ دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ، فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ وَمَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ، إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، قَالَ: أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ، ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى [1]

"ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ آپ نے سر جھکا لیا پھر چھڑی سے زمین کو کریدنے لگے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں، کوئی پیدا ہونے والی جان ایسی نہیں جس کا جنت اور جہنم کا ٹھکانا لکھا نہ جا چکا ہو۔ یہ لکھا جا چکا ہے کہ کون نیک ہے اور کون برا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر کیا حرج ہے اگر ہم اپنی اسی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور نیک عمل کرنا چھوڑ دیں جو ہم میں نیک ہوگا، وہ نیک اعمال والوں کے ساتھ جا ملے گا اور جو برا ہوگا اس سے بروں کے سے اعمال ہو جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نیک ہوتے ہیں انہیں نیکوں ہی کے عمل کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور جو برے ہوتے ہیں انہیں بروں ہی جیسے عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی فأما من أعطى واتقى وصدق بالحسنى "سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا سو ہم اس کے لیے نیک کاموں کو آسان کر دیں گے۔"

غور کیجیے تقدیر کے مسئلہ میں تفکر کے بعد صحابی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمیں عمل چھوڑ دینا چاہیے وہاں تو شکوک کو رفع کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ موجود تھے جو معلم کائنات

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله وكذب بالحسنى، رقم: ۴۹۴۸

Marfat.com

ہیں اور جب عام آدمی تقدیر میں غور وفکر کرے گا وہ یقینی طور پر عمل چھوڑ بیٹھے گا اور مزید الجھتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں لمبی بحثیں کرنے والے بعض لوگ گمراہ ہو گئے جیسے فرقہ قدریہ کے لوگوں نے تقدیر کا سرے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بندہ اپنے ارادے اور قدرت میں مستقل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ وقدرت کا کوئی عمل دخل نہیں اور فرقہ جبریہ کے لوگوں نے بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہوئے اس کے تمام افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی اور کہا کہ بندے کو اپنے کسی فعل پر اختیار نہیں۔ وہ اضطراری طور پر عمل کرنے میں مجبور ہے۔

حالانکہ محدثین کرام نے اس مسئلہ میں نبی ﷺ سے مروی جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ اس قدر جامع ہیں کہ ان کا مطالعہ کر لینے کے بعد تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ بندہ نفس و خواہشات کے پیچھے چلنے والا نہ ہو۔

تقدیر پر چند اہم امور

مسئلہ تقدیر کو سمجھنے کے لیے ان احادیث کو سمجھنا ضروری ہے جو آپ ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔ ان احادیث کی رُو سے درج ذیل چند اہم امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کا تعلق ایمان کے بنیادی ارکان سے ہے۔ حضرت یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ اللَّهُ لَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ وَالْأَمْرَ أُنُفٌ، فَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّي وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا نَعْرِفُهُ حَتَّى جَلَسَ

Marfat.com

إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. (1)

بصرہ میں سب سے پہلے معبد جہنی نے تقدیر کا انکار کیا، ہم اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حج یا عمرہ کے لیے چلے، تو ہم نے دل میں کہا: اگر ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان سے تقدیر کے متعلق ان باتوں کے بارے میں دریافت کریں گے، جو لوگ کہتے ہیں، اللہ نے ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کرادی، وہ ہمیں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مل گئے، چنانچہ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں گھیر لیا، میرا خیال تھا کہ میرے ساتھی گفتگو کا موقع مجھے ہی دیں گے اس لیے میں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! ہماری طرف کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے اور اس میں علمی باریکیاں نکالتے ہیں، کہتے ہیں: تقدیر کوئی چیز نہیں، سارے کام یوں ہی ہوتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: جب تم ان سے ملنا تو انہیں بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں، اور وہ مجھ سے بری ہیں (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں)، اس ہستی کی قسم، جس کی قسم عبداللہ بن عمر کھایا کرتا ہے، اگر ان میں ایک شخص کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی اللہ اس کے کسی عمل کو قبول نہ فرمائے گا، جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، پھر انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد، کتاب شرح السنة، باب فی القدر، رقم: ۴۶۹۵

Marfat.com

کہ ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کا لباس نہایت سفید اور بال انتہائی کالے تھے، اس پر نہ تو سفر کے آثار دکھائی دے رہے تھے، اور نہ ہی ہم اسے پہچانتے تھے، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے گھٹنے نبی اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے، اور اپنی ہتھیلیوں کو آپ کی رانوں پر رکھ لیا اور عرض کیا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر قدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو" وہ بولا: آپ نے سچ کہا، حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے بھلے یا برے ہونے پر ایمان لاؤ" اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ پھر پوچھا: مجھے احسان کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو (یہ تصور رکھو کہ) وہ تو تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے" اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے پوچھا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔ اس نے کہا: مجھے اس کی علامتیں ہی بتا دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی، اور یہ کہ تم ننگے پیر اور ننگے بدن، محتاج، بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں فخر و مباہات کریں گے" پھر وہ چلا گیا، اور میں تین (ساعت) تک ٹھہرا رہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے"۔

۲۔ اس بات پر ایمان ہونا چاہیے کہ تقدیر ہماری پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔ درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں:

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (۱)

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

☆ حضرت عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں:

قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، إِنَّ أَهْلَ الْبَصْرَةِ يَقُولُونَ فِي الْقَدَرِ، قَالَ: يَا بُنَيَّ، أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْرَأِ الزُّخْرُفَ، قَالَ: فَقَرَأْتُ: حم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا أُمُّ الْكِتَابِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ كِتَابٌ كَتَبَهُ اللَّهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَقَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْأَرْضَ، فِيهِ إِنَّ فِرْعَوْنَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَفِيهِ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، قَالَ عَطَاءٌ: فَلَقِيتُ الْوَلِيدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَسَأَلْتُهُ: مَا كَانَتْ وَصِيَّةُ أَبِيكَ عِنْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: دَعَانِي أَبِي فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّ، اتَّقِ اللَّهَ، وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَنْ تَتَّقِيَ اللَّهَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، فَإِنْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَقَالَ: مَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ (۲)

''میں مکہ گیا تو عطاء بن ابی رباح سے ملاقات کی اور ان سے کہا: ابو محمد! بصرہ والے تقدیر کے سلسلے میں (بر سبیل انکار) کچھ گفتگو کرتے ہیں، انہوں نے کہا: بیٹے! کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: سورۃ الزخرف پڑھو، میں نے پڑھا: حم والکتاب المبین إنا جعلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون وإنه في أم الکتاب لدینا العلي حکیم ''حم، قسم ہے اس

۱۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام، رقم: ۲۶۵۳

۲۔ صحیح ترمذی للالبانی، ابواب القدر، باب ما جاء فی الرضاء بالقضاء، رقم: ۲۱۵۵

Marfat.com

واضح کتاب کی، ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو، یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے، اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ اور حکمت والی ہے" انہوں نے کہا: جانتے ہو ام الکتاب کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، انہوں نے کہا: وہ ایک کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے لکھا ہے، اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فرعون جہنمی ہے اور اس میں تبت یدا أبي لهب وتب "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا" بھی لکھا ہوا ہے۔ عطاء کہتے ہیں: پھر میں ولید بن عبادہ بن صامت سے ملا (ولید کے والد عبادہ بن صامت صحابی رسول تھے) اور ان سے سوال کیا: مرتے وقت آپ کے والد کی کیا وصیت تھی؟ کہا: میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا: بیٹے! اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ تم اللہ سے ہرگز نہیں ڈر سکتے جب تک تم اللہ پر اور تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان نہ لاؤ۔ اگر اس کے سوا دوسرے عقیدہ پر تمہاری موت آئے گی تو جہنم میں جاؤ گے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا" اور فرمایا: "لکھو" قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تقدیر لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہمیشہ تک ہونے والا ہے"۔

☆ حضرت مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً [1]

''اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کی کسی جگہ موت لکھی ہوتی ہے تو اس کے لیے وہاں کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔''

اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ہے:

أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ، فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ، فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ، قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالْآنَ، فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ، إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ، عِنْدَ

1۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب القدر باب ما جاء ان النفس تموت حیث ما کتب لها، رقم: ۲۱۴۲

Marfat.com

الكَثِيبِ الأَحْمَرِ (۱)

ملک الموت (آدمی کی شکل میں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے۔ وہ جب آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے (نہ پہچان کر) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اوران کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور پہنچے اور عرض کیا: یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح درست فرما دی اور فرمایا کہ دوبارہ جاؤ اوران سے کہو کہ آپ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آ جائیں ان میں ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جائے گی۔ (موسیٰ علیہ السلام تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو) آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے تو ابھی کیوں نہ آ جائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے جتنا ارض مقدس کے قریب کر دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات باری تعالیٰ کی جانب سے ارض مقدس کے قریب ہی لکھی تھی اور بوقت وفات ان کے دل میں یہی خواہش پیدا ہوگئی کہ انہیں بیت المقدس کے پاس ہی دفن ہونا چاہیے۔

اکیلی موت ہی نہیں بندے کا رزق اوراس کا نیک بخت و بدبخت ہونا بھی لکھا جا چکا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من احب الدفن فی ارض المقدسة، رقم: ۱۳۳۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، رقم: ۳۲۰۸

Marfat.com

ہم سے صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دنوں تک (نطفہ کی صورت) میں کی جاتی ہے اتنے ہی دنوں تک پھر ایک جمے ہوئے خون کی صورت اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی مدتِ زندگی اور یہ کہ وہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے (یاد رکھ) ایک شخص (زندگی بھر نیک) عمل کرتا رہتا ہے اور جب جنت اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آجاتی ہے اور دوزخ والوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص (زندگی بھر برُے) کام کرتا رہتا ہے اور جب دوزخ اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔

ہر انسان کی کتنی عمر ہے؟ وہ بچپن میں فوت ہوگا یا جوانی میں یا بڑھاپے میں سب لکھا جاچکا ہے۔ کوئی انسان کسی کی عمر نہ کم کرسکتا ہے اور نہ بڑھا سکتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ، فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيصًا مِنْ نُورٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ فَقَالَ: رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ؟ قَالَ: سِتِّينَ سَنَةً، قَالَ: أَيْ رَبِّ، زِدْهُ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَلَمَّا قُضِيَ عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ: أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطِئَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ [1]

”جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی اولاد کی وہ ساری

۱۔ حسن۔ صحیح سنن الترمذی للالبانی، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۷۶

Marfat.com

روحیں باہر آ گئیں جنہیں وہ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ پھر ان میں سے ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان میں نور کی ایک ایک چمک رکھ دی، پھر انہیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا، تو آدم علیہ السلام نے کہا: میرے رب! کون ہیں یہ لوگ؟ اللہ نے کہا: یہ تمہاری ذریت (اولاد) ہیں، پھر انہوں نے ان میں ایک ایسا شخص دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت اچھی لگی، انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا: تمہاری اولاد کی آخری امتوں میں سے ایک فرد ہے۔ اسے داؤد کہتے ہیں: انہوں نے کہا: میرے رب! اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ اللہ نے کہا: ساٹھ سال، انہوں نے کہا: میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال لے کر اس کی عمر میں اضافہ فرما دے، پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی، ملک الموت ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: کیا میری عمر کے چالیس سال ابھی باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیا تو نے اپنے بیٹے داؤد کو دے نہیں دیئے تھے؟ آپ نے فرمایا: تو آدم نے انکار کیا، چنانچہ ان کی اولاد بھی انکاری بن گئی آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی آدم نے غلطی کی تو ان کی اولاد بھی خطا کار بن گئی"۔

معلوم ہوا کہ عمر لکھی جا چکی ہے۔ خواہ وہ عمر پیغمبر کی ہو یا ولی کی یا کافر و منافق اور فاسق و فاجر کی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے بتایا کہ داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ برس ہے۔ جبکہ ابھی انہیں پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ اسی طرح نیک بخت و بدبخت ہونا یا جنتی اور جہنمی ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ، فَقَالَ: أَتَدْرُونَ مَا هَذَانِ الْكِتَابَانِ؟ فَقُلْنَا: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا، فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟ فَقَالَ: سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ

Marfat.com

بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (۱)

''رسول اللہ ﷺ (ایک بار) ہماری طرف نکلے اس وقت آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے پوچھا: ''تم لوگ جانتے ہو یہ دونوں کتابیں کیا ہیں؟'' ہم لوگوں نے کہا: نہیں، سوائے اس کے کہ آپ ہمیں بتادیں۔ داہنے ہاتھ والی کتاب کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس کے اندر جنتیوں، ان کے آباء واجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر میں ان کا میزان ذکر کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان میں نہ تو کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کوئی کم ہوگا''، پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: ''یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس کے اندر جہنمیوں، ان کے آباء واجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں ان کا میزان ذکر کر دیا گیا ہے، اب ان میں نہ تو کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کوئی کم ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! پھر عمل کس لیے کریں جب کہ اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''سیدھی راہ پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو، اس لیے کہ جنتی کا خاتمہ جنتی کے عمل پہ ہوگا، اگرچہ اس سے پہلے وہ جو بھی عمل کرے اور جہنمی کا خاتمہ جہنمی کے عمل پہ ہوگا اگرچہ اس سے پہلے وہ جو بھی عمل کرے''، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا، پھر ان دونوں کتابوں کو پھینک دیا اور فرمایا: ''تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق جہنم میں جائے گا''۔

کون سے لوگ جنتی ہیں متعین ہو چکا اور کون سے جہنمی ہیں یہ بھی متعین ہو چکا۔ اس بات کی تائید حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ، دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالُوا لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ مِنْ شَارِبِكَ، ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتَّى تَلْقَانِي؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ بِيَمِينِهِ قَبْضَةً، وَأُخْرَى بِالْيَدِ الْأُخْرَى، وَقَالَ: هَذِهِ

۱۔ حسن۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب القدر باب ما جاء أن اللہ کتب کتابا لاهل الجنة واهل النار، رقم: ۲۱۴۱

Marfat.com

لِهَذِهِ، وَهَذِهِ لِهَذِهِ، وَلَا أُبَالِي فَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا[1]

''نبی ﷺ کے ایک صحابی کا نام ابو عبداللہ تھا۔ ان کے احباب ان کے ہاں ان کی بیمار پرسی کے لیے آئے تو وہ رونے لگے۔ ان کے رفقاء نے ان سے کہا، آپ کس لیے رو رہے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نہیں فرمایا کہ ''تم مونچھوں کے بال کٹواتے رہنا یہاں تک کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔'' انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا، البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل نے اپنے دائیں ہاتھ میں کچھ انسانوں کو پکڑا اور باقی ماندہ کو دوسرے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ جنت کے لیے ہیں اور یہ دوزخ کے لیے ہیں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے، اب میں نہیں جانتا کہ میں کس مٹھی میں ہوں؟''

جو جنتی ہے وہ بالآخر جنتیوں والے اعمال پر فوت ہوگا اور جو جہنمی ہے وہ بالآخر جہنمیوں والے اعمال پر فوت ہوگا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ[2]

''بلاشبہ کوئی بندہ جہنمیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ جنتیوں سے ہوتا ہے اور بعض دفعہ بندہ جنتیوں والے اعمال کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ بلاشبہ عملوں کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔''

صحیح بخاری میں تفصیل سے یہی روایت ان الفاظ میں مذکور ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَعْظَمِ الْمُسْلِمِينَ غَنَاءً عَنِ الْمُسْلِمِينَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا، فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ حَتَّى جُرِحَ،

۱۔ صحیح۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنوؤط وقال اسنادہ صحیح ۲۹/۱۳۴، رقم: ۱۷۵۹۳

۲۔ صحیح۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنوؤط وقال اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین، حدیث ابی مالک سهل بن سعد، رقم: ۲۲۸۳۶

Marfat.com

فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَجَعَلَ ذُبَابَةَ سَيْفِهِ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، حَتَّى خَرَجَ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مُسْرِعًا، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ ؟ قَالَ: قُلْتَ لِفُلَانٍ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَيْهِ، وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِنَا غَنَاءً عَنِ الْمُسْلِمِينَ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمَّا جُرِحَ اسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ. (1)

''ایک شخص جو مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اور اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ بھی موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا اور فرمایا کہ جو کسی جہنمی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے چنانچہ وہ شخص جب اسی طرح لڑنے میں مصروف تھا اور مشرکین کو اپنی بہادری کی وجہ سے سخت تر تکالیف میں مبتلا کر رہا تھا تو ایک مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چلا، آخر وہ شخص زخمی ہو گیا اور جلدی سے مرجانا چاہا، اس لیے اس نے اپنی تلوار کی دھار اپنے سینے سے لگالی اور تلوار اس کے شانوں کو پار کرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد پیچھا کرنے والا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بات کیا ہے؟ ان صاحب نے کہا کہ آپ نے فلاں شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے حالانکہ وہ شخص مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ میں سمجھا کہ وہ اس حالت میں نہیں مرے گا۔لیکن جب وہ زخمی ہو گیا تو جلدی سے مرجانے کی خواہش میں اس نے خودکشی کرلی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ دوزخیوں کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے (اسی طرح دوسرا بندہ) جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے، بلاشبہ عملوں کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔''

توجہ فرمایئے! یہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کر رہا ہے جو جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔لیکن خاتمہ اس عمل پر ہوا جو جہنم میں لے جانے والا ہے اور کبھی بندہ جہنمیوں

1۔ صحیح بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، رقم: ٦٦٠٧

Marfat.com

والے اعمال کرتا ہے لیکن خاتمہ جنتی عمل پر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلا أُخْبِرُكُمْ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي: إِنَّ عَبْدًا قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَتَلْتُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ ؟ قَالَ: بَعْدَ تِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ نَفْسًا، قَالَ: فَانْتَضَى سَيْفَهُ فَقَتَلَهُ فَأَكْمَلَ بِهِ الْمِائَةَ، ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَتَلْتُ مِائَةَ نَفْسٍ، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ! وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ، اخْرُجْ مِنَ الْقَرْيَةِ الْخَبِيثَةِ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ قَرْيَةِ كَذَا وَكَذَا، فَاعْبُدْ رَبَّكَ فِيهَا، فَخَرَجَ يُرِيدُ الْقَرْيَةَ الصَّالِحَةَ، فَعَرَضَ لَهُ أَجَلُهُ فِي الطَّرِيقِ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، قَالَ إِبْلِيسُ: أَنَا أَوْلَى بِهِ إِنَّهُ لَمْ يَعْصِنِي سَاعَةً قَطُّ، قَالَ: فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: إِنَّهُ خَرَجَ تَائِبًا، قَالَ هَمَّامٌ: فَحَدَّثَنِي حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: فَبَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَلَكًا فَاخْتَصَمُوا إِلَيْهِ ثُمَّ رَجَعُوا فَقَالَ: انْظُرُوا أَيَّ الْقَرْيَتَيْنِ كَانَتْ أَقْرَبَ فَأَلْحِقُوهُ بِأَهْلِهَا، قَالَ قَتَادَةُ: فَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ احْتَفَزَ بِنَفْسِهِ فَقَرُبَ مِنَ الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ، وَبَاعَدَ مِنْهُ الْقَرْيَةَ الْخَبِيثَةَ فَأَلْحَقُوهُ بِأَهْلِ الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ.(1)

"کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے، وہ بات میرے کان نے سنی، اور میرے دل نے اسے یاد رکھا کہ ایک آدمی تھا جس نے ننانوے خون (ناحق) کیے تھے، پھر اسے توبہ کا خیال آیا، اس نے روئے زمین پر سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا، تو اسے ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا، وہ اس کے پاس آیا، اور کہا: میں ننانوے آدمیوں کو (ناحق) قتل کر چکا ہوں، کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: ننانوے آدمیوں کے (قتل کے) بعد بھی (توبہ کی امید رکھتا ہے)؟ اس شخص نے تلوار کھینچی اور اسے بھی قتل کر دیا، اور سو پورے کر دیئے، پھر اسے توبہ کا خیال آیا، اور

1۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الدیات، باب هل لقاتل مؤمن توبة، رقم: ۲۶۲۲

Marfat.com

روئے زمین پر سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا، اسے جب ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا تو وہ وہاں گیا، اور اس سے کہا: میں سو خون (ناحق) کر چکا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: تم پر افسوس ہے! بھلا تمہیں توبہ سے کون روک سکتا ہے؟ تم اس ناپاک اور خراب بستی سے (جہاں تم نے اتنے بھاری گناہ کیے) نکل جاؤ، اور فلاں نیک اور اچھی بستی میں جاؤ، وہاں اپنے رب کی عبادت کرنا، وہ جب نیک بستی میں جانے کے ارادے سے نکلا، تو اسے راستے ہی میں موت آ گئی، پھر رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں جھگڑنے لگے، ابلیس نے کہا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، اس نے ایک پل بھی میری نافرمانی نہیں کی، اور رحمت کے فرشتوں نے کہا: وہ توبہ کر کے نکلا تھا (لہٰذا وہ رحمت کا مستحق ہوا)۔ راوی حدیث ہمام کہتے ہیں کہ مجھ سے حمید طویل نے حدیث بیان کی، وہ بکر بن عبداللہ سے اور وہ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: (جب فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا تو) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ (ان کے فیصلے کے لیے) بھیجا، دونوں قسم کے فرشتے اس کے پاس فیصلہ کے لیے آئے، تو اس نے کہا: دیکھو دونوں بستیوں میں سے وہ کس سے زیادہ قریب ہے؟ (فاصلہ ناپ لو) جس سے زیادہ قریب ہو وہیں کے لوگوں میں اسے شامل کر دو۔ راوی حدیث قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بصری نے حدیث بیان کی، اس میں انہوں نے کہا: جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو وہ گھسٹ کر نیک بستی سے قریب اور ناپاک بستی سے دور ہو گیا، آخر فرشتوں نے اسے نیک بستی والوں میں شامل کر دیا۔''

یہ آدمی بھی جہنمی اعمال کر رہا تھا اس لیے کہ قتل کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل ہے اور اس نے اتنے قتل کیے کہ اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ گیا۔ بس یونہی سمجھ لیں کہ اس کے اور جہنم کے مابین تھوڑا ہی فاصلہ تھا لیکن اس نے ایسا عمل کر لیا کہ جنت میں داخل ہو گیا۔ مذکورہ تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ تقدیر ہماری پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔

۳۔ تقدیر کے مسائل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تقدیر کو بنیاد بنا کے اعمال کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ جیسے مذکورہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرما دی ہے۔

سوال: کیا تقدیر کا لکھا بالکل نہیں مٹ سکتا۔ اگر تبدیلی ممکن نہیں ہے تو پھر دعا کرنے کا

Marfat.com

فائدہ؟ ہم رزق میں اضافہ کی دُعا مانگتے ہیں۔ اگر رزق متعین ہو چکا کہ اس سے زیادہ نہیں ملے گا تو پھر ایسی دعا مانگنے کا کیا فائدہ ہے؟ اگر ہدایت و گمراہی لکھ دی گئی ہے تو پھر ہم نیکی اور ہدایت کی دعا کیوں مانگتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (۱)

''اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اختیار ہے جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے برقرار رکھے وہ صاحب اختیار ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تقدیر لکھنے کے بعد اس کو مٹانے سے عاجز آ گیا ہے۔ وہ صاحب اختیار ہے وہ چاہے تو لکھا ہوا مٹا دے اور اگر چاہے تو اسے برقرار رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مذکورہ فرمان میں دعا کے بارے میں اُٹھنے والے شکوک و شبہات کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہے۔ صاحب مرقاۃ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مبرم ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے اور دوسری معلق ہے جس میں تبدیلی ممکن ہے۔''(۲)

اس کی واضح مثال وہ دُعا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو قنوتِ وتر کے طور پر سکھائی ہے۔ اس دعا کے الفاظ پر غور کیجیے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ (۳)

''اے اللہ! تو نے جن لوگوں کو ہدایت دی ان میں مجھے بھی ہدایت دے اور جن لوگوں کو تو

۱۔ الرعد: ۳۹

۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۸/۳۲۲۴

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، تفریع ابواب الوتر، باب القنوت فی الوتر، رقم: ۱۴۲۵

Marfat.com

نے عافیت دی ان میں مجھے بھی عافیت دے اور جن کا تو خود والی بنا ہے ان میں میرا بھی والی بن جا اور تو نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت عطا فرما اور بچا مجھے اس کے شر سے جو تو نے فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس کا تو دوست بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تجھے دشمنی ہو جائے وہ کبھی عزت نہیں پاتا، اے ہمارے پروردگار تو عزت والا اور بلند ہے۔"

اس دعا میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں وقنی شر ما قضیت "اے اللہ! مجھے اس شر (تکلیف) سے بچا جس کا تو نے فیصلہ کر لیا ہے۔" جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہے اس سے بچاؤ کی دعا کی جا رہی ہے۔ پس اگر فیصلے سے بچاؤ ممکن نہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ دعا کبھی بھی نہ سکھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ[1]

"جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے یا اس کی عمر لمبی ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔"

اس حدیث مبارک سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رزق اور عمر میں اضافہ ممکن ہے۔ حالانکہ رزق تو اس وقت ہی لکھ دیا جاتا ہے جب بچہ ابھی رحم مادر میں ہوتا ہے۔ اگر رزق میں اضافہ ممکن نہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ کبھی نہ فرماتے کہ جسے رزق میں کشادگی چاہیے وہ صلہ رحمی کرے۔ ہمیں یہ نقطہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ وہ بادشاہ ہے جو جیسا چاہے ویسا کر سکتا ہے۔ وہ تقدیر لکھنے کے بعد اس کو بدلنے سے عاجز نہیں ہوا۔ ہاں اس نے یہ اصول متعین فرما دیا ہے کہ جیسا لکھ دیا گیا ویسا ہو گا۔ مگر اس کے ساتھ اس نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ وہ جو چاہے مٹا دینے پر قادر ہے اور جو چاہے ثابت رکھنے پر قادر ہے اور اگر وہ ایسا با اختیار نہ ہوتا تو بندوں کو دعا کا اختیار نہ دیا جاتا۔

تقدیر اور اسباب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ مبرم۔ جس میں تبدیلی

ا۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحریم قطعیتها، رقم: ۲۵۵۷

Marfat.com

نہیں اور معلق۔جس میں بتدیلی ممکن ہے۔معلق کا مطلب ہے لٹکی ہوئی یعنی یہ اسباب کے ساتھ معلق ہے۔مطلب یہ کہ اگر بندہ سبب اختیار کرے گا تو اسے یہ چیز دے دی جائے گی۔نہیں اختیار کرے گا تو نہیں ملے گی۔اسے کامیابی کے لیے یہ اسباب اختیار کرنے ہوں گے۔اگر نہیں کرے گا تو کامیابی نہیں ملے گی۔اسی طرح بندہ اگر دعا کرے گا تو اسے یہ چیز مل جائے گی نہیں کرے گا تو نہیں ملے گی۔ان تمام چیزوں کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے۔قرآن پاک میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ○ (۱)

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

ان آیات میں دخول جنت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو بطور سبب کے ذکر کیا گیا ہے اور جو ان اسباب کو اختیار نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ (۲)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔''

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جسے آپ اپنی حالت بدلنے کا

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت مجموعی قوم کی حالت کو بھی تبدیل فرما دیتے ہیں۔جب اس قوم کے لوگ اچھے یا برے اسباب اختیار کرتے ہیں۔

۱۔ النساء: ۱۳، ۱۴ ۲۔ الرعد: ۱۱

Marfat.com

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (۱)

''جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔''

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لیے اسباب اختیار کریں گے انہیں راستہ مل جائے گا اور جو اسباب اختیار نہیں کریں گے انہیں راستہ نہیں ملے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا تقدیر پر پختہ ایمان تھا انہوں نے بھی اسباب اختیار کیے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الأَجْنَادِ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِي المُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلاَ نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلاَ نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي الأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ المُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلاَفِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلاَنِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلاَ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ، وَالأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ - وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ - فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلاَ تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ۔ (۲)

۱۔ العنکبوت: ۶۹ ۲۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، رقم: ۵۷۲۹

Marfat.com

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوجوں کے امراء ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے امیر المومنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا لاؤ۔ آپ انہیں بلا لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین کی آراء مختلف ہو گئیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلا لاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔ صبح کو ایسا ہی ہوا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر تم سرسبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہو گا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس اس مسئلہ سے متعلق کچھ معلومات ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آ جائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ راوی نے بیان کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر واپس ہو گئے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واضح فرما دیا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ اگر بندے کے سامنے دو راستے ہیں، ایک میں ہلاکت اور دوسرے میں بچاؤ تو ہلاکت یا بچاؤ کا اختیار کرنا بندے پر موقوف ہے وہ جیسا سبب اختیار کرے گا ویسا نتیجہ پا لے گا۔ جیسے طاعون زدہ سرزمین کی جانب پیش قدمی کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اپنے قدموں کو روک لینا بچاؤ کو اختیار کرنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچاؤ کے اسباب اختیار کرنے کو بھی تقدیر کا نام دیا ہے۔ یہی تقدیر معلق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی آدمی سرسبز زمین پر اپنے جانوروں کو چراتا ہے تو یہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر خشک زمین کی طرف لے جائے تو بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اسباب پیدا فرما دیے ہیں۔ اب چاہے تم وہ اسباب اختیار کر لو کہ تمہارے جانور صحت مند ہوں یا وہ اسباب اختیار کر لو کہ وہ دُبلے اور کمزور ہوں۔ اگر کوئی غلط اسباب اختیار کر کے اپنا نقصان کرے گا تو وہ اسے مکمل طور پر تقدیر کے سر نہیں تھوپ سکتا۔ اس نے ناکامی میں مرکزی کردار خود ادا کیا ہے۔ جیسے ایک آدمی کے مقدر میں اولاد لکھی ہے تو اسے شادی کا سبب اختیار کرنا ہوگا۔ بیج کے مقدر میں اُگنا لکھا ہے تو اسے اُگنے کے لیے اسباب فراہم کرنا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے خود بندوں کو اسباب اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم اسباب اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ پا لو گے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ، إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ، إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي، فَتَنْفَعُونِي، يَا

Marfat.com

عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ، مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا، فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ قَالَ سَعِيدٌ: كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ۔ (1)

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں راہ بتلاؤں پس تم مجھ سے راہنمائی طلب کرو میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں۔ پس تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیزگار شخص ہو تو میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جنات، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں، تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا پانی جتنا کم ہو جاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا، اس لئے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے۔ پس یہ صرف مثال ہے)۔ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لئے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تمہیں ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بہتر بدلہ پائے تو چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کی کمائی بیکار نہ

1۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم، رقم: 2577

Marfat.com

گئی) اور جو برا بدلہ پائے تو اپنے تئیں برا سمجھے (کہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا)۔ سعید نے کہا کہ ابو ادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔

اس حدیث مبارک میں کتنے واضح الفاظ میں اسباب کو اختیار کرنے کی ترغیب ہے اور یہ الفاظ قابل توجہ ہیں ''تم راہنمائی طلب کرو میں تمہاری راہنمائی کروں گا، تم کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا، تم کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔'' راہنمائی چاہنا، کھانا مانگنا اور کپڑا مانگنا اسباب اختیار کرنا ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی جڑی بوٹیوں میں بیماریوں کے لیے شفا رکھی ہے۔ بیماری کا آنا بھی تقدیر سے ہے اور اس سے شفایابی کے لیے اسباب اختیار کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ وہ اسباب اختیار کرے گا تو شفا پالے گا۔ حضرت اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا نَتَدَاوٰى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، أَوْ قَالَ: دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا هُوَ؟ قَالَ: الْهَرَمُ(1)

اعرابیوں (بدوؤں) نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا ہم (بیماریوں کا) علاج کریں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کے بندو! علاج کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کی دوا بھی ضرور پیدا کی ہے، سوائے ایک بیماری کے''، لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون سی بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بڑھاپا''

بیماری ایک تکلیف اور پریشانی ہے اس کو رفع کرنے کے لیے جو دوا استعمال کرے گا وہ شفا پالے گا اور اگر وہ شفایابی کے لیے اسباب اختیار نہیں کرے گا تو اسے یہ تکلیف جھیلنا ہوگی۔

سوال: جب بندوں نے ابھی جنت یا جہنم والے اعمال ہی نہیں کیے تھے اور ابھی دنیا میں ان کا وجود بھی نہیں تھا تو انہیں جنتی یا جہنمی کیوں لکھ دیا گیا؟

جواب: آپ ایک تجربہ کار استاذ سے پوچھیں ابھی امتحان میں دو ماہ پڑے ہیں، آپ کی کلاس میں کتنے طالب علم پاس ہوں گے اور کتنے فیل؟ ایک الگ ورق پر لکھ دیں وہ اپنے تجربہ کے مطابق کچھ کے بارے میں رائے دیتا ہے کہ یہ کامیاب ہوں گے اور یہ ناکام۔ پھر ان کے

1۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب الطب، باب ما جاء فی الدواء والحث علیہ، رقم۔ ۲۰۳۸

Marfat.com

نام مع ولدیت ورق پر تحریر کر دیتا ہے۔ انسان ہونے کے اعتبار سے اس کا علم ناقص ہے۔ ابھی امتحان میں دو ماہ پڑے ہیں یعنی طلباء کے لیے عمل کا وقت دو ماہ ہے۔ استاذ کسی طالب علم کو فیل کرنے کے لیے نہ تگ و دو کرتا ہے اور نہ اسے مجبور کرتا ہے۔ اپنے تجربہ کے مطابق اس نے جس طالب علم کو کامیاب قرار دیا تھا وہ کامیاب ہو جاتا ہے جسے فیل کہا تھا وہ فیل ہو جاتا ہے۔ ذرا سوچیے! کیا فیل ہونے والے طلباء استاذ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں؟ استاذ نے جن طلباء کو فیل کہا تھا انہیں فیل کرنے کے لیے اس نے کوئی کوشش نہیں کی سب کو یکساں پڑھایا، ایک جیسا وقت دیا، امتحان کی تیاری کے لیے سب کو یکساں ترغیب دی۔ ہاں جو طالب علم ناکام ہوئے ان کے اعمال ہی فیل ہونے والے تھے۔ پس ان کے اعمال دیکھ کر استاذ نے اندازہ لگا لیا کہ آئندہ دو ماہ بھی یہ یہی کام کرتے رہیں گے۔ دنیا میں ہر آدمی کی عمر اس کے لیے عمل کا وقت ہے۔ امتحان آخرت میں ہے اگر ایک استاذ اپنے طلباء کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ کون ناکام ہوگا اور کون کامیاب حالانکہ اس کا علم ناقص ہے۔ ذات باری تعالیٰ نے جب انسانوں کو پیدا کیا تو ہر ایک کے بارے میں جانچ لیا کہ وہ کرے گا اور اس کا علم تو ایسا ہے کہ وہ تاریک رات میں کسی غار کے اندر چلنے والی چیونٹی کے بارے میں بھی جانتا ہے کہ اس نے کتنی بار حرکت کی ہے۔ جو جانتا ہے سمندر میں کتنی مخلوق بستی ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں موجود ایک مچھلی کتنا عرصہ جی چکی ہے اور اس کی کتنی عمر باقی ہے وہ علیم وخبیر ہے اس نے جب انسان کو پیدا کیا تو اندازہ لگا لیا یہ کیسے اعمال کرے گا، پھر عدل وانصاف کی نظر سے تول لیا کہ اگر ایسے اعمال ہوں تو ایسا آدمی فیل ہونا چاہیے یا پاس اور اس کے مطابق جنت وجہنم کا فیصلہ لکھ دیا نہ کسی پر جبر کیا اور نہ کسی کو مجبور کیا۔ انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے رسول بھیجے تو سب کے لیے بھیجے لیکن وہ علیم وخبیر ہر بندے کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ کیا کرے گا اور اس نے واضح انداز میں فرمادیا:

فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ [1]

''سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو اپنے رب

ا۔ النازعات: ۳۷تا۴۱

Marfat.com

کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔''

کتنے واضح انداز میں جنت اور جہنم کو اعمال کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اگر زبردستی لوگوں کو جنت یا جہنم میں ٹھونسنا ہوتا تو جنت و جہنم کا فیصلہ اعمال پر نہ رکھا جاتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (۱)

''ہم نے اُسے راستہ دکھا دیا اب خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔''

یعنی ہم نے راستہ تو سب کو دکھا دیا اب شکر گزاری یا ناشکری کے راستے کا انتخاب انسان نے کرنا تھا سو اس نے اپنی مرضی سے جس راستے کا انتخاب کرنا تھا کر لیا۔ نیز فرمایا

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (۲)

''فرما دیجیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔''

۱۔ الدھر:۳

۲۔ الکھف:۲۹

Marfat.com

مجھے غریب کیوں بنایا......؟

سوال: مسئلہ تقدیر میں ایک یہ اشکال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو امیر اور بعض کو غریب کیوں پیدا کیا۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غریب رکھا کیا یہ ظلم نہیں؟

جواب: آپ ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ جب آپ اس کے لیے اینٹ اور ٹائل وغیرہ خریدتے ہیں تو ان میں سے کچھ اینٹیں بیڈ روم میں لگا دیتے ہیں، کچھ ڈرائنگ روم میں، کچھ کچن میں اور کچھ واش روم میں۔ جب آپ نے اینٹوں کو خریدا تو سب اینٹیں ایک جیسی تھیں۔ بعد میں آپ نے ان کو مختلف مقامات کے لیے منتخب کر لیا۔ کیا کچن کی اینٹیں آپ پر اعتراض کر سکتی ہیں کہ ہمارا کیا قصور تھا جو ہمیں چولہے کے قریب نصب کر دیا جہاں ہمارے لیے آگ اور تپش کا عذاب ہے۔ کیا واش روم کی اینٹیں اعتراض کر سکتی ہیں کہ ہمیں گندگی کے مقام پر لگا دیا، کیا ہمیں بیڈ روم میں نہیں لگایا جا سکتا تھا؟

یقیناً آپ یہ جواب دیں گے کہ کچن اور واش روم میں کچھ اینٹوں کو تو لگنا ہی تھا۔ اگر میں وہاں نہ لگاؤں تو نہ کچن بنے گا نہ واش روم اور ان دونوں چیزوں کے بغیر گھر نہیں چل سکتا۔ ذرا سوچیے اگر سب اینٹوں کو بیڈ روم میں لگا دیا جائے تو کچن اور واش روم کے بغیر گھر نہیں چلتا اور اتنی بڑی کائنات جس میں اربوں لوگ بستے ہیں ان سب کی ایک دوسرے سے ضروریات وابستہ ہیں۔ مجھے گھر تعمیر کرنے کے لیے معمار کی ضرورت ہے۔ کھڑکیاں دروازے لگانے کے لیے بڑھئی کی ضرورت ہے۔ دودھ کے لیے گوالے کی ضرورت ہے۔ اگر سب لوگ ہی اللہ تعالیٰ دولت مند بنا دیتا تو کون کسی کا کام کرتا؟ گاڑی پنکچر ہوگئی ہے۔ پنکچر لگانے والا کوئی نہیں، جوتا گندا ہے پالش کرنے والا کوئی نہیں، ہنڈیا پکانے کے لیے سبزی کی ضرورت ہے، سبزی والا کوئی نہیں۔ اس لیے کہ ہر بندہ ہی تو امیر ہے۔ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا تاکہ بندہ، بندے کی ضرورت بنا رہے۔ آپ نے جو اینٹ

Marfat.com

واش روم میں لگادی ہے وہ کوشش ومحنت سے وہاں سے نکل کے بیڈروم میں نہیں لگ سکتی۔لیکن اللہ نے جس آدمی کو غریب پیدا کیا ہے اس پر محنت کا دروازہ بند نہیں کیا۔ وہ محنت کے راستے پر چل کر غربت کی دہلیز کو پھلانگ سکتا ہے اور آپ نے جوائنٹ واش روم میں لگادی ہے اس کو کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں دی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کو غریب پیدا کیا ہے اسے بہت سی فضیلتوں سے بھی نوازا ہے۔ چند احادیث اس ضمن میں ملاحظہ فرمایئے:

ا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَإِذَا أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، إِلَّا أَصْحَابَ النَّارِ، فَقَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ[1]

میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والوں کی اکثریت غریبوں کی تھی۔ مالدار (جنت کے دروازے پر حساب کے لیے) روک لیے گئے تھے البتہ جہنم والوں کو جہنم میں جانے کا حکم دے دیا گیا تھا اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی زیادہ عورتیں تھیں۔

۲۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ: مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هَذَا وَاللَّهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ، قَالَ: فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الأَرْضِ مِثْلَ هَذَا[2]

ا۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء وبيان الفتنة بالنساء، رقم: ۲۷۳۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، رقم: ۶۴۴۷

Marfat.com

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا تو نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے شخص (ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ) سے جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا کہ اس شخص (گزرنے والے) کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ معزز لوگوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ پیغامِ نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کر دیا جائے۔ اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کر لی جائے۔ کہ نبی کریم ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صاحب گزرے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کے متعلق بھی پوچھا کہ ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ صاحب مسلمانوں کے غریب طبقہ سے ہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اگر یہ نکاح کا پیغام بھیجیں تو ان کا نکاح نہ کیا جائے، اگر یہ کسی کی سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو ان کی بات نہ سنی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک یہ پچھلا محتاج شخص اگلے مالدار شخص سے، خواہ ایسے مالداروں سے زمین بھری ہو تو بھی بہتر ہے۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَ اللّٰه أَثَرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ: ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللّٰهَ. فَقَالَ: أَوَفِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولَئِكَ قوم عجلت لَهُم طيبتاتهم فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟[1]

میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ ﷺ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا

۱۔ صحیح۔ مشکاۃ المصابیح للالبانی، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ، رقم: ۵۲۱۰

Marfat.com

فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا فرما دے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔

۴۔ امام ابوعبدالرحمن الحبلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ: أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، قَالَ: فَإِنَّ لِي خَادِمًا، قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ، جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّا، وَاللهِ مَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ، لَا نَفَقَةٍ، وَلَا دَابَّةٍ، وَلَا مَتَاعٍ، فَقَالَ لَهُمْ: مَا شِئْتُمْ، إِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللهُ لَكُمْ، وَإِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ، وَإِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَسْبِقُونَ الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الْجَنَّةِ، بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا قَالُوا: فَإِنَّا نَصْبِرُ، لَا نَسْأَلُ شَيْئًا[1]

صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۷۹

میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا جب کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم فقیر مہاجر نہیں ہیں؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا، تیری بیوی ہے، جس کے ساتھ تو رہتا ہے؟ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تیرے پاس رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تو مالدار ہے؟ اس نے بتایا، میرا ایک خادم بھی ہے۔ انہوں نے کہا، تو بادشاہوں میں سے ہے۔ عبدالرحمان نے بیان کیا کہ تین شخص حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کے پاس آئے جبکہ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے

۱۔ صحیح۔ مشکاۃ المصابیح للالبانی، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ، رقم: ۵۲۱۰

Marfat.com

کہا، اے ابومحمد! اللہ کی قسم! ہمیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے، نہ خرچ ہے، نہ چار پائے اور نہ ہی سامان۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا، تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ہمارے پاس آنا ہم تمہیں (اس قدر مال) عطا کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کر دے گا اور اگر تم پسند کرو گے تو ہم تمہارا معاملہ (بیت المال کے) رئیس کے سپرد کر دیں گے اور اگر تم اسی حالت پر صبر کرتے ہو (تو ٹھیک ہے) بلاشبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ فقیر مہاجرین قیامت کے دن مالدار لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے کہا: بس ہم صبر کرتے ہیں۔ ہم (اس کے بعد) کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔"

۵۔ حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ، عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ.[1]

"میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور میں تم لوگوں سے ایک بات بیان کر رہا ہوں جسے یاد رکھو"، "کسی بندے کے مال میں صدقہ دینے سے کوئی کمی نہیں آتی (یہ پہلی بات ہے)، اور کسی

۱۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، أبواب الزهد عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء مثل الدنیا مثل أربع نفر، رقم: ۲۳۲۵

Marfat.com

بندے پر کسی قسم کا ظلم ہو اور اس پر وہ صبر کرے تو اللہ اس کی عزت کو بڑھا دیتا ہے اور اگر کوئی شخص اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ اس کے لیے فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ (یا اسی کے ہم معنی آپ نے کوئی اور کلمہ کہا) اور تم لوگوں سے ایک اور بات یہ کرتا ہوں اسے بھی اچھی طرح یاد رکھو: "یہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے: ایک بندہ وہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال اور علم کی دولت دی، وہ اپنے رب سے اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں ڈرتا ہے اور اس مال کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں سے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رکھتا ہے ایسے بندے کا درجہ سب درجوں سے بہتر ہے۔ اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے علم دیا، لیکن مال و دولت سے اسے محروم رکھا پھر بھی اس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح عمل کرتا لہٰذا اسے اس کی سچی نیت کی وجہ سے پہلے شخص کی طرح اجر ملے گا، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا لیکن اسے علم سے محروم رکھا وہ اپنے مال میں غلط روش اختیار کرتا ہے، اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا ہے، نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ کے حق کا خیال رکھتا ہے تو ایسے شخص کا درجہ سب درجوں سے بدتر ہے، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت اور علم دونوں سے محروم رکھا، وہ کہتا ہے کاش میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح میں بھی عمل کرتا (یعنی برے کاموں میں مال خرچ کرتا) تو اس کی نیت کا وبال اسے ملے گا اور دونوں کا عذاب اور بارِ گناہ برابر ہوگا"۔

۶۔ بعض دفعہ جو دنیا میں نہیں ملتا آخرت میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اگر دنیا صبر و شکر سے گزار لی تو دنیا کا بدلہ آخرت میں پا لے گا۔ حضرت سعد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، أُتِيَ بِطَعَامٍ، وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، كُفِنَ فِي بُرْدَةٍ: إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، وَأُرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ، أَوْ قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ [1]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد، رقم: ۴۰۴۵

Marfat.com

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا۔ اور وہ روزے سے تھے تو انہوں نے کہا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (احد کی جنگ میں) شہید کردیئے گئے، وہ مجھ سے افضل اور بہتر تھے لیکن انہیں جس چادر کا کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی جنگ میں) شہید کئے گئے، وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے۔ پھر جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، ہمارے لیے دنیا میں کشادگی پیدا کردی گئی یا انہوں نے یہ کہا کہ پھر جیسا کہ تم دیکھتے ہو، ہمیں دنیا دی گئی، ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ کہیں یہی ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو اسی دنیا میں ہمیں دیا جارہا ہے۔ اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ کھانا نہ کھا سکے۔''

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا جلد بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ دنیا میں گزارے ہوئے کسمپرسی کے دن آخرت کا ذخیرہ بن جاتے ہیں۔

غرباء کی اس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ دو جہانوں کے سردار، شفیع امم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر و فاقہ میں زندگی گزاری اور مساکین کو پسند فرمایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرَّةِ الْمَدِينَةِ عِشَاءً، اسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا لِي ذَهَبًا، يَأْتِي عَلَيَّ لَيْلَةٌ أَوْ ثَلَاثٌ، عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ، إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَأَرَانَا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الأَكْثَرُونَ هُمُ الأَقَلُّونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا[1]

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت مدینہ منورہ کی کالی پتھروں والی زمین پر چل رہا تھا کہ احد پہاڑ دکھائی دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! مجھے پسند نہیں کہ اگر احد پہاڑ کے برابر بھی میرے پاس سونا ہو اور مجھ پر ایک رات بھی اس طرح گزر جائے یا تین

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من أجاب بلبیک و سعدیک، رقم: ۶۲۶۸

Marfat.com

رات کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی بچے۔ سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھ لوں میں اس سارے سونے کو اللہ کی مخلوق میں تقسیم کر دوں گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی کیفیت بتاتے ہمیں اپنے ہاتھ سے لپ بھر کر دکھائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے عرض کیا لبیك وسعدیك یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیادہ جمع کرنے والے ہی (ثواب) کم حاصل کرنے والے ہوں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ کے بندوں پر مال اس اس طرح یعنی کثرت کے ساتھ خرچ کرے۔''

فقراء کی یہ فضیلت ہے کہ وہ قیامت کے دن زیادہ نیکیوں والے ہوں گے اور زیادہ مال والے کم نیکیوں والے ہوں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال و دولت کو اہمیت نہیں دی۔ بلکہ فرمایا اگر احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو میں اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ[1]

''میں نے مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا کہ ہمارے پاس سونے کی ایک ڈلی (تقسیم کرنے سے) بچ گئی تھی مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔''

فقر و فاقہ میں سردارِ دو جہاں کی زندگی

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی لذات سے چنداں دلچسپی نہیں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب من صلی بالناس، فذکر حاجة فتخطاهم، رقم: ۸۵۱

Marfat.com

تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں فرمایا اور اپنی بیٹی کے گھر میں عمدہ پردہ لٹکانا پسند نہیں فرمایا اور کیا گھر میں آپ ﷺ عمدہ کھانے تناول فرمایا کرتے تھے؟ اس کا اندازہ درج ذیل چند احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

★ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ، فَقُلْتُ يَا خَالَةُ: مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ، فَيَسْقِينَا [۱]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا اور انہوں نے عروہ سے کہا، میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں (یہ حال تھا کہ) ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا دیکھتے، پھر تیسرا دیکھتے، اسی طرح دو دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لیے) آگ نہ جلتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ خالہ اماں! پھر آپ لوگ زندہ کس طرح رہتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صرف دو کالی چیزوں کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری پڑوسی تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ ہمیں بھی پلا دیا کرتے تھے۔''

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَلَى سُكُرُجَةٍ قَطُّ، وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ، وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ قِيلَ لِقَتَادَةَ: فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السُّفَرِ [۲]

میں نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی تشتری رکھ کر (ایک وقت مختلف قسم کا) کھانا کھایا ہو اور نہ کبھی آپ نے پتلی روٹیاں (چپاتیاں) کھائیں اور نہ کبھی آپ ﷺ نے میز پر کھایا۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ پھر کس چیز پر آپ کھاتے تھے؟ کہا کہ آپ سفرہ (عام دستر خوان) پر کھانا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الھبة و فضلھا و التحریض علیھا، رقم: ۲۵۶۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق و الأكل على الخوان و السفرة، رقم: ۵۳۸۶

Marfat.com

کھایا کرتے تھے۔

★ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، وَقَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ (۱)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے ان کو کھانے پر بلایا لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا، حَتَّى قُبِضَ (۲)

''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ نے تین دن تک متواتر کبھی گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔''

☆ سیدنا سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا اور اس کے مال و دولت کا ذکر کیا تو فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي، مَا يَجِدُ دَقَلًا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ (۳)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا دن بھوک سے بے قرار رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناقص کھجور بھی نہ ملتی کہ جس سے اپنا پیٹ بھر لیں۔''

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما کان النبی ﷺ و أصحابه یأکلون، ۵۴۱۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة ما کان النبی ﷺ و أصحابه یأکلون، رقم: ۵۴۱۶

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقائق، رقم: ۲۹۷۸

Marfat.com

فقر و فاقہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر القرون قرار دیا اور کتب احادیث ان کے فضائل و مراتب سے بھری پڑی ہیں اور ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں ان میں سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی غربت میں گزری ہے۔ ذیل کی احادیث پر غور کیجیے:

★ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ، فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ، فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ، فَخَرَرْتُ لِوَجْهِي مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي، فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَحْلِهِ، فَأَمَرَ لِي بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: عُدْ يَا أَبَا هِرٍّ، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ: عُدْ، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقِدْحِ، قَالَ: فَلَقِيتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي، وَقُلْتُ لَهُ: فَوَلَّى اللَّهُ ذَلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْكَ يَا عُمَرُ، وَاللَّهِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ وَلَأَنَا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ، قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (بیان کیا کہ فاقہ کی وجہ سے) میں سخت مشقت میں مبتلا تھا، پھر میری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے کے لیے کہا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں بہت دور تک چلتا رہا۔ آخر مشقت اور بھوک کی وجہ سے میں منہ کے بل گر پڑا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! میں نے کہا حاضر ہوں، یا رسول اللہ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ منگوایا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دوبارہ پیو میں نے دوبارہ پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اور

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، رقم: ۵۳۷۴

Marfat.com

پیو۔ میں نے اور پیا۔ یہاں تک کہ میرا پیٹ بھی پیالہ کی طرح بھرپور ہو گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے اسے اس ذات کے ذریعہ پورا کرا دیا، جو آپ سے زیادہ مستحق تھی۔ اللہ کی قسم! میں نے تم سے آیت پوچھی تھی حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقہ پر پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تمہیں اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا اور تمہیں کھانا کھلا دیتا تو مجھے سرخ (عمدہ) اونٹ ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهِنَّ تَمْرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي [1]

ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم کیں اور ہر شخص کو سات کھجوریں دیں۔ مجھے بھی سات کھجوریں عنایت فرمائیں۔ ان میں ایک خراب تھی (اور سخت تھی) لیکن مجھے وہی سب سے زیادہ اچھی معلوم ہوئی کیونکہ اس کا چبانا مجھے مشکل ہو گیا تھا۔

☆ حضرت ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ؟ قَالَ: لاَ فَقُلْتُ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ؟ قَالَ: لاَ، وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ [2]

"کیا تم نے نبی ﷺ کے زمانے میں میدہ دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ان سے پھر پوچھا گیا کیا تم جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ پھونک مار کر بھوسہ اڑا دیتے تھے۔"

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما کان النبی ﷺ وأصحابه یأکلون، رقم: ۵۴۱۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب النفخ فی الشعیر، رقم: ۵۴۱۰

Marfat.com

اللَّهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْزُو فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ أَوِ الْبَعِيرُ وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونِي فِي الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي (۱)

میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں خون بہایا (یعنی کافر کو قتل کیا) اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا، میں نے اپنے آپ کو محمد ﷺ کے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے دیکھا ہے، کھانے کے لیے ہم درختوں کے پتے اور حبلہ (خاردار درخت کے پھل) کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتے تھے، یہاں تک کہ ہم لوگ بکریوں اور اونٹوں کی طرح قضائے حاجت میں مینگنیاں نکالتے تھے، اور قبیلہ بنی اسد کے لوگ مجھے دین کے سلسلے میں طعن وتشنیع کرتے ہیں، اگر میں ایسی لائق ہوں تو بڑا ہی محروم ہوں اور میرے تمام اعمال ضائع وبرباد ہوگئے

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟ قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَيُفَدِّيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ، فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا، أَوْ قَالَ: تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطَبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ (۲)

۱۔ صحیح۔ سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۲۳۶۹

۲۔ صحیح۔ سنن الترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۲۳۶۹

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ خلاف معمول ایسے وقت میں گھر سے نکلے کہ جب آپ نہیں نکلتے تھے اور نہ اس وقت آپ سے کوئی ملاقات کرتا تھا، پھر آپ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچے تو آپ نے پوچھا: ابوبکر تم یہاں کیسے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس لیے نکلا تا کہ آپ سے ملاقات کروں اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھوں اور آپ پر سلام پیش کروں، کچھ وقفے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا: عمر! تم یہاں کیسے آئے؟ اس پر انہوں نے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: ”مجھے بھی کچھ بھوک لگی ہے، پھر سب مل کر ابوالہیثم بن تیہان انصاری کے گھر پہنچے، ان کے پاس بہت زیادہ کھجور کے درخت اور بکریاں تھیں مگر ان کا کوئی خادم نہیں تھا، ان لوگوں نے ابوالھیثم کو گھر پر نہیں پایا تو ان کی بیوی سے پوچھا: تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گئے ہیں، گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی دوران! ابوالہیثم ایک بھری ہوئی مشک لیے آپہنچے، انہوں نے مشک کو رکھا اور رسول اللہ ﷺ سے لپٹ گئے اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، پھر سب کو وہ اپنے باغ میں لے گئے اور ان کے لیے ایک بستر بچھایا پھر کھجور کے درخت کے پاس گئے اور وہاں سے کھجوروں کا گچھا لے کر آئے اور اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے لیے اس میں سے تازہ کھجوروں کو چن کر کیوں نہیں لائے؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے چاہا کہ آپ خود ان میں سے چن لیں، یا یہ کہا کہ آپ حضرات پکی کھجوروں کو کچی کھجوروں میں سے خود پسند کر لیں، بہر حال سب نے کھجوریں کھائیں اور ان کے اس لائے ہوئے پانی کو پیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا اور وہ نعمتیں یہ ہیں: باغ کا ٹھنڈا سایہ، پکی ہوئی عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی“

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ فَقُلْنَ: مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيفُ هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا

Marfat.com

عِنْدَنَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي، فَقَالَ: هَيِّئِي طَعَامَكِ، وَأَصْبِحِي سِرَاجَكِ، وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً، فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا، وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا، وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا، ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ، فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ، فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ضَحِكَ اللَّهُ اللَّيْلَةَ، أَوْ عَجِبَ، مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ: وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [1]

ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھوکے حاضر ہوئے، آپ نے انہیں ازواج مطہرات کے ہاں بھیجا۔ (تاکہ ان کو کھانا کھلا دیں) ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی کون مہمانی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی بولے میں کروں گا۔ چنانچہ وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خاطر تواضع کرو، بیوی نے کہا کہ گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز بھی نہیں ہے، انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہے اسے نکال لو اور چراغ جلا لو اور بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انہیں سلا دو۔ بیوی نے کھانا نکال لیا اور چراغ جلا دیا اور اپنے بچوں کو (بھوکا) سلا دیا، پھر وہ دکھا تو یہ رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں لیکن انہوں نے اسے بجھا دیا، اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا رہے ہیں، لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت رات) فاقہ سے گزار دی، صبح کے وقت جب وہ صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں میاں بیوی کے نیک عمل پر رات کو اللہ تعالیٰ ہنس پڑے یا (یہ فرمایا کہ اسے) پسند کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ویؤثرون علی أنفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون "اور وہ (انصار) ترجیح دیتے ہیں اپنے نفسوں کے اوپر (دوسرے غریب صحابہ کو) اگرچہ وہ خود بھی فاقہ ہی میں ہوں اور جو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا سو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب قول اللہ، ویؤثرون علی أنفسهم ولو كان بهم خصاصة، رقم: ۳۷۹۸

Marfat.com

مذکورہ ساری روایات بیان کرنے کا مقصد دراصل یہ سمجھانا ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے غریب پیدا کیا تو اس میں بھی اس ذات باری تعالیٰ کی مصلحت وحکمت ہے۔ پھر اس پر محنت اور ترقی کا دروازہ بند نہیں کیا وہ چاہے تو محنت کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غربت میں صبر و ہمت سے زندگی گزارنے والوں کو بہت سے فضائل سے نوازا۔ غربت کوئی عیب نہیں ہے۔ اگر یہ عیب ہوتی تو کائنات کے عظیم انسان نبی کریم ﷺ غربت میں زندگی بسر نہ فرماتے۔

تقدیر پر ایمان کے فوائد

ایمان بالقدر کے بہت سے فوائد ہیں۔ اسی لیے اس کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ تقدیر کے بارے میں شکوک وشبہات سے بندہ ان تمام فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔

ا۔ تقدیر پر ایمان کا پہلا عظیم فائدہ یہ ہے کہ بندے کا اللہ پر توکل مضبوط ہوتا ہے۔ جب بندے کو پتہ ہو کہ دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی اس سے اس فائدہ کو روک نہیں سکتیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدار میں لکھ دیا ہے اور تمام قوتیں مل کر اسے وہ فائدہ پہنچا نہیں سکتیں جو اللہ نے اس کے مقدر میں نہیں لکھا تو بندے کا توکل و بھروسہ اللہ پر بڑھے گا اور لوگوں سے بے نیازی پیدا ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. (1)

میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو

ا۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، رقم: ۲۵۱۶

Marfat.com

تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں"

۲۔ تقدیر پر ایمان سے بندے کے دل میں بہادری اور بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔ جب بندہ سمجھتا ہے کہ موت وحیات کا مالک اللہ ہے۔ دنیا کی کوئی قوت اس کی زندگی سے ایک لمحہ بھی نہیں چھین سکتی اور نہ اس کی زندگی میں اضافہ کر سکتی ہے۔ تو وہ نہ موت سے گھبراتا ہے اور نہ جبروتی قوتوں سے خوف کھاتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، قَالَ جَابِرٌ: فَنِمْنَا نَوْمَةً، ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ لِي: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.(۱)

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اطراف نجد میں غزوہ کے لیے گئے تھے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی واپس ہوئے۔ قیلولہ کا وقت ایک وادی میں آیا' جہاں ببول کے درخت بہت تھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں اتر گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کے لیے پوری وادی میں پھیل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پکارا۔ ہم جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے پاس ایک بدوی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجھ ہی پر) کھینچ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، رقم: ۴۱۳۵

Marfat.com

لی تھی، میں اس وقت سویا ہوا تھا، میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا، تمہیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے پھر کوئی سزا نہیں دی۔

نبی ﷺ کو پتہ تھا کہ موت وحیات کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ ذرا بھر نہیں گھبرائے۔ پس آپ ﷺ کی اس بے خوفی نے اُٹھی ہوئی تلوار کو جھکا دیا۔

۳۔ تقدیر پر ایمان سے بندے کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا ایمان کا حصہ ہے۔ جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے کہ جب جبریل امین نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا: ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ایمان کا ذکر کرتے ہوئے تقدیر کا ذکر بھی کیا چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعَرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ، وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ۔ (1)

ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے، اس پہ سفر کے آثار ظاہر نہیں تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنا گھٹنا آپ ﷺ کے گھٹنے سے ملا لیا، اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھے، پھر بولا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور خانہ کعبہ کا حج کرنا"، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا اے محمد ﷺ! ایمان کیا

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجه للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فی الایمان، رقم: ٦٣

Marfat.com

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، روزِ آخرت اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان رکھے۔

۴۔ تقدیر پر ایمان سے توکل علی اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب بندے کو یقین ہو کہ جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے اسے ہر حال میں مل کے رہے گا۔ تو اس کا اللہ پر توکل پختہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے تقدیر اور توکل علی اللہ پر بڑی خوبصورت گفتگو فرمائی:

يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي.[1]

اے میرے بیٹے! تم ایمان کی حقیقت کا مزہ ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ ایسا نہیں کہ نہ ملتا اور جو کچھ نہیں ملا ہے ایسا نہیں کہ وہ تمہیں مل جاتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ”سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: لکھ، قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیریں لکھ“ اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ”جو اس کے علاوہ (کسی اور عقیدے) پر مرا تو وہ مجھ سے نہیں“۔

۵۔ جب بندے کو یقین ہو کہ اس کے مقدر کا رزق اسے ضرور ملے گا تو اس کے دل میں رزق حلال حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب حلال ذرائع سے بھی رزق اتنا ہی ملتا ہے اور حرام ذرائع سے بھی اتنا ہی ملے گا تو پھر وہ حرام ذرائع اختیار کیوں کرے جس میں آخرت کی ناکامی بھی ہے۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم: ۴۷۰۰

Marfat.com

کم ہمتی پر غصہ

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ تَعَالٰى، وَالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ۔ (1)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے، ہم نے آپ سے (کافروں کے غلبہ کی) شکایت کی اور کہا: کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے؟ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، اور فرمایا: "تم سے پہلے آدمی کا یہ حال ہوتا کہ وہ ایمان کی وجہ سے پکڑا جاتا تھا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا، اس کے سر کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا مگر یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، لوہے کی کنگھیوں سے اس کے ہڈی کے گوشت اور پٹھوں کو نوچا جاتا تھا لیکن یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک جائے گا اور سوائے اللہ کے یا اپنی بکریوں کے سلسلہ میں بھیڑیے کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرے گا لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو"۔

<u>غصے کی وجہ</u>

دنیا میں آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزم و ہمت والے انسان نے جنم نہیں لیا۔

1۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجهاد، باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر، رقم: ۲۶۴۹

Marfat.com

آپ ﷺ انتہائی مستقل مزاج اور مردانہ وار مصائب کا مقابلہ کرنے والے بہادر انسان تھے۔ مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کا بائیکاٹ کیا اور آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں اپنے خاندان کے ساتھ انتہائی کسمپرسی میں دن گزارنے پڑے۔ آپ کے قتل کی سازشیں تیار ہوئیں۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ وادی طائف میں آپ پر پتھر برسائے گئے۔ غرضیکہ کفار نے آپ کو تنگ کرنے کے لیے ہر حربہ آزمایا۔ لیکن آپ ﷺ کے پایہ استقلال میں لرزش نہ آئی۔ ایسی ہی آپ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حق کے راستے پر چلنے والے ایسے مسافر بن جائیں جو پرخار اور کٹھن راستے پر بھی پوری ہمت سے مسکراتے ہوئے چلتے جائیں۔ ان کے راستے میں پہاڑ حائل ہوں تو انہیں پاش پاش کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں۔ ان کے راستے میں شمشیر برہنہ ہوں تو بھی ان کے قدم نہ رکیں۔ بلکہ وہ تلواروں کی دھاروں پر چل کے پیغامِ الٰہی لوگوں تک پہنچانے کا عزم رکھتے ہوں۔ آپ ﷺ انہیں دنیا کے بہترین داعی بنانا چاہتے تھے کہ دنیا جن کی مثال دے اور قیامت تک لوگوں کے لیے ان کی زندگیاں مشعل راہ ہوں اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ کامیابی میں جلدی چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کٹھن راستہ اب جلد سمٹ جائے اس خواہش میں معمولی سی تھکن کا اظہار تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے انہیں سابقہ لوگوں کی مثالیں دیں کہ تم اتنی جلدی ہمت ہار رہے ہو جبکہ تم سے پہلے لوگوں کو آرے سے چیر کے دو ٹکڑے کر دیا گیا ان کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیدا گیا لیکن ان کے پایہ استقلال میں معمولی سی بھی لرزش نہ آئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں عزم و ہمت کو بیدار رکھنے کے لیے ہر ممکنہ طریقہ استعمال کیا۔ کبھی اشعار سے ان میں ولولہ پیدا کیا اور کبھی بعض صحابہ کو اعزازی القابات سے نوازا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى أَكْتَادِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.[1]

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب دعاء النبی ﷺ اصلح الانصار والمهاجرة، رقم: ۳۷۹۷

Marfat.com

پرمٹی اٹھا رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی اللھم لا عیش إلا عیش الآخرہ فاغفر للمھاجرین و الأنصار۔ "اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی حقیقی زندگی نہیں، پس انصار اور مہاجرین کی تو مغفرت فرما۔"

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خندق کھودتے اور مٹی ہٹاتے ہوئے دیکھا تو ان کی ہمت کو برقرار رکھنے کے لیے فرمایا: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ کے کہنے کا مطلب تھا کہ اس مشقت سے گھبرا نہ جانا۔ یہ مشقت چند روزہ اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ آپ ﷺ کے ان اشعار نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ولولہ کو مزید بڑھا دیا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہ بھی اشعار کی صورت میں کہنے لگے۔ ہم جب تک زندہ رہیں گے آپ کے شانہ بشانہ میدان جہاد میں اپنی جانیں قربان کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذٰلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ، قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ فَقَالُوا: مُجِيبِينَ لَهُ نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا۔ (۱)

نبی کریم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے' آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں' ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔ آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی "اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔" صحابہ نے اس کے جواب میں کہا "ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔"

حنین کی جنگ میں جب کافروں کی طرف سے تیروں کی بارش برس رہی تھی تو بہت سارے لوگوں کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ ایسے میں آپ ﷺ بہادری سے میدان میں ڈٹے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب التحریض علی القتال، رقم: ۲۸۳۴

Marfat.com

رہے۔ پھر اپنی سواری سے اتر کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمت بندھائی۔ چنانچہ وہ دوبارہ دشمن کے سامنے صف بستہ ہو گئے۔ حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ أَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا أَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَأَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَصْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهِ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُودُ بِهِ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ. (1)

میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ ابوعمارہ! کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں راہ فرار اختیار کی تھی؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں جو نوجوان تھے بے سروسامان جن کے پاس نہ زرہ تھی، نہ خود اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیرانداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر برسائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب "میں نبی ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

ہمت برقرار رکھنے کے فوائد

ہمت بندے کو طوفانوں سے ٹکرانے کا جذبہ عطا کرتی ہے اور اسے حالات کا مقابلہ کرنا

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من صف اصحابه عند الهزيمة، رقم: ۲۹۳۰

Marfat.com

سکھاتی ہے۔ جب ہمت ہو تو بندہ راہِ فرار اختیار نہیں کرتا بلکہ وہ مقابلہ میں لذت پاتا ہے۔ بقول شاعر ؎

نہیں رہتیں کبھی ساحل کے ارمانوں سے وابستہ
ہماری کشتیاں رہتی ہیں طوفانوں سے وابستہ
ہمارا ہی جگر ہے یہ ہمارا ہی کلیجہ ہے
ہم اپنے زخم رکھتے ہیں نمکدانوں سے وابستہ

ہمت برقرار رکھنے میں بقا ہے۔ جب تک ہمت ہے تب تک زندگی کے ساز میں سوز ہے اور جب بندہ ہمت ہار دے فنا کی طرف اس کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم ہمت برقرار رکھنے کے چند فوائد ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ قوت عمل

ہمت قوت عمل پیدا کرتی ہے۔ ہمت کھونے پر بندہ اپاہج ہو جاتا ہے اور اس سے عمل کی قوت چھن جاتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس بعض افراد جب کچھ مانگنے کے لیے آتے تو آپ ﷺ انہیں ہمت اور جانفشانی کا درس دیتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ. (۱)

”وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، وہ اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور وہ اسے کچھ دیدے یا نہ دے۔“

ہاتھ کی کمائی کو آپ ﷺ نے بہترین کمائی قرار دیا تاکہ افراد و اشخاص میں کم ہمتی کی بجائے قوت عمل پیدا ہو۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، رقم: ۲۰۷۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، رقم: ۲۰۷۲

Marfat.com

”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔“

ہمت میں نقصان کی تلافی ہے

ہمت سے ناکامی کو کامیابی میں بدلا جا سکتا ہے اور بڑے سے بڑے نقصان کی تلافی کی جا سکتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اس سے قبل اپنا بہت سا وقت ضائع کر چکے ہیں۔ اس لیے کہ وہ مدینہ میں مسلمان ہوئے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے کم وبیش چار برس مل پائے۔ لیکن انہوں نے اس قلیل عرصہ میں ہمت سے کام لیا اور تحصیل علم میں مگن ہو گئے اور پھر انہوں نے علم حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طویل رفاقت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم مَقَالَتَهُ، جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.(1)

”تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید وفروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا،

1۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول اللہ تعالی فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا، رقم: ۲۰۴۷

Marfat.com

اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے انصار بھائی اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے، لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک میں اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل ودماغ میں ہمیشہ) محفوظ رکھے گا، چنانچہ میں نے اپنا کمبل اپنے سامنے پھیلا دیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔"

عزم اور ہمت دو ایسی قوتیں ہیں جن کے ساتھ بندہ بڑے سے بڑے نقصان پر قابو پا لیتا ہے۔ اس لیے کہ جب ہدف تک پہنچنا دشوار ہو تو گھوڑوں کو سرپٹ بھگایا جاتا ہے۔ بقول حالی ؎

نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا
تو لازم ہے گھوڑوں کا سرپٹ بھگانا

منزل تک رسائی

دنیاوی امور ہوں یا اخروی، بندہ ہمت سے عمل جاری رکھے تو منزل تک جا پہنچتا ہے۔ اگر ہمت کھو دے تو راستے کے گرد وغبار میں گم ہو جاتا ہے۔ ایسا مسافر صحراء کی ریت پر بنی تصویر کی مانند ہوتا ہے جسے ہوا کے جھونکے گزرے دن کی طرح مٹا دیتے ہیں۔ جبکہ ہمت سے سفر کرنے والا کٹھن راستے کی اعصاب شکن صعوبتوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے گرد راہ بنا کے گزر جاتا ہے ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حق تک پہنچنے کے لیے فارس سے سفر شروع کیا۔ شہزادے تھے غلام بن کے بکے۔ انہیں طویل اور کٹھن سفر طے کرنا پڑا۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ بالآخر اپنی

Marfat.com

منزل تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس سفر میں جس ہمت کا مظاہرہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ.[1]

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ الجمعہ کی یہ آیات نازل ہوئیں وآخرین منھم لما یلحقوا بھم اور دوسروں کے لیے بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے ہیں۔ (نبی کریم ﷺ ہادی اور معلم ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا۔ مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے نبی کریم ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوگا تب بھی ان لوگوں (یعنی فارس والوں) میں سے اس تک پہنچ جائیں گے یا یوں فرمایا کہ ایک آدمی ان لوگوں میں سے اس تک پہنچ جائے گا۔

ہمت کو مجتمع رکھا جائے تو قوت سے بڑھ کے کام کیا جا سکتا ہے۔ جنگ بدر میں ابوجہل کو قتل کرنے والے دو چھوٹے بچے تھے لیکن ان کی ہمت جواں تھی۔ انہوں نے اپنے سے قوی دشمن کو ذلت کی موت سے دوچار کر دیا۔

کم ہمتی کے نقصانات

اللہ تعالیٰ کو ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوت و ہمت والا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجَزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا، وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللَّهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.[2]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم، رقم: ۴۸۹۷

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فی القدر، رقم: ۷۹

Marfat.com

"طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پیارا ہے اگرچہ دونوں میں سے ہر ایک میں خیر ہے، ہر اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع دے، اور اللہ سے مدد طلب کرو، ہمت ہار کر نہ بیٹھ جاؤ، اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو یہ نہ کہو: کاش کہ میں نے ایسا ویسا کیا ہوتا تو ایسا ہوتا، بلکہ یہ کہو: جو اللہ نے مقدر کیا تھا اور جو اس نے چاہا کیا، اس لیے کہ "اگر مگر" شیطان کے عمل کے لیے راستہ کھول دیتا ہے"

کم ہمتی سے تین بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔(۱) ارادوں کی کمزوری (۲) نا اُمیدی (۳) سستی

کمزوری

کم ہمتی بندے کو کمزور کر دیتی ہے اس کے ارادوں میں کمزوری آجاتی ہے اور یہی کمزوری اس سے مقابلہ کرنے کی قوت چھین لیتی ہے اور بالآخر اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.[1]

"قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا" تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وھن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"۔

۱۔ صحیح۔سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم: ۴۲۹۷

Marfat.com

نا اُمیدی

کم ہمتی بندے کی اُمیدوں کو چھین کے اسے نا اُمیدی کی طرف دھکیل دیتی ہے اور نا اُمیدی درحقیقت ارادوں کی موت ہے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ التَقَى هُوَ وَالمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً، وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا اليَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مِنَ القَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ المَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ، قَالَ الرَّجُلُ: الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ المَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ.(1)

''رسول اللہ ﷺ کی (اپنے اصحاب کے ہمراہ) مشرکین سے مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ چھڑ گئی، پھر جب آپ ﷺ (اس دن لڑائی سے فارغ ہو کر) اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنے پڑاؤ کی طرف تو آپ ﷺ کی فوج کے ساتھ ایک شخص تھا، لڑائی لڑنے میں اس کا یہ حال تھا کہ مشرکین کا کوئی آدمی بھی اگر کسی طرف نظر آجاتا تو اس کا پیچھا کر کے وہ شخص اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کہا کہ آج جتنی سرگرمی کے ساتھ فلاں شخص لڑا ہے، ہم میں سے کوئی بھی شخص اس طرح نہ لڑ سکا۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا لیکن وہ شخص دوزخی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (اپنے دل میں کہا اچھا میں اس کا پیچھا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لا یقول فلان شهید، رقم: ۲۸۹۸

Marfat.com

کروں گا (دیکھوں) نبی کریم ﷺ نے اسے کیوں دوزخی فرمایا ہے) وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دن لڑائی میں موجود رہا، جب کبھی وہ کھڑا ہو جاتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلتا۔ آخر وہ شخص زخمی ہو گیا زخم بڑا گہرا تھا۔ اس لیے اس نے چاہا کہ موت جلدی آجائے اور اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو سینے کے سامنے کر لیا اور تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی۔ اب وہ صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بیان کیا کہ وہی شخص جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آپ کا فرمان بڑا شاق گزرا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم سب لوگوں کی طرف سے میں اس کے متعلق تحقیق کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس کے بعد وہ شخص سخت زخمی ہوا اور چاہا کہ جلدی موت آجائے۔ اس لیے اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو اپنے سینے کے مقابل کر لیا اور اس پر گر کر جان دے دی۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی زندگی بھر بظاہر اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہل دوزخ کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔"

میدان جہاد میں ہمت کام دیتی ہے اگر فوج کے جوان فتح سے نا اُمید ہو جائیں تو انہیں شکست سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مذکورہ حدیث کو دیکھیے میدان قتال میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے اس آدمی نے جب ہمت ہار دی تو زندگی سے نا اُمید ہو گیا اور یہی نا اُمیدی اسے خودکشی کی طرف لے گئی۔

سُستی

کم ہمتی سُستی کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے کہ کم ہمتی ارادوں اور عزائم کو کمزور کر دیتی ہے اور جب ارادے کمزور ہو جاتے ہیں تو عمل کی رفتار سست روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کم ہمتی اور سُستی سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ،

Marfat.com

وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.[1]

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے" اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بڑھاپے کی ذلیل حدود میں پہنچ جانے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔"

کم ہمتی سے پیدا ہونے والی یہ تین بڑی بیماریاں ہیں جو بندے سے کامیابی کو چھین کر اسے ناکامی کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ ہاں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ عزم و ہمت اور قوت و طاقت ہونے کے باوجود ناکامی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت اسے ناکامی کے اسباب پر غور کرنا چاہیے۔ وہ ان اسباب کو دور کرلے ان شاء اللہ کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ غزوہ احد اس امر کی ایک مثال ہے۔ ہمت وقوت ہونے کے باوجود مسلمانوں نے یہ جنگ ہار دی۔ اس میں ناکامی کے کچھ اسباب شامل ہو گئے۔

مسلمانوں کو وہاں اس لیے شکست سے دوچار ہونا پڑا کہ انہوں نے اپنے کمانڈر کی نصیحت کو نظر انداز کر دیا اور اس مورچہ کو چھوڑ دیا جو دفاعی نقطہ نظر سے انتہائی اہم تھا۔ پس ہر ناکامی میں اپنی کچھ کوتاہیاں شامل ہوتی ہیں۔ ان کوتاہیوں کو دور کرنا ہی کامیابی کی جانب سفر ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب مایتعوذ من الجبن، رقم: ۲۸۲۳

Marfat.com

جھوٹی گواہی پر غصہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَازَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ.(۱)

کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتایئے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹی گواہی کا ذکر کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہو کے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹی گواہی کا ذکر بار بار کرتے رہے۔ اس کیفیت میں ایک خفگی اور غصے کا تاثر پایا جاتا ہے اور جھوٹی گواہی کے سنگین گناہ ہونے کا اشارہ بھی ہے۔

جھوٹ کی تباہ کاریاں

جھوٹ بندے کے کردار، اعمال اور وقار کو گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے بھی گر جاتا ہے۔ جھوٹ ایمان و عمل کو کس قدر نقصان پہنچاتا ہے اس کا اندازہ ذیل میں درج چند امور سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ جھوٹ منافقت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم: ۵۹۷۶

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا، اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (۱)

چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

۲۔ جھوٹ بولنے سے خیر و برکات ختم ہو جاتی ہیں۔ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا. (۲)

''خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک (بیع ختم کر دینے کا اختیار) ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں۔ (نبی کریم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی لیکن اگر کوئی بات چھپا رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جائے گی۔''

۳۔ جھوٹ اللہ کی نظر رحمت سے دوری کا باعث ہے اور جو آدمی جھوٹی قسمیں اُٹھا کے اپنا سامان فروخت کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ہم کلام بھی نہیں ہوں گے اور نہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، رقم: ۳۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، رقم: ۲۰۷۹

Marfat.com

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، فَقُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟، قَالَ: الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. (۱)

"تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اوران کے لیے دردناک عذاب ہوگا"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ نامراد ہوئے اور بڑے نقصان میں پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جو اپنا تہبند ٹخنے سے نیچے لٹکائے، اور جو دے کر احسان جتائے، اور جو اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ فروخت کرے"۔

یہی حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُولُ اللّٰهُ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اس لیے کھائی کہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجه للالبانی، کتاب التجارات، باب ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع، رقم: ۲۲۰۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المساقاة، باب من رأی ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه، رقم: ۲۳۶۹

Marfat.com

۴۔ جھوٹ میں سے سنگین ترین جھوٹ یہ ہے کہ بندہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے۔ ایسے بندے کی سزا جہنم ہے۔ چند احادیث اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱)

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

☆ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ، يَقُولُ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (۲)

میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں سنیں۔ جیسا کہ فلاں، فلاں بیان کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں کبھی آپ سے الگ تھلگ نہیں رہا لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

۵۔ جھوٹ بندے کو گناہ میں ملوث کرتا ہے اور گناہ آدمی کو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس اعتبار سے جھوٹ کا راستہ بہت خطرناک ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت، رقم: ۱۲۹۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم: ۱۰۷

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۸۹

Marfat.com

"تم جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے، اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور سچ بولنے کو لازم کر لو اس لیے کہ سچ بھلائی اور نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ بولنے میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے"۔

۶۔ صحیح بخاری کی ایک لمبی حدیث میں آپ ﷺ نے جھوٹ بولنے والے کی سنگین سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جو باتیں صحابہ سے اکثر کیا کرتے تھے ان میں یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ پھر جو چاہتا اپنا خواب نبی کریم ﷺ سے بیان کرتا اور نبی کریم ﷺ نے ایک صبح کو فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ چل دیا۔ پھر ہم ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے جس کے پاس ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور اس کے سر پر پتھر پھینک کر مارتا تو اس کا سر اس سے پھٹ جاتا، پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا، لیکن وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھا لاتا اور اس لیٹے ہوئے شخص تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ پہلے تھا۔ کھڑا شخص پھر اسی طرح پتھر اس پر مارتا اور وہی صورتیں پیش آتیں جو پہلے پیش آئیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے پوچھا سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟ فرمایا کہ مجھ سے انہوں نے کہا کہ آگے بڑھو، آگے بڑھو۔ فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا اور یہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا اور اس کے ایک جبڑے کو گدی تک چیرتا اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیرتا۔ پھر وہ دوسری جانب جاتا ادھر بھی اسی طرح چیرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ وہ ابھی دوسری جانب سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی پہلی صحیح حالت میں لوٹ آتی۔ پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہے؟

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ آگے چلو، چنانچہ ہم آگے چلے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور وغل کی آواز تھی۔ ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آگے چلو۔ فرمایا کہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے اور یہ تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے کا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلو۔ ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے جتنے بدصورت تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت۔ اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑتا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا آگے چلو۔ ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے باغ میں پہنچے جو ہرا بھرا تھا اور اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے۔ اس باغ کے درمیان میں ایک بہت لمبا شخص تھا، اتنا لمبا تھا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس شخص کے چاروں طرف بہت سے بچے تھے کہ میں نے اتنے کبھی نہیں دیکھے تھے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہے یہ بچے کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آگے چلو ہم آگے بڑھے اور ایک عظیم الشان باغ میں پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیے ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر دکھائی دیا جو اس طرح بنا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی تھی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے اسے کھلوایا۔ وہ ہمارے لیے کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اس میں ایسے لوگوں سے ملاقات کی جن کے

Marfat.com

جسم کا نصف حصہ نہایت خوبصورت تھا اور دوسرا نصف نہایت بدصورت۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔ ایک نہر سامنے بہہ رہی تھی اس کا پانی انتہائی سفید تھا وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے اور پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا پہلا عیب جا چکا تھا اور اب وہ نہایت خوبصورت ہو گئے تھے (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ ان دونوں نے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل اوپر نظر آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی منزل ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ مجھے اس میں داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ نہیں جا سکتے لیکن ہاں آپ اس میں ضرور جائیں گے۔ فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب و غریب چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ چیزیں کیا تھیں جو میں نے دیکھی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیتا اور فرض نماز کو چھوڑ کر سو جاتا اور وہ شخص جس کے پاس آپ گئے اور جس کا جبڑا گدی تک اور ناک گدی تک اور آنکھ گدی تک چیری جا رہی تھی۔ یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹی خبر تراشتا، جو دنیا میں پھیل جاتی اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور میں آپ نے دیکھے وہ زناکار مرد اور عورتیں تھیں وہ شخص جس کے پاس آپ اس حال میں گئے کہ وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا تھا وہ سود کھانے والا ہے اور وہ شخص جو بدصورت ہے اور آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی ہے اور وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے چاروں طرف ہیں تو وہ بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے ہیں۔ بیان کیا کہ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں) اب رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل بھی کئے اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔(۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، رقم: ۷۰۴۷

Marfat.com

۷۔ جھوٹ بولنا دجال کی خصلت ہے درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں:

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُونَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ.[1]

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو جماعتیں آپس میں جنگ نہ کرلیں۔ دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوگی۔ حالانکہ دونوں کا دعوٰی ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا نہ ہولیں۔ ان میں ہر ایک کا یہی دعوٰی ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔"

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: كَافِرٌ[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو نبی بھی مبعوث کیا گیا تو اس نے اپنی قوم کو کانے جھوٹے (دجال) سے ڈرایا، آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا ہے۔"

۸۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو بھی قیامت کے دن شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ[3]

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ۳۶۰۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، رقم: ۷۱۳۱

۳۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، رقم: ۷۰۴۲

Marfat.com

”جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو تو اسے قیامت کے دن جَو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کے لیے کہا جائے گا اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا (اس لیے مار کھاتا رہے گا) اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور اس پر زور دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے جو وہ نہیں کر سکے گا۔

۹۔ دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی ہلاکت خیز امور سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ[۱]

تباہی ہے اس کے لیے جو بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، تباہی ہے اس کے لیے، تباہی ہے اس کے لیے۔

جھوٹ چھوڑنے والے کے لیے انعام

سچ بولنے والا بندہ اللہ کے ہاں بھی سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نمبر ۵ کی حدیث میں بیان ہوا ہے اور جھوٹ کو ترک کرنے والے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جنت کے وسط میں محل کی خوشخبری دی ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ.[۲]

”میں اس شخص کے لیے جنت کے اندر ایک گھر کا ضامن ہوں جو لڑائی جھگڑا ترک کر دے، اگرچہ وہ حق پر ہی ہو، اور جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا اس شخص کے لیے ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ وہ ہنسی مذاق ہی میں ہو، اور جنت کی بلندی میں ایک گھر کا اس شخص کے لیے ضامن ہوں جو خوش خلق ہو۔“

۱۔ حسن، سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۹۰

۲۔ حسن۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، رقم: ۴۸۰۰

Marfat.com

ماخذ و مصادر

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ "المعجم الکبیر"، سلیمان احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، الناشر: مکتبة العلوم والحکم الموصل تحقیق حمدی بن عبدالمجید السلفی

۳۔ "المعجم الاوسط"، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، الناشر: دار الحرمین، القاهره

۴۔ "المعجم الصغیر، الطبرانی"، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، الناشر: المکتب الاسلامی، دار عمار بیروت لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء

۵۔ "المستدرک علی الصحیحین"، محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ الحاکم نیسابوری، دار المکتب العلمیه، بیروت

۶۔ "المنتقی لابن جارود"، عبداللہ بن علی بن الجارود ابو محمد النیسابوری، الناشر: مؤسسة الکتاب الثقافیة، بیروت، تحقیق عبداللہ عمر الباروی، عدد الاجزاء: ۱، الطبعة الاولی ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء

۷۔ "التیسیر بشرح الجامع الصغیر"، الامام الحافظ زین الدین عبدالرؤوف المناوی، دارالنشر: مکتبة الامام الشافعی، الریاض ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء، الطبعة الثانیه، عدد الاجزاء: ۲

۸۔ "الطبقات الکبریٰ"، محمد بن سعد بن منیع أبو عبداللہ البصری الزهری، الناشر: دار صادر، بیروت، عدد الاجزاء: ۸۔

۹۔ "الجامع الصغیر وزیادته"، محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی، عدد الاجزاء: ۱

۱۰۔ "الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم"، محمد بن فتوح الحمیدی، عدد الاجزاء: ۴، دارالنشر: دار ابن حزم لبنان، بیروت ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲ء، الطبعة الثانیه، تحقیق: علی حسین البواب

Marfat.com

١١۔ ”إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل“، محمد ناصر الدين الالبانی، الناشر: المكتب الاسلامی، بيروت۔ الطبعة الثانية ١٤٠٥ھ۔ ١٩٨٥ء

١٢۔ ”السلسلة الصحيحة“، محمد ناصر الدين الالبانی، الناشر: مكتبة المعارف الرياض، عدد الاجزاء:٧

١٣۔ ”الترغيب والترهيب“، عبدالعظيم بن عبدالقوی المنذری، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت

١٤۔ ”الفتح الكبير فی ضم الزيادة إلی الجامع الصغير“، جلال الدين عبدالرحمن بن ابی بكر السيوطی، دارالفكر، بيروت، لبنان۔

١٥۔ ”المسند المستخرج علی صحيح المسلم“، ابو نعيم احمد بن عبدالله بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ الهرانی الاصبهانی، دارالنشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان

١٦۔ ”الايمان“، محمد بن اسحاق بن يحيی بن منده، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت

١٧۔ ”السنن الكبزی“، ابوبكر احمد بن حسين بن علی بن عبدالله بن موسیٰ (٣٨٤۔٤٥٨ھ)، مكتبة دارالباز

١٨۔ ”التمهيد لما فی المؤطا من المعانی والأسانيد“، ابوعمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر القرطبی (المتوفی ٤٦٣ھ) الناشر: مؤسسة القرطبه۔

١٩۔ ”اتحاف الجماعة لما جاء فی الفتن والملاحم“، حمود بن عبدالله التويجری (المتوفي ١٤١٣ھ)، موقع الرسالة الاسلام

٢٠۔ ”الزهد“، هناد بن السری الكوفی، الطبعة الاولیٰ ١٤٠٦ھ، عدد الاجزاء ٢، الناشر: دارالخلفاء للكتاب الاسلامی، الكويت

٢١۔ ”الاستذكار الجامع المذاهب فقهاء الأمصار“، ابوعمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر القرطبی (المتوفي ٤٦٣ھ) الناشر: دارالكتب العلميه، بيروت

٢٢۔ ”الجامع لاحكام القرآن“، ابو عبدالله محمد بن احمد بن أبی بكر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدين القرطبی، الناشر: دارعالم الكتب، الرياض، المملكة العربيه السعوديه (الطبعه ١٤٢٣ھ۔٢٠٠٣)

٢٣۔ ”البدر المنير فی تخريج الأحاديث والاثار الواقعة فی الشرح الكبير“، ابن الملقن سراج

Marfat.com

الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (المتوفی ۸۰۴ھ)، الناشر: دارالهجرة للنشر والتوزیع الریاض، السعودیہ۔

۲۴۔ "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن"، محمد الامین بن المختار بن عبدالقادر الشنقیطی (المتوفی ۱۳۹۳ھ) الناشر: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان

۲۵۔ "الاحاد والمثانی" احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی، الناشر: دارالرایہ، الریاض

۲۶۔ "السیرة النبویہ لابن ہشام"، عبدالملک بن ہشام بن أیوب الحمیری والمعافری، الناشر: دارالجیل بیروت، سنۃالنشر ۱۴۱۱ھ

۲۷۔ "اشراط الساعۃ"، عبداللہ بن سلیمان الغفیلی، الناشر: وزارة الشؤن الاسلامیہ والاوقاف والدعوة والارشاد المملکۃ العربیہ السعودیہ

۲۸۔ "تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی"، محمد بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم المبارکفوری، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، عددالاجزاء: ۱۰

۲۹۔ "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف"، جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن (المتوفی ۷۴۲ھ)، المکتب الاسلامی والدار القیمہ۔

۳۰۔ "تاریخ بغداد"، احمد بن علی ابوبکر الخطیب البغدادی، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، عددالاجزاء: ۱۴

۳۱۔ "جامع ترمذی"، ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورہ بن موسٰی بن الضحاک (المتوفی ۲۹۷ھ)، الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۳۲۔ "جامع الاصول فی احادیث الرسول"، مجدد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد الجزری ابن الاثیر (المتوفی ۶۰۶ھ)، تحقیق عبدالقادر الارنووط، مکتبۃ الحلوانی، مکتبہ دارالبیان

۳۳۔ "دلائل النبوة لابی نعیم الاصبہانی"، ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی (المتوفی ۴۳۰ھ)، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان

۳۴۔ "ریاض الصالحین"، ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (المتوفی ۶۷۶ھ)، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

Marfat.com

۳۵۔ ”سنن أبی داؤد“، سلیمان بن اشعث سجستانی (المتوفي ۲۷۵ھ)، الناشر: دارإحیاء التراث العربی، دارالکتب العلمیہ، المکتبۃالعصریۃ، بیروت۔

۳۶۔ ”سنن ابن ماجہ“، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (المتوفي ۲۷۵ھ) الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت (سنۃالنشر ۱۹۸۴ء)

۳۷۔ ”سنن نسائی“، احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر (المتوفي ۳۰۳ھ) الناشر: دارإحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان

۳۸۔ ”سنن دارمی“، عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بھرام بن عبدالصمد (المتوفي ۲۵۵ھ) دارالکتاب العربی، بیروت

۳۹۔ ”شعب الایمان“، ابوبکر احمد بن حسین البیھقی، الناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃالاولی، ۱۴۱۰ھ، تحقیق محمدالسعیدبسیونی زغلول، عددالاجزاء:۷

۴۰۔ ”شرح الزرقانی علی موطاامام مالک“، محمدبن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، عددالاجزاء:۴

۴۱۔ ”شرح السنۃللامام البغوی“، الحسین بن مسعود البغوی، دارالنشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳ء، تحقیق شعیب الارناؤوط، محمدزھیر الشاویش، الطبعۃالثانیۃ، عددالاجزاء:۱۵

۴۲۔ ”شرح صحیح البخاری۔لابن بطال“، ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال البکری القرطبی، دارالنشر: مکتبۃ الرشد، السعودیہ، الریاض (۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۳) الطبعۃالثانیۃ، تحقیق ابوتمیم یاسر بن ابراھیم، عددالاجزاء:۱۰

۴۳۔ ”شرح صحیح البخاری ابن حجر“، احمدبن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، الناشر: دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، عددالاجزاء:۱۳

۴۴۔ ”شرح معانی الاثار“، احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک بن سلمۃ ابوجعفر الطحاوی (المتوفي ۳۲۱ھ) تحقیق محمدزھری النجار، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۴۵۔ ”شرح قصیدہ ابن القیم“، احمد بن ابراھیم بن عیسیٰ، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃالثالثہ ۱۴۰۶ھ، عددالاجزاء:۲

۴۶۔ ”صحیح بخاری“، ابو عبداللہ محمد اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ)

Marfat.com

الناشر: دار القلم، بیروت، سنۃ النشر: ۱۹۸۷ء

۴۷۔ "صحیح مسلم"، مسلم بن الحجاج قشیری (المتوفی ۲۶۱ھ) الناشر: دار احیاء التراث العربی، سنۃ النشر ۱۹۷۲ء، بیروت

۴۸۔ "صحیح ابن حبان"، محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد (المتوفی: ۳۵۴ھ) الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۴۹۔ "صحیح و ضعیف الجامع الصغیر"، تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: مرکز نور الاسلام لابحاث القرآن و السنۃ، بالاسکندریۃ

۵۰۔ "صفۃ الصفوۃ"، ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی بن محمد، الناشر: دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ (۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء)

۵۱۔ "فیض التقدیر"، شرح الجامع الصغیر المناوی، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء

۵۲۔ "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال"، علاؤ الدین علی بن حسام الدین المتقی الھندی/صفوۃ السقا، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۱ھ

۵۳۔ "مسند الحمیدی"، عبداللہ بن الزبیر ابوبکر الحمیدی، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، مکتبۃ المتنبی، بیروت، القاھرہ، تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی، عدد الاجزاء: ۲

۵۴۔ "مسند ابو عوانہ"، الامام أبی عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، الناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۵۵۔ "مصنف عبدالرزاق"، ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۳ھ

۵۶۔ "مسند احمد" احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد (المتوفی ۲۴۱ھ) الناشر: دار المعارف، مصر

۵۷۔ "مشکاۃ المصابیح"، محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیہ

۵۸۔ "معارج القبول بشرح سلم الوصول إلی علم الاصول"، حافظ بن احمد حکمی، الناشر: دار ابن القیم، الدمام، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء)

Marfat.com

۵۹۔ ”منهاج السنة النبوية“، شيخ الاسلام احمد بن تيمية، الناشر: مؤسسة قرطبة الطبعة الاولى، عددالاجزاء:۸

۶۰۔ ”مجمع الزوائد۔الهيثمی“، نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی، الناشر: دار الفكر، بيروت

۶۱۔ القضاء والقدر، احمد بن الحسين بن علی بن موسی الخراسانی، ابوبكر البيهقی، ناشر: مكتبة العبيكان، الرياض/السعودية، الطبعة الاولى، ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء

۶۲۔ شفاء العليل فی مسائل القضاء والقدر، محمد بن أبی بكر بن ايوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفی: ۷۵۱ھ) الناشر: دار المعرفة، بيروت، لبنان

۶۳۔ تحقيق الاحتجاج بالقدر لابن تيميه، تقی الدين ابو العباس احمد بن عبدالحليم بن تيميه (المتوفی ۷۲۸ھ)، الناشر: المكتب الاسلامی بيروت، تحقيق المحدث العلامة محمد ناصر الدين الالبانی۔

۶۴۔ تحقيق فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسماعيل بن اسحاق القاضی الازدی الجهضمی (المتوفی ۲۸۲ھ)، الناشر المكتب الاسلامی بيروت، الطبعة الثالثة، تحقيق محمد ناصر الدين الالبانی۔

۶۵۔ الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبكر بن ابی عاصم وهو احمد بن عمرو بن الضحاک الشيبانی (المتوفی: ۲۸۷ھ)، المحقق: حمدی عبدالمجيد السلفی، الناشر: دار المامون للتراث، دمشق الطبعة الاولى ۱۴۱۵ھ، عددالاجزاء: ۱۔

۶۶۔ الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضلها و كيفيتها، عبدالمحسن بن حمد بن عبدالمحسن بن عبدالله بن حمد العباد البدر، الناشر: الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة، عددالاجزاء: ۱

۶۷۔ حجاب المرأة ولباسها فی الصلاة، تقی الدين ابو العباس احمد بن عبدالحليم بن عبدالسلام بن عبدالله بن ابی القاسم بن محمد بن تيميه (المتوفی: ۷۲۸ھ)، المحقق: محمد ناصر الدين البانی، الناشر: المكتب الاسلامی۔

۶۸۔ عقوق الوالدين أسبابه، مظاهره، سبل العلاج، المؤلف: محمد بن ابراهيم بن احمد الحمد، الناشر: الكتاب منشور علی موقع وزارة الاوقاف السعودية، عددالاجزاء: ۱

Marfat.com

۶۹۔ برا الوالدین، المؤلف: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی:۵۹۷ھ)

۷۰۔ ابوبکر الصدیق افضل الصحابة واحقهم بالخلافة، المؤلف: محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی الحنبلی (المتوفی: ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com